الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوۃ
ویوتون الزکوۃ وھم راکعون ۔(المائدہ) قل اللّٰھم مالک الملک
توتی الملک من تشاء

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں مردود یہ مراد کس
آیت خبر کی ہے

باذن الٰہی عزوجل انبیاء کرام والیاءِ عظام کے
اختیارات، تصرفات اور ملکیت پر قرآن واحادیث اور
معتبر حوالہ جات کی روشنی میں ایک بہترین مجموعہ

الاستمداد

المعروف

محبوبانِ الٰہی عزوجل کے "اختیارات وتصرفات"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ السلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب **الاستمداد**

محبوبانِ الٰہی عزوجل کے "اختیارات وتصرفات"

مرتب علامہ مولانا **محمد اشفاق** قادری چشتی

معاون **احمد رضا** عطاری سلطانپوری

زیر سرپرستی حضرت علامہ مولانا **شاہنواز احمد** ضیائی

(فاضل جامعہ رضویہ ضیاءالعلوم)

پروف ریڈنگ ابواسامہ **علامہ ظفر** بکھروی

پیشکش **نور الہدیٰ** اسلامک لائبریری (واہ کینٹ)

یہ کتاب مفت حاصل کیجئے

حاجی محمد اقبال۔ برادوے سویٹ ہاؤس

انوار چوک۔ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی تحصیل ٹیکسلا (پاکستان)

فون 051-4546150,4546151

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
38	باب استمداد و استعانت	
39	مدد صرف اللہ عزوجل کی	
40	نماز میں اللہ اور یا ہر غیر اللہ	
41	آخر ہیرا پھیری کیوں؟	
42	مانعین اور اہل سنت کے نظریے میں فرق	
43	حیات میں استمداد و استعانت	
44	دور کی چیزیں معلوم کرنا	
45	جنت کی حور کا آسمان سے زمین پر دیکھنا سننا	
46	اولیاء اللہ کیلئے قریب و بعید کچھ نہیں	
47	نور فراست سے دیکھتے ہیں	
48	سیدنا فاروق اعظم کا دور سے مدد کرنا	
49	اس دلیل پر اعتراضات کے جوابات	
50	دور سے تصرفات و اختیارات	
51	دشمن خدا افضل یا محبوبان خدا	
52	فرشتوں کا آسمانوں سے سننا	
53	فرشتوں کا دور سے صلوۃ و سلام سننا	
54	آپ ﷺ کا صلوۃ و سلام سننا	
55	نماز میں خطاب و سلام	
56	محدثین و فقہائے کرام علیہم الرضوان	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
76	پوری دنیا کو قریب و دور یکساں دیکھنا	
77	نبی پاک ﷺ حاضر و ناظر ہیں	
78	بعد الوصال جہاں کے کاموں کی تدبیر کرنا	
79	یا محمد یا محمد نصر اللہ انزل ﷺ	
80	صحابہ کرام کا مدد کیلئے یا محمد پکارنا ﷺ	
81	پاؤں سن ہو جائے تو یا محمد پکارو ﷺ	
82	زبان میری ہے بات اُن کی	
83	بعد وصال دیوبندی مدد	
84	مرنے کے بعد مدد کے لئے آنا	
85	دیوبندی عقیدہ	
86	اشرف علی تھانوی کی مدد	
87	اہلحدیث و دیوبندی امام	
88	دیوبندی پیر و مرشد حاجی صاحب	
89	بعد وصال مٹھائی کی مدد	
90	دہلوی کے پیر، علم غیب، اختیارات	
91	اسمٰعیل دہلوی کا مقام	
92	دیوبندی مرشد کی مدد اور پنڈت	
93	دیوبندی پیر صاحب کی غیبی مدد	
94	یا دوہابیائی "زلزلہ"	

﴿چند اہم کتب﴾

مقام رسول ﷺ۔منظور احمد اویسی وہابی مذہب۔ضیاء اللہ قادری

گلشن توحید و رسالت۔اشرف علی سیالوی الامن والعلی۔اعلیٰ حضرت

در المہند۔در شہاب الثاقب، عبارات اکابر کا علمی و تحقیقی رد۔نصیر الدین سیالوی۔

ترک رفع یدین پر چالیس حدیثیں۔ظفر بکھروی۔مکتبہ فیضان سنت لائق علی چوک واہ کینٹ

﴿علماء اہل سنت کی چند اہم سی ڈیز﴾

☆ **آخر اختلاف کیوں**؟ کوکب نورانی (علماء دیوبند کی چالیس عبارتیں)

☆ **انکشاف حقیقت**۔غلام مرتضی ساقی (قاری چن دیوبندی کو

جواب اور دیوبندیت کے بارے میں ایک علمی وتحقیقی سی ڈی۔ ہر ایک سنی کو ایک بار لازمی دیکھنی چاہیے)

☆**ھدایت یا گمراھی**:علامہ ہمدانی (دیوبند کی عجیب وغریب شرم انگیز عبارتیں)۔

﴾......تقریظ......﴿

حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمن چشتی

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء اھل سنتہ اجمعین اما بعد! اللہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ مومنو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اللہ کے مقبولوں کے ساتھ دشمنی، بغض وعناد رکھنا اللہ عزوجل کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ نبی پاک ﷺ کے سچے متبعین محبوبانِ خدا کہلاتے ہیں۔ جو غلامانِ رسول اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہیں وہ بھی اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں جیسے اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

تیرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

لہٰذا ایسے پرفتن دور میں جب کہ ہر شخص بے چینی کا شکار ہے اسلام کے لبادے میں شرپسند لوگوں نے عوام الناس کا سکون چھین لیا ہے عقیدے خراب کر رہے ہیں ایسے تخریب کاروں سے بچنے کیلئے ہمیں پاکیزہ اخلاق والی ہستیوں کی ضرورت ہے۔ جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے "ان کو خوف وغم

نہیں ۔"

ہمیں بھی ان پاک باز بندگان خدا کے سائے میں سکون وقرار کی دولت میسر آسکتی ہے عزیزم الحافظ القاری مولانا محمد اشفاق چشتی صاحب جو کے میرے معتمد اور قابل ترین تلمیذہ رشید ہیں ۔دین اسلام سے سچی محبت لگن اور درد رکھتے ہیں ۔اور بہت پاکیزہ اخلاق ، مستقل مزاج ہیں جس کی اصل وجہ ان کا شوق مطالعہ اور سنت رسول ﷺ سے محبت اور عمل ہے ۔

عزیزم مولانا قاری محمد اشفاق صاحب زیدہ مجدہ نے کتاب ھذا العنوان ﴿''الاستمداد'' المعروف محبوبان الہٰی عزوجل کے اختیارات و تصرفات﴾ تالیف فرمائی ہے ۔فاضل مصنف نے محبوبان خدا کے اوصاف قرآن پاک ،احادیث پاک ،علماء امت کی معتبر کتب اور دیگر حوالہ جات سے بیان کر کے بیقرار پریشان حال لوگوں کو خدا رسیدہ برگزیدہ بندوں کے قریب کرنے اور ان کو پر سکون اور فیض یاب زندگی گزارنے کی ترغیب دلائی ہے ۔ایمان کی حفاظت اور اللہ پاک کے سایہ رحمت کے حصول کیلئے اللہ کے نیک بندوں کے دامن کے ساتھ وابستگی ان سے محبت ،ادب و احترام کا ہونا بہت ضروری ہے ۔

اللہ ان کی سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ عالیہ میں مقبول فرمائے دونوں جہانوں میں اللہ سرخرو فرمائے اور کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے ۔آمین بجاہ سید المرسلین ۔

از بندہ حقیر پر تقصیر

عزیز الرحمٰن چشتی غفرلہ

﴾......عرض مصنف......﴿

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم ،اما بعد !

اللہ عزوجل ہی کا ہے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے"لہ ما فی السموات و الارض "تمام ملکوں کا ملک وہی ہے" اللّٰھم مالک الملک " کائنات کے ذرے ذرے کا ملک حقیقی ،ابدی و مستقل صرف وحدہ لاشریک ہے ۔وہی بادشاہ ہے وہی حاکم وہی مالک وہی مدبر و متصرف ہے۔اس کے علاوہ کسی کی حکومت نہیں۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ مالک ملک اپنے خزنوں میں سے کچھ کسی کو عطا بھی فرماتا ہے کہ نہیں؟ اپنے ملکوں پر اختیارات و تصرفات کسی کو دیتا ہے کہ نہیں؟ کیا وہ خزانوں کو تقسیم کرتا ہے کہ نہیں؟ بالخصوص اپنے محبوب بندوں انبیاء و اولیاء

کرام کو جن کو وہ اپنا خلیفہ اپنا محبوب، ولی اور حبیب وغیرھما کہتا ہے کیا ان کو کچھ دیتا بھی ہے یا کہ محض بیکس، مجبور و مکسور رکھتا ہے؟ لہذا آیئے قرآن واحادیث کی روشنی میں چند حوالہ جات کا مطالعہ کیجئے اور قرآن و سنت سے اسکی راہنمائی لیں ''جو کہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے''۔

مزید آگے مطالعہ کرنے سے قبل یہ بات یاد رکھئے کہ ہر چیز کا خالق و مالک وہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے وہی حقیقی کارساز، حقیقی حاجت روا، مشکل کشا بالذات اللہ ہی ہے۔ نفع ونقصان، رزق میں کمی بیشی، موت وزندگی اسکے قبضہ قدرت میں ہے خواہ وہ ماتحت الاسباب ہوں یا موفوق الاسباب تمام کی تمام نعمتیں وفضائل وافعال اللہ عزوجل کی طرف سے ہی ہیں اللہ کے سوا مافوق کیا، ما تحت الاسباب بھی کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ نہ ہی زندگی میں اور نہ کوئی بعد الوصال۔ نہ تو کوئی قریب سے نہ کوئی دور سے بذات خود بغیر اذن الٰہی کوئی کچھ کرسکتا ہے۔ حتا کہ بغیر اذن کے ہم اپنی آنکھ سے ایک تنکا بھی دور نہیں کرسکتے۔ آگ جلا نہیں سکتی، پانی پیاس نہیں بجھا سکتا، دوائی شفا نہیں دے سکتی، کوئی کسی کو چھوٹی سے چھوٹی چیز نمک وجوتے کا تسمہ تک نہیں دے سکتا وغیرھما۔ اور کوئی بغیر عطا الٰہی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کا مالک ومختار نہیں ہوسکتا۔ لیکن با عطائے الٰہی یا باذن الٰہی اللہ عزوجل کے محبوب بندوں کو بے شمار اختیارات وتصرفات حاصل ہیں جن کا مختصراً ثبوت ہم نے اس کتاب میں پیش کردیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ وتفسیر خزائن العرفان، خالص اعتقاد، بہار شریعت وغیرہ کتب میں لکھا ہے مفہوم وخلاصہ پیش خدمت ہے ''کہ حضرات انبیاء واولیاء بالخصوص سید الانبیاء محبوب خدا ﷺ میں جس قدر فضل وکمالات، واختیارت وتصرفات ہیں وہ

بالذات نہیں بلکہ عطائی (باذن اللہ) ہیں، بطور معجزہ یا بطور کرامت اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے انہیں عطا ہیں۔ یہ سب کچھ "باذن اللہ" کرتے ہیں"۔ جس کا ثبوت ہم یہاں قرآن پاک واحادیث پاک سے بیان کریں گے۔

اگر مزید کسی کو تفصیل درکار ہو تو مناظر الاسلام استاد العلماء حضرت علامہ اشرف علی سیالوی صاحب کی کتاب "گلشن توحید و رسالت" یا "جلا الصدور" یا پھر "هداية المتذبذب الحيران في الاستغاثه باولياء الرحمان" کا مطالعہ کیجئے اسی طرح حضرت علامہ ابو الحسن کی کتاب "مقام رسول ﷺ"، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "الامن والعلی" وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ عزوجل مزید تسلی ہو جائے گی۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن واحادیث کے ان فرمودات پر یقین وعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اس کوشش کو منکرین کے لئے بھی ذریعہ ہدایت ونجات بنائے اور اہلسنت کو مزید اس کتاب سے اپنے اِن عقائد و نظریات پر پختگی عطا فرمائے۔ اے اللہ عزوجل اپنے انبیاء و اولیاء کرام کے وسیلے سے ہماری اس کتاب کو اپنی، اور اپنے نیک بندوں کی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ اور اپنے بیگانوں علماء وعوام میں شرف مقبولیت عطا فرما (امین)

ادنیٰ خادم اہل سنت و جماعت

بندہ ناچیز محمد اشفاق چشتی قادری

عرض معاون

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ.

جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب ولعنت ہوتی ہے ان کے بارے میں قرآن

فرماتا ہے" ومن یلعن اللہ فلن تجدلہ نصیرا ۔اور جسے اللہ لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار (مددگار) نہ پائے گا۔(القرآن۔پ۱۶سورہ کہف) لیکن اہل ایمان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ" انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون ۔تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔(المائدہ آیت۵۵پ۶)

جامع الصغیر کے اندر حدیث پاک ہے کہ"ان للہ تعالیٰ عبد ان نا ختصھم بحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولیک الامنون من عذاب اللہ" بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی حاجت روائی کیلئے مقرر کیا ہے لوگ اپنی حاجتیں پوری کروانے کیلئے بیقرار ہو کر ان کے پاس جاتے ہیں وہ بندے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امان میں ہوتے ہیں۔(الجامع الصغیر،الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بسند حسن)

اسی طرح نبی پاک ■ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کو (کسی مشکل یا حاجت میں) مدد کی ضرورت ہو تو یوں کہے۔"اعینو نی یا عباد اللہ" یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔[الطبرانی ،مصنف ابن ابی شیبہ، حصن حصین ،کتاب الازکار امام نووی] خود مخالفین کے امام صاحب نے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ" ازا الفلمت دابہ احدکم فی الارض فلا ۃ فلینا دیا یا عباد اللہ اعینو نی" یعنی جب تم میں سے کوئی شخص راہ چلتے بھول جائے تو ندا کرے

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔(هدية المهدی. صفحه ۵۵،۵٦)

انبیاء کرام واولیاء عظام جو اللہ عزوجل کے اولیاء (دوست) ہیں وہ مجبور ومکسور اور بے اختیار نہیں ہوتے بلکہ باذن الٰہی عزوجل ان کو اختیارات وتصرفات حاصل ہوتے ہیں اور ان کیلئے یہ سب کمالات وفضائل ماننا کفر وشرک ہرگز نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی رو سے بالکل جائز وثابت ہیں۔

کوئی اللہ کا پیارا ولی (دوست) ہو اور بے اختیار ہو یہ بات عقلاً بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ آج دنیاوی حاکم وبادشاہ کا کوئی دوست ہو تو اس کو بھی کئی اختیارات و تصرفات حاصل ہوتے ہیں تو بلا تشبیہ مالک الملک جل مجدہ کے دوست (ولی) بھی بے اختیار ومجبور نہیں ہوتے بلکہ اللہ عزوجل ان کو اختیارات وتصرفات عطا فرماتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا وغیرہ کے اختیارات و تصرفات کا ثبوت خود قرآن پاک کے اندر موجود ہیں۔لیکن منکرین حضرات حاکم وحکیم کی عطا ومدد کے تو قائل ہیں لیکن اللہ عزوجل کے پیاروں کے منکر ہیں جو عجیب وغریب منطق ہے۔اسی لئے سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں۔

حاکم حکیم داد ودوا دیں یہ کچھ نہ دیں مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

مخالفین کا سب سے بڑا ظلم وستم ہم مسلمانوں پر یہ ہے کہ وہ آیات جن میں بغیر اذن الٰہی عزوجل ذاتی طور پر ملکیت، اختیار وتصرف کا انکار کیا گیا ہے انہیں پیش کر کے یا جو آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں انہیں انبیاء کرام و الیاء عظام پر چسپاں کر کے انہیں بتوں کی طرح بے جان، بے اختیار، مجبور ومکسور

ثابت کرتے ہیں۔(معاذ اللہ) یہی وجہ ہے کہ کبھی تو مخالفین منبر رسول ■ پر بیٹھ کر چیخ چیخ کر خود ساختہ استدلال کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ تو اپنے جسم سے مکھی تک نہیں اڑا سکتے، کھجور کی کھٹلی تک نہیں بنا سکتے۔(معاذ اللہ) ایسے لوگ سخت گمراہی و جہالت کا شکار ہیں ورنہ کیا کوئی عقل مند شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام ایک مکھی تک نہیں اڑا سکتے۔(ہمارے نبی پاک ■ کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔) جو بات ایک عام شخص کے اختیار میں ہے بھلا کیا وہ بھی انبیاء و اولیاء کے اختیار میں نہیں؟ حاش للہ ہزار بار حاش للہ ۔حضرت عیسیٰ مردے زندہ فرما دیتے ہیں، اندھوں کو بینا کر دیتے ہیں۔آصف بن برخیاء پلک جھپکتے تخت بلقیس لے آتے ہیں وغیرہ یہ قرآن بیان فرما رہا ہے ۔لہذا باذن الہی عزوجل کھجور کی کھٹلی تو کیا مردے بھی زندہ کیے جا رہے ہیں۔لہذا قرآن پڑھ کر مسلمانوں کے سامنے اپنا خود ساختہ استدال پیش کرنا اور پھر محبوبان الہی عزوجل کو بتوں کی طرح بے اختیار و مجبور ثابت کرنا بہت بڑی گمراہی و محرومی ہے۔

اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ" اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ" اللہ اور رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔(توبہ آیت ۷۴ پ۱۰) اور فرمایا" ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ ورسولہ وقالو حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ" اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔(توبہ آیت ۵۹ پ۱۰)

؎ میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا   نور دن دونا تیرا دے ڈال

صدقہ نور کا

قاسم نعم اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ■ نے فرمایا" انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی ۔میں ہی قاسم اور خازن ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔(بخاری ۱/۴۳۹) دوسری جگہ فرمایا "انما انا قاسم و اللہ یعطی' میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ عطا کرنے والا ہے۔(صحیح بخاری جلد ۱ حدیث نمبر ۷۱) طحاوی شریف جلد ۴ صفحہ ۵۳۶ میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ■ نے فرمایا" انما انا قاسم اقسم بینکم'. غیر مقلدین اہلحدیث اور علماء دیوبند کے ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے یہ حدیث مذکور ہوئی۔ والترمذی -----. اللہ یرزق و انا اقسم ۔اللہ ہی رزق دیتا ہے اور میں ہی (اسے) تقسیم فرماتا ہوں۔(مولد رسول اللہ لا ابن کثیر صفحہ ۲۰) ان احادیث میں کتنا عموم ہے۔ہر شے حضور ■ کے ہاتھوں سے تقسیم ہو رہی ہے۔حضور ■ قاسم مطلق ہیں۔

اسی لئے اعلیٰ حضرت کہا تھے۔

انا اعطینک الکوثر — ساری کثرت پاتے یہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

بہر حال زیر نظر کتاب میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام علیہم الرضوان کے باذن الٰہی عزوجل اختیارات و تصرفات پر قرآن و احادیث کی روشنی میں ثبوت پیش کیا گیا ہے۔عقیدہ اہل سنت کی وضاحت کرتے ہوئے اس موضوع پر جو شکوک وشبہات معترضین وارد کرتے ہیں ان کا دلائل و براہان کے ساتھ ازالہ کیا گیا ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کتاب کو معترضین کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے اور

ہمارے لئے ذریعے نجات و بخشش بنائے ۔نیز ''ہماری اشاعتی تنظیم'' کی سرپرستی کرنے والے تمام علماء کرام بلخصوص مناظر اہل سنت محمد کاشف اقبال مدنی ،حضرت علامہ شاہنواز احمد ضیائی،علامہ سید صابر شاہ بخاری ،حضرت علامہ جہانگیر احمد نقشبندی اور تمام معاونین صاحبان کے ہم مشکور ہیں اللہ عزوجل انہیں جزاء خیر عطا فرمائے اور ان سب احباب وعلماء کرام کا سایہ ہمارے سروں پر تادم آخر قائم و دائم فرمائے ۔بندہ ناچیز اپنی تمام حاجتیں، التجائیں،ضرورتیں اور دعائیں نبی پاک ﷺ کے وسیلے سے خالق کائنات کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے ۔اللہ عزوجل انہیں قبول ومنظور فرمائے ۔

(آمین یا رب العلمین)

وسلام

احمد رضا عطاری سلطانپوری

nusratulhaq@yahoo.com

﴿1 اللہ عزوجل جسے چاہے جو چاہے عطا کرتا ہے﴾

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بارے میں یہودیوں کا جو عقیدہ ونظریہ ہے وہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کچھ اسطرح بیان فرمایا ہے''**وقالت الیھود ید اللہ**... (یعنی) یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بند ہیں ۔(پ ٦ مائدہ

۶۴) یعنی اللہ تعالیٰ بخیل ہے وہ کسی کو کچھ نہیں دیتا اسکے ہاتھ بندھے ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس بے ہودہ قول کے رد میں ارشاد فرمایا۔ بل یداہ .. (یعنی یہ بات نہیں جو یہودی کہتے ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے جو چاہے عطا کرتا ہے (مائدہ نمبر ۶۴)

سعودیہ عرب کے شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے اردو ترجمہ وتفسیر صفحہ ۳۱۲ میں لکھا ہے کہ "یہودیوں کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ واقعتاً بندھے ہوئے ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس نے اپنے ہاتھ خرچ کرنے سے روکے ہوئے ہیں (ابن کثیر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاتھ تو انہی کے بندھے ہوئے ہیں یعنی بخیلی انہی کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے وہ واسع الفضل اور جزیل العطاء ہے تمام خزانے اسی کے پاس ہیں۔ نیز اس نے اپنی مخلوقات کے لئے تمام حاجات وضروریات کا انتظام کیا ہوا ہے، ہمیں رات یا دن کو، سفر یا حضر میں اور دیگر تمام احوال میں جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے یا پڑسکتی ہے سب وہی مہیا کرتا ہے ﴿ واتکم من کل ما سالتموہ. وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار ﴾ (سورۃ ابراہیم ۳۴) تم نے جو کچھ اس سے مانگا وہ اس نے تمہیں دیا۔ اللہ کی نعمتیں اتنی ہیں کہ تم گن نہیں سکتے، انسان ہی نادان اور نہایت ناشکرا ہے" حدیث میں بھی ہے نبی ﷺ نے فرمایا "اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن خرچ کرتا ہے لیکن کوئی کمی نہیں آتی، ذرا دیکھو تو جب آسمان و زمین اس نے پیدا کیے ہیں وہ خرچ کر رہا ہے لیکن اس کے خزانے میں کمی نہیں آئی......(البخاری کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی

الماء۔ مسلم کتاب الزکوۃ، باب الحث علی النفقۃ۔ اردو ترجمہ و تفسیر صفحہ ۲۱۳) تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے جو چاہے عطا کرتا ہے خرچ کرتا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بل یداہ . . . . حسب الحکمۃ من انواع الظاھرہ والباطنہ علی من وجد اھلا لذالک" (یعنی) اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں وہ عطا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے لہٰذا وہ حسب حکمت جسے چاہے ظاہری علوم بھی عطا کرتا ہے (جن سے ڈاکٹر، حکیم، وزیر و حاکم بنتے ہیں) اور باطنی علوم بھی عطا کرتا ہے (جن سے ولی، غوث، قطب، ابدال بنتے ہیں) جس کو وہ ان علوم کا اہل جانتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی سورۃ المائدہ)

نیز حافظ ابن کثیرؒ نے بھی لکھا ہے "بل یداہ ...... ای بل ھو الواسع الفضل الجزیل العطا الذی مامن شیء الا عندنا خزانہ۔ (یعنی) اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے جو چاہے عطا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ وسیع فضل والا اور بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے (تفسیر ابن کثیر سورۃ المائدہ)

قرآن پاک کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام خزانے واختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے یہ خزانے عطا فرماتا ہے۔ ان پر اپنے بندوں کو اختیار دے سکتا ہے اور مزید دلائل سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ نے بہت کچھ اپنے پیاروں کو دیا۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ نے کسی کو کچھ نہیں دیا اور نہ دے سکتا ہے یہودی عقیدہ ہے۔ جبکہ توحیدی عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے جو چاہے عطا کرے۔ کوئی روکنے والا نہیں

2۔ اللہ جسے چاہے اپنے ملک عطا کرے

اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ قل اللّٰھم مالک الملک توتی الملک من تشاء" اے محبوب ■! تم فرماؤ اے اللہ ملک کے مالک عزوجل! (تو) جسے چاہے اپنے ملک عطا فرماتا ہے"۔ (پ ۳ آل عمران ۲۶)
معلوم ہوا کہ اللہ واحدہ لاشریک ہی تمام ملکوں کا حقیقی مالک ہے۔ تمام ملکوں پر اس ہی کا حقیقی اختیار و قبضہ ہے لیکن جسے اللہ چاہتا ہے اپنے یہ ملک عطا فرماتا ہے اُن کو اللہ عزوجل اپنے ملکوں پر قبضہ و اختیار دے دیتا ہے۔ قارئین کرام! آج اگر کوئی آپ کو یہ کہہ دے کہ ملک پاکستان آپ ہی کا ہے تو کیا آپ پاکستان کے مالک نہ ہوئے؟ کیا آپ کو ملکیت ملے گی تو اختیار نہ ملے گا؟ یقیناً ملے گا تو پھر کیا جس کو اللہ اپنے ملک عطا فرماتا ہے وہ مالک ومختار نہیں ہوسکتا؟

3۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا

فرمان خداوندی ہے" وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ محظورا" اور تیرے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۲۰) معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اپنے ملکوں کا مالکیت، اپنے رزق و انعامات عطا فرماتا ہے۔ اس کے فضل و عطا پر روک نہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔" اولئک الذین اتینا ھم الکتاب والحکم والنبوۃ" یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب حکم اور نبوت دی۔ (القرآن)
اسکی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یاد رہے کہ تیسری قسم انبیاء ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم و معارف عطا فرمائے جن کی بناء پر وہ مخلوق کے باطنوں اور روحوں میں تصرف کرتے ہیں، نیز انہیں وہ قدرت

اوراختیار عطافرمایا جس کی بناء پر وہ ہر مخلوق کے ظواہر میں تصرف کرتے ہیں، چونکہ وہ ان دونوں صفتوں کے جامع ہیں، اس لئے وہ حاکم علی الاطلاق ہیں (یعنی ظاہرو باطن میں تصرف کرتے ہیں)۔ (تفسیر کبیر ۱۳/۶۷)

4 ...... زندگی اور شفاء پر اختیار ......

تمام امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ زندہ کرنا، شفا دینا، تندرست کرنا، بینائی دینا صرف اور صرف اللہ عزوجل ہی کے اختیار میں ہے کسی کو حقیقی وذاتی اختیارات نہیں ہیں۔ لیکن جس کو اللہ عزوجل "اذن" عطا فرمادے وہ بھی مردوں کو زندہ کرسکتا ہے، بیماروں کو شفاء دے سکتا ہے، اندھوں کو بینائی دے سکتا ہے۔ اس کو بھی باذن اللہ یہ اختیارات وتصرفات حاصل ہوجاتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ اختیارات وتصرفات اللہ نے عطا فرمائے لہذا باذن اللہ ہوئے، عطائی ہوئے۔ حقیقی وذاتی طور پر صرف اور صرف اللہ عزوجل ہی اختیارات وتصرفات کا مالک ہے۔ فرمان الٰہی عزوجل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "

اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۔ بیشک میں (عیسیٰ علیہ السلام) تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اندھوں اور کوڑھیوں کو شفاء دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے اذن سے۔ (پ ۳ آل عمران ۴۹)

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باذن اللہ (اللہ کی عطاواذن سے) پرندہ بنانا، مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو تندرست کرنا، مردوں کو زندہ فرمانا وغیرہ

مذکور ہے یہ کیسے بڑے بڑے اختیارات وتصرفات ہیں۔تو اب وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ''انبیاء و اولیاء کے لئے اختیارات وتصرفات کے قائل مشرک ہیں'' معاذ اللہ اب یہاں پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ کیا کسی غیر اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مردہ زندہ کرتا ہے،شفاء دیتا ہے، بینائی عطا کرتا ہے۔یہ عقیدہ شرک ہے؟ اگر یہ شرک ہے تو اللہ عزوجل کی اس آیت پر کیا فتویٰ لگائیں گے کیا اللہ نے شرک کی تعلیم دی؟ معاذ اللہ اے بیماردل والو ایسی بات ہرگز نہیں کیونکہ یہ (انبیاء واولیاء کرام) جتنے بھی اختیارات وتصرفات رکھتے ہیں وہ باذن اللہ رکھتے ہیں وہ باذن اللہ رکھتے ہیں۔عطائی ومجازی طور پر رکھتے ہیں۔

ہاں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ (انبیاء واولیاء) بغیر باذن اللہ یا حقیقی وذاتی طور پر اختیارات وتصرفات کے مالک ہیں اور اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کے بغیر ہی سب کچھ کرتے ہیں تو یہ شرک ہے لیکن ایسا عقیدہ کسی سنی عالم تو کیا، کسی جاہل سے جاہل سنی کا بھی نہیں ہے۔ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل حقیقی وذاتی طور پر مالک ومختار ہے اور یہ انبیاء واولیاء عطائی ومجازی (باذن اللہ) مالک ومختار ہیں۔ اور باذن و عطائی طور پر انبیاء کرام اور اولیاء کرام کا مالک ومختار ہونا قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔

5﴾......زمین پر تصرفات کرنا......﴿

قرآن پاک میں حضرت ذوالقرنین کے حق میں ارشاد ہوا۔ اِنَّا مَکَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ ۔ ہم نے اس کو زمین پر قدرت دی اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔(پ ۱۶ رکوع ۲ سورۃ......)

اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ نے ذوالقرنین کو زمین میں تصرف

وقدرت عطا فرمائی اور خلق کو یا بادشاہوں کو جن سامانوں کی حاجت ہوتی ہے سب آپکو مرحمت ہوئے۔ تفسیر جمل میں اس آیت کے تحت ہے۔ مَکَّنَّا لَہٗ اَمْرَہٗ مِنَ التَّصَرُّفِ فِیْھَا کَیْفَ یَشَآءُ ہم نے اس (ذوالقرنین) کو زمین میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی جیسے چاہے تصرف کرے۔ (جمل)

خداوند تعالیٰ تو اپنے بندوں کیلئے ایسے عظیم تصرفات ثابت فرماتا ہے مگر دشمن خدا ایک نہیں مانتا۔ اور خدا و قرآن کی مخالفت پر اڑا ہوا ہے۔ معاذ اللہ عزوجل۔

6 ...... پہاڑوں اور پرندوں پر اختیار ......

حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے۔ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ .... وَالطَّیْرَ۔ اور مسخر و مطیع کردیا ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ کہ تسبیح کرتے اور پرندوں کو۔ (القرآن)

(7) دوسری جگہ انہی داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ ۔ اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا اور حکم فرمایا اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندوں اور ہم نے اس کیلئے لوہے کو نرم کیا۔ (پ۲۲ رکوع ۷)

(8) مزید دوسری جگہ ارشاد فرمایا واذکر عبدنا دائود زالا یدانہ اواب انا سخرنا الجبال معہ یسبحن ...والاشراق والطیر مجسورۃ کل لہ اواب وشددنا ملکہ واتینہ والحکمہ وفعل الخطاب ۔ اور یاد کرو ہمارے بندہ داؤد صاحب قوت کو بیشک وہ رضائے الٰہی کی طرف بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ بیشک ہم نے مسخر کیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ تسبیح کرتے شام

وپکاہ اور پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے فرمانبردار ہیں اور ہم نے اسکی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسکو حکمت اور قول فیصل عطا فرمایا۔(پ ۲۳ رکوع ۱۱)

ان آیتوں میں بیان ہے کہ اللہ تعالی نے پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کو مسخر و مطیع فرمایا۔اور آپ کیلئے لوہے کو موم کی طرح نرم کردیا اور آپ علیہ السلام کو زبردست سلطنت عطا فرمائی۔

9 ...... سلطنت ہواؤں اور جنوں پر اختیار ......

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا۔ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ اِلَى الْاَرْضِ ...بٰرَكْنَا فِیْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ٥ وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ ...لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ. اور مسخر کردی ہم نے سلیمان کیلئے۔ہوا کہ ان کے حکم سے چلتی،اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر چیز کے عالم ہیں۔اور ہم نے شیطانوں میں سے ان کو مسخر کیا جو سلیمان کیلئے غوطہ لگاتے ہیں اور اسکے سوا اور کام کرتے اور ہم ان کے حافظ تھے۔(پ ۱۷ رکوع ۵)

(10) مزید ارشاد ہوتا ہے۔ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ج ...لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ط وَمَنْ ...مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ٥ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ۔اور ہم نے سلیمان کیلئے ہوا مسخر فرمادی اسکی صبح کی منزل ایک ماہ کی راہ اور شام کی منظر ایک ماہ کا راہ اور بنایا ہم نے اس کیلئے گداختہ تانبے کا چشمہ اور (مسخر کردیئے) جنات میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے ہیں اس کے رب کے

حکم سے اور ان میں سے جو ہمارے حکم (یعنی اطاعت سلیمان) سے عدول کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے (وہ جنات) اس کیلئے بنائے جو وہ چاہتا اور اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔ (پ ۲۲ رکوع ۷)

(11) مزید دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ. فَسَخَّرْنَا لَهٗ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَاءً حَیْثُ اَصَابَ واسطین کل بناء وغواص واخرین .... فِی الْاَصْفَادِ۔ جب سلیمان نے عرض کیا یا رب میری مغفرت فرما اور مجھے اپنی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو بیشک تو ہی ہے۔ بڑا عطا فرمانے والا تو ہم نے ہوا اس کے بس (اختیار) میں کردی کہ اسکے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو (اختیار) بس میں کردیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوں۔ (پ ۲۳ رکوع ۱۱)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ملک وسلطنت، اقتدار وحکومت، اختیارات وتصرفات کا ذکر فرمایا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے۔ اور ہوا ان کے اختیار میں کردی گئی، مسخر فرمادی گئی کہ ان کے حکم سے چلتی مہینوں کی منزلیں ساعتوں میں طے کرتی اور ان کیلئے چشمے رواں کردیئے اور جنات اور دیوان کیلئے مسخر فرمادیئے آپ (سلیمان علیہ السلام) نے ان کو کئی قسموں پر تقسیم فرمایا۔ بعض سے عمارت کا کام لیا، عجیب وغریب عمارتیں تعمیر کرائیں، بعض کو برتن اور ہتھیار بنانے کی خدمت پر مامور فرمایا۔ بعض کو زمین پر مقرر فرمایا، سمندر کی تہ سے موتی نکال کر لائے اور جو شریر اور فسادی تھے (حضرت سلیمان علیہ

السلام کے تصرفات کے منکر تھے) انہیں بیڑیاں ڈال کر قید کیا کہ لوگ ان کے شر وایذا سے امن میں رہیں۔

قرآن پاک تو یہ تصرفات واختیارات ثابت کرتا ہے۔لیکن کمزور دل والے یہ آیتیں نہیں دیکھتے۔یا دیکھتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے کس طرح کہتے ہیں کہ خدا نے کسی کو اختیارات وتصرفات نہیں دیئے۔"جس کا نام محمد وعلی ہے وہ کسی چیز کے مختار نہیں"(تقویۃ الایمان) ان کے اس قول سے کتنی آیتوں کا انکار لازم آتا ہے۔انبیاء کرام کے تصرفات اور ان کے حکومت واختیار کے ذکروبیان سے قرآن پاک معمور ہے۔لیکن یہ دشمنان خدا ان آیات سے صاف منکر ہیں۔اور قرآن پاک کے مقابلہ میں اپنے گمراہ وبدعتی عقیدہ کو مانتے ہیں۔اللہ عزوجل ان کو ھدایت دے کر قرآن وحدیث کے مطابق عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "حضور ■ کا تصرف اور آپکی قدرت اور سلطنت سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور سلطنت سے زیادہ تھی ملک وملکوت،جن اور انسان اور سارے جہان اللہ تعالیٰ کے تابع کرنے سے حضور ﷺ کے تصرف اور قدرت کے احاطہ میں تھے (اور ہیں)۔(اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۲۴۳)

ہمارے نبی ■ کی قدرت اور کائنات میں تصرف کی قوت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت اور قرب سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور تصرف اور عزت سے زیادہ تھی۔اور یہ قوت اور تصرفات حضور ■ کو مکمل اور۔۔۔۔بوجہ الاتم حاصل تھے۔(شرح سفر السعادت صفحہ ۲۴۴ المحقق)

12 ﴾ باذن الٰھی رزق دینے پر اختیار ﴿

تمام امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ رزق صرف اور صرف اللہ ہی دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ عزوجل حضرت نوح علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۔ اے نوح جب تو نے اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب میرے مجھے برکت والا اتار نا اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔(القرآن)

معلوم ہوا کہ اللہ ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔لیکن قرآن پاک کی دوسری آیت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا پیمانہ عطا فرماتا ہوں۔ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۔اور میں (یوسف) بہتر اتارنے والا ہوں۔(القرآن)

قرآن پاک میں اللہ کیلئے بھی یہ الفاظ آئے ہیں۔"اللہ بہتر اتارنے والا ہے" اور حضرت یوسف علیہ ▬ کیلئے بھی آیا ہے کہ" میں (یوسف) بہتر اتارنے والا ہوں۔بیمار دل والوں کا تو یہ کہنا ہے کہ جو چیز اللہ کیلئے ہو وہی چیز اگر غیر اللہ کیلئے مانے تو شرک ہو جاتا ہے۔تو یہاں خیر المنزلین "بہتر اتارنے والا قرآن پاک میں اللہ کیلئے بھی استعمال ہوا اور یوسف ▬ کے بارے میں تو بقول انکے یہ تو شرک ہے(معاذ اللہ) اور حضرت یوسف نے شرک کیا (معاذ اللہ)۔اور اللہ عزوجل نے ان کے اس قول کو قرآن میں بیان فرما کر شرک کی تعلیم واجازت دے دی۔(معاذ اللہ)

نہیں نہیں اے مسلمانو! جب تک آپ حقیقی وذاتی اور مجازی وعطائی کی تاویل نہ

کریں گے تب تک قرآن میں بھی شرک نظر آئے گا۔ (معاذ اللہ)۔ لہٰذا ان دو آیات میں یہ تاویل ہوگی کہ اللہ حقیقی و ذاتی طور پر خیر المنزلین ہے اور یوسف علیہ السلام کو چونکہ "خیر المنزلین" اللہ نے بنایا لہٰذا وہ عطائی و مجازی طور پر ہوئے۔

13 ...... بادلوں پر اختیار ......

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلائیں۔ (قرآن) اس آیت میں ان ملائکہ کی قسم یاد فرمائی گئی جو ابر پر موکل ہیں اور اسکو چلاتے ہیں۔ ابر کو لانے اور لے جانے پر تصرف و اختیار رکھتے ہیں۔ یہ بادل والے کس کس تصرف و اختیار کا انکار کریں گے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ■ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ تو ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ ■ مال ہلاک ہو گئے ہیں اور اہل و عیال بھوکے ہیں ہمارے واسطے بارش کی دعا فرمائیں۔ حضرت انس ■ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضور ■ کے ہاتھ اُٹھانے سے پہلے بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر ہمیں دکھائی نہ دیتا تھا لیکن آنحضرت ■ نے ابھی ہاتھ نیچے نہ کیے تھے کہ بادل اُمڈ اُمڈ کر آ گئے جیسے پہاڑ ہوتے ہیں اور برسنا شروع ہو گئے۔ پورا ہفتہ بارش رہی۔ دوسرے جمعہ کو وہی اعرابی دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول ■ بارش کی وجہ سے اموال ہلاک ہو گئے ہیں اور مال ہلاک ہو گئے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی بادلوں کو منتشر فرمادے۔ تو آپ ■ نے دعا فرمائی اے اللہ عزوجل! ہمارے اردگرد بارش برسا اور ہم پر نہ برسا۔

☆ ایک اور روایت میں مزید اس قدر آیا ہے کہ "آنحضرت ■ جس جانب اپنی

انگلی سے اشارے فرماتے جاتے وہاں سے بادل چھٹتا جاتا تھا۔حتی کہ مدینہ منورہ سے بادل صاف ہوگئے۔(مدارج النبوت جلد۲ص ۲۷۹)

☆اور امام قسطلانی وامام زرقانی فرماتے ہیں کہ"اور اس حدیث میں (کہ حضور ■ نے ابر کو اشارے سے ہٹادیا۔حضور ■ کی عظمت کی دلیل ہے۔وھو ان سخرت السحاب له كلما اشار اليها امتثلت امره بالاشارة دون الكلام' اور وہ (عظمت) یہ ہے کہ ابر حضور ■ کے مسخر کر دیا گیا۔آپ ■ جب اس کی طرف اشارہ فرماتے تو وہ فوراً حکم بجالاتا صرف اشارے سے بغیر کلام کے (زرقانی ج ۸ص ۸۶ونحوہ فتح الباری شرح صحیح بخاری)

14﴿اولیاء اللہ اور فرشتے حفاظت کرتے ہیں﴾

"وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً" اللہ تعالیٰ تم پر حفاظت کرنے والے بھیجتا ہے۔(پ ۷ انعام ۶۱)معلوم ہوا کہ اللہ نے فرشتوں کو یہ اختیار وتصرف دیا کہ وہ حفاظت کرتے ہیں اور ہماری مدد کرسکتے ہیں۔

خود تھانوی صاحب نے لکھا ہے"دوسرے جان کی حفاظت کرنے والے جن کو مضرتوں سے حفاظت کرنے کا حکم ہوا ہے اور جب تک حکم ہو۔(ترجمہ قرآن صفحہ ۱۷۴ زیر آیت)

﴿غیر مقلدین اہلحدیث وحید الزمان﴾

خود غیر مقلدین اہلحدیث حضرات کے بزرگ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ "مشکلات میں اعانت اور حاجتیں پوری کرنا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و اجازت اور حکم ورضا سے ہو انبیاء واولیاء کو لائق نہیں اور جو ان سے یہ عقیدہ رکھتا

ہے وہ مشرک ہے یہ کلام نا درست ہے۔ کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم وقضا اور ارادہ واختیار سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں نہ کہ اپنی قدرت واختیار سے اور لوگ بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان "اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وزیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (المائدہ ۲) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے "وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر" اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے (الانفال ۲) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے 'یمدد کم ربکم بخمسة الاف من الملائکة مسومین" یعنی تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے والے بھیجے (عمرآن ۱۲۵) ذوالقرنین نے کہا! فاعینونی بقوة یعنی تو قوت کے ساتھ میری مدد کرے۔

اورحدیث ابدال میں ہے "الابدال فی امتی ثلاثون رجالا بهم تقوم الارض و بهم تمطرون و بهم تنعسرون" یعنی اس امت میں تیس افراد ابدال ہیں جن کے ساتھ زمین قائم ہے ان کے ساتھ بارش ہوتی ہے اور ان کے ساتھ مدد دی جاتی ہے۔ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "اللهم ایده بروح القدوس " یعنی اس کی روح القدوس سے مدد فرما، اور حدیث میں آیا ہے" اذا انفلتت دابه احدکم فی الارض فلاة فلینادیا یا عباد الله اعینونی" یعنی جب تم میں سے کوئی شخص راہ چلتے بھول جائے تو ندا کرے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ (هدية المهدی۔ صفحه ۵۵،۵٦)

اسی لئے نبی پاک ■ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کو (کسی مشکل میں، اور کسی حاجت میں) مدد کی ضرورت ہو تو یوں کہے۔ "اعینونی یا عباد اللہ" یعنی

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ نبی پاک ■ کی یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب احادیث میں موجود ہے۔[۱] اخرجه الطبراني في الكبير ۲۱۷/۱۰ حديث نمبر ۱۰۵۱۸۔[۲]ابن السني في عمل اليوم حديث نمبر ۵۰۹ صفحه نمبر ۱۷۰۔[۳]ابو يعلي جلد نمبر ۹ صفحه نمبر ۱۷۷ حديث ۵۲۶۹۔[۴] البزاز في مسند كشف الاستار ۳۴/۴ حديث ۳۱۲۸۔[۵] البهقي في شعب الايمان جلد اول حديث ۱۶۷۔[۶] ابن ابي شيبه في المنصف جلد ۱۰ حديث ۹۷۷۰۔[۷] حصن حصين۔[۸] كتاب الازكار امام نووى صفحه ۱۰۰۔

☆ دیوبندیوں کے مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ "اس حدیث میں عباد اللہ سے فرشتے یا مسلمان جن مراد ہیں جو انسانوں کی نظروں سے مخفی مگر وہاں قریب ہی موجود ہوتے ہیں (صفحہ ۱۱۲ کفایت المفتی جلد دوم) مفتی صاحب کی "قریب" کی قید لگانا ذاتی ہے ورنہ حدیث میں کوئی ایسے الفاظ نہیں۔

☆ دیوبندیوں کے پیر و مرشد امداد اللہ مہاجر مکی نے اپنی کتاب "کلیات امدادیہ" کے صفحہ ۸۴ پر یہی حدیث لکھی ہے۔☆ غیر مقلدین اہلحدیث کے علامہ وحید الزمان نے اپنی کتاب "ھدیۃ المھدی" کے صفحہ ۵۶ میں یہی حدیث لکھی ہے ۔☆نیز غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے "نزل الابرار" میں بھی درج کیا۔

اس حدیث کے تحت محدثین کرام نے فرشتوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔لہٰذا اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے ہماری حفاظت و مدد کر سکتے ہیں۔مزید

ایک آیت میں آتا ہے کہ ''آدمی کیلئے اسکے آگے اور اسکے پیچھے باری والے ہیں جواللہ عزوجل کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں (القرآن)

15 ﴿جوزبان سے نکلا ہوگیا﴾

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ ہمارا قطعی اور یقینی عقیدہ ہے کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں وہ بے پرواہ، قادر مطلق ہے، جو بھی ہوتا ہے صرف اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔وہی مالک ومختار ہے لیکن اسی قادر وقیوم خدا نے اپنے کلام میں ہمیں بتا دیا کہ میں (خداوند کریم) نے اپنے بے انتہا کرم ونعمت کے خزانوں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اپنا خاص فضل فرمایا اور انہیں بھی بہت ساری طاقتیں عطا فرمادیں۔اس لئے وہ اشارہ کر کے پل بھر میں مشکل سے مشکل کام سرانجام دے دیتے ہیں۔لیجئے قرآن پڑھیے۔

قرآن پاک میں سورۃ یوسف میں ہے کہ جیل کے اندر دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے کہ ایک بادشاہ کو شراب پلا رہا ہے اور دوسرے کے سر پر ایک تھال ہے جس سے پرندے لے کر کھاتے ہیں۔آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایک جیل سے نجات پائے گا اور دوسرے کو پھانسی ہوگی۔جب انہوں نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہم نے ویسے ہی کہہ دیا تھا۔تو آپ نے فرمایا قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ..... جس چیز کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا تھا اس کا فیصلہ کر دیا گیا (پ ۱۲ یوسف ۱۲) یعنی تم نے جھوٹ بولا یا سچ بولا جو میری زبان سے نکل گیا اب وہی ہوگا۔

16 ﴿جوزبان سے نکلا وہ ہو گیا﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب توراۃ شریف لینے طور پر گئے تو سامری نامی ایک آدمی نے لوگوں کو بت پرستی پر لگا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے آ کر قوم کو سزا دی اور سامری سے کہا۔ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۔ پس (اے سامری) تو چلا جا دنیوی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے گا (اے لوگو) مجھے نہ چھونا۔ (پ ۱۶ طہٰ ۹۷) چنانچہ ایسا ہی ہوا ادھر موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ادھر سامری اسی سزا میں مبتلا ہو گیا کہ لوگوں کو کہتا پھرتا تھا کہ مجھے نہ چھونا اور جو چھو لیتا وہ اور سامری سخت تکلیف میں مبتلا ہو جاتے۔

17۔ دور دراز سے چیزیں لے آنا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت کئی سو میل دور یمن سے لا کر شام میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کون وہ تخت لائے گا؟ ایک جن نے کہا میں آپ کے یہاں (دربار) اٹھنے سے پہلے لے آؤں گا۔ جس پر ایک ولی اللہ (آصف بن برخیا) نے کہا انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک "میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے (ایک آن میں) وہ تخت لے آؤں گا۔ (پ ۱۹ نمل ۴۰) پس جب اپنے پاس پڑے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (سورۃ نمل)

یعنی پلک جھپکنے سے پہلے اللہ عزوجل کا ولی اس تخت کو سینکڑوں میل دور سے لے آیا یہ قوت و طاقت، تصرف و اختیار سب عطائے الٰہی سے ہے۔

علامہ سید آلوسی بغدادی فرماتے ہیں کہ "شیخ اکبر قدس نے فرمایا: آصف بن برخیا نے تخت بلقیس میں تصرف کیا، اسے اس کی جگہ معدوم کیا، اور اس طرح حضرت

سلیمان علیہ السلام کے پاس اسے موجود کیا کہ کسی کو اسکا احساس نہ ہو سکا، سوائے اس کے جو ہر آن میں حاصل ہونے والی جدید تخلیق کو جانتا تھا، اس کے وجود کا عینہ وہی زمانہ تھا، جو اسکے عدم کا زمانہ تھا اور ان میں سے ہر ایک، ایک آن میں تھا، آصف کا قول اور فعل زمانے کے اعتبار سے ایک ہی تھا، اس لئے کامل کا قول اللہ کے کن کے منزلہ میں ہے۔ (تفسیر روح المعانی ۱۸۵/۱۹)

دیکھا آپ نے کہ کتنے عظیم تصرفات و اختیارات اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو عطا فرمائے ہیں۔ یہ تو تھا ایک سلیمان علیہ السلام کے امتی کا واقعہ۔ امت محمدیہ ■ کی شان تو بہت عظیم ہے۔ ہم امت محمدیہ ■ تو تمام امتوں سے زیادہ افضل ہیں لہٰذا اس امت کے اختیارات و تصرفات تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت سے زیادہ ہیں۔ اس لئے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مردے زندہ کر دیئے، لوگوں کی حاجات پوری کر دیں، اور پھر ہمارے آقا جو سردار الانبیاء ہیں۔ ان کی شان کا کیا کہنا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک شعر میں آپکی تعریف، اختیارات و تصرفات کے بارے میں فرمایا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ وہ مالک کے حبیب ہے

یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

آپ ■ کے اختیارات و تصرفات ابھی احادیث میں پیش کیے جائیں گے۔ کہ آپ نے فرمادیا کہ تو جنتی ہے تو وہ جنتی ہو گیا، فرمایا کہ تو جہنمی ہے تو وہ جہنمی ہو گیا، فرمایا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا، سورج کو اشارہ کیا تو واپس پلٹ آیا، چاند کو اشارہ کیا تو دو ٹکڑے ہو گیا۔ الغرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات و تصرفات

شمار سے باہر ہیں۔کیونکہ آپ ﷺ کو اللہ نے خیر کثیر عطا فرمایا اور خیر کثیر شمار سے باہر ہوتا ہے۔

18 ﴿ہاتھ کے اشارے سے دیوار سیدھی﴾

قرآن پاک میں موجود ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کو ہاتھ لگا کر درست کر دیا ''پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آکر ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا۔دونوں نے ایک دیوار پائی جو گرا ہی چاہتی تھی ان ینقض فاقامہ''اس نے اسے ٹھیک اور درست کر دیا۔(الکھف ۷۷پ۱۶)

اور دیوبندیوں کے اشرف علی تھانوی نے یہ ترجمہ کیا''تو ان بزرگ نے اسکو (ہاتھ کے اشارے سے)سیدھا کر دیا۔(الکھف ۷۷پ ۱۶) تھانوی ترجمہ میں صاف اشارے کے الفاظ موجود ہیں۔اور یہی ترجمہ حق ہے کیونکہ صحیح بخاری کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خود سعودیہ والوں کے ترجمہ قرآن میں اسی آیت کے تحت لکھا ''حضرت خضر نے اس دیوار کو ہاتھ لگایا اور اللہ کے حکم سے وہ معجزانہ طور پر سیدھی ہو گی جیسا کہ بخاری کی روایت سے واضح ہے۔(الکھف)پس معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے نیک بندے اس کی عطا سے صرف اشاروں سے یا ہاتھ لگانے سے ہی مشکل کشائی فرما سکتے ہیں۔اور ان کو عطائی طور پر تصرفات واختیارات حاصل ہیں۔

18 ﴿........سورج واپس پلٹوانا........﴾

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی ''حتی توارت بالحجاب' 'یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا (غروب ہو گیا)

تو آپ نے ارشاد فرمایا رُدُّ وْھَا عَلَیَّ ۔ پلٹا لاو میری طرف (القرآن آیت، سورۃ)

سبحان اللہ عزوجل! دیکھا آپ نے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اختیار و تصرف تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس قدر حکومت ،تصرف و اختیار حاصل ہیں تو پھر امام الانبیاء حبیب خدا محمد رسول اللہ ﷺ کو کس قدر حاصل ہوں گے وہ بیان کرنے سے باہر ہیں۔ کیوں کہ وہ خیر کثیر ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا۔ حضور ﷺ کی انگلی کے اشارہ سے سورج واپش پلٹا اور حضرت علی ■■ نے نماز عصر ادا فرمائی (زرقانی ۔محدث امام زرقانیؒ ،شفاءو۔محدث امام قاضی عیاضؒ غیرھما)۔

19﴾......چاند کے دو ٹکڑے کر دئے......﴿

"اقتربت الساعة و الشق القمر وان یرؤ ایة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر" قیامت کی گھڑی قریب آگی اور چاند پھٹ گیا (مگران لوگوں کا حال یہ ہے کہ)یہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو چلتا ہوا جادو ہے (القمر آیت ۲،۱)

صحیحین میں ابن مسعود کی روایت ہے "رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۔ایک ٹکڑا پہاڑ کے ادھر او ردوسرا اس کے نیچے تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو گواہ رہنا" ۔حوالہ جات ملاحظہ کیجئے

(بخاری شریف،مسلم شریف، کتاب التوبہ ،ترمذی تفسیر سورة القمر، مسند احمد،مشکوۃ ،مستدرک حاکم، مرقاة جلد ۵،مظاھر حق ج ۴ ص ۵۴۶. عمدہ القاری ج۷،ارشاد الساری ۲/۲۰ ،فتح الباری پارہ ۱۵ باب انشاق

القمر۔ خصائص الکبری۔ فیض الباری،تفسیر ابن جریر،ابن کثیر،تفسیر کبیر، تفسیر معالم التنزیل،تفسیر خازن ، تفسیر مدارک ،تفسیر جلالین ،تفسیر صاوی،تفسیر روح المعانی،تفسیر بیان القرآن تھانوی وغیرھما)

﴿اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے﴾

غیر مقلدین کے مقتدر امام حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ''کان ذالک وقت اشارۃ الکریمہ'' یہ چاند اس وقت دو ٹکڑے ہو گیا جب حضور ■ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا (البدایہ ۳/۱۱۸)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ''انہ حسین اشار الیہ النبی ﷺ الشق عن اشارۃ فصار فرقتین'' بے شک جب حضور سرور عالم ■ نے اس (چاند) کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ آپ کے اشارہ سے پھٹ گیا (البدایہ والنہایہ ۳/۱۲۲)

'ایک مرتبہ رسول اللہ ■ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ابو جہل اور ایک یہودی سے ملاقات ہو گئی ابو جہل نے کہا اے محمد (■) کوئی ایسا معجزہ دکھایئے کہ ہم دونوں ایمان لے آئیں۔ رسول اللہ ■ نے فرمایا۔کون سا معجزہ چاہتے ہو؟ پس یہودی کے کہنے سے ابو جہل نے کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر دیجئے'' لان السحر لا یتحقق فی السماء '' اس لئے کہ جادو آسمان میں متحقق نہیں ہو سکتا پس رسول اللہ ■ نے اپنی انگشت مبارک اٹھا کر اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جبل حراء کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا پس یہودی ایمان لے آیا اور ابو جہل نے انکار کر دیا اور رب تعالیٰ نے فرمایا ''قریب آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند'' (شیخ زادہ شرح قصیدہ

بردہ۔ تفسیر مظہری وغیرھما)

امام خرپوتی شرح قصیدہ بردہ از مشکوٰۃ الانوار میں مکمل واقعہ لکھا کہ ''ابو جہل نے حبیب یمنی کو خط لکھ کر بلایا۔۔۔ حبیب یمنی نے آ کر عرض کی کہ میں آسمان کا معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور پھر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے قلب میں تمنا کیا ہے؟ تو آپ ■ نے چاند کو اشارہ کیا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ پھر فرمایا اے حبیب! دوسری بات بھی سن! تیری ایک لڑکی ہے ہمیشہ بیمار رہتی ہے ہاتھ پاؤں سے معزور ہے تو چاہتا ہے کہ اس کو شفا ہو جائے یہ سنتے ہی حبیب یمنی پکار اٹھا کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' جب گھر پہنچا تو بیٹی بھی بلکل تندرست تھی اور کلمہ پڑھ رہی تھی ۔اس نے پوچھا تو نے یہ کلمہ کہاں سے سنا؟ تو کہنے لگی میں نے خواب میں ایک چاند سی صورت والے کو دیکھا، جو فرماتے ہیں کہ بیٹی! تیرے باپ تو مکہ میں آ کر مسلمان ہوئے اور تو یہاں کلمہ پڑھ لے تو تجھ کو بھی ابھی شفا ہو جائے گی ۔میں نے کلمہ پڑھا تو میرے ہاتھ پاؤں سلامت تھے۔ (مختصراً) مزید تفصیل و اعتراض کے جوابات کیلئے ''فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''تحقیق شق القمر'' کا مطالعہ کیجئے۔

؎ سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی ■

حضور ■ کی عطا اللہ ■ کی عطا ھے

مالک الملک عزوجل ارشاد فرماتا ہے ''یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ '' ان (صحابہ) کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ (سورۃ فتح ۱۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ■ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن یہاں اللہ عزوجل نے فرما دیا ہے کہ ان صحابہ کے ہا

تھوں پر میرا (اللہ) کا ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ خود نبی پاک ■ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرما رہا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں یہ طاقت ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مار کر ان کی آنکھ باہر نکال دی (صحیح بخاری و صحاح ستہ) حالانکہ فرشتوں میں اس قدر طاقت وقوت ہوتی ہے کہ پہاڑ پر اپنا ایک پر ماریں تو وہ ریزہ ریزہ ہوں جائیں تو جب کلیم اللہ میں اس قدر طاقت ہے تو وہ ہاتھ مبارک جس کو خدا اپنا ہاتھ کہہ رہا ہے کیا وہ ہاتھ کمزور ہوتے ہیں؟ کیا وہ ہاتھ بے اختیار ہوتے ہیں؟ یہ بات وہی کر سکتا ہے جو قرآن وحدیث سے دور اور گمراہ ہوگا ایک مومن کا تو یہ عقیدہ ہے کہ رب عزوجل کسی کمزور و بے اختیار کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ نہیں کہتا اور جس کو اپنا ہاتھ کہہ دیتا ہے پھر اس کو کمزور و بے اختیار رہنے نہیں دیتا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے آپ ■ کو بے شمار اختیارات عطا فرمائے۔ اگر ہاتھ کمزور ہے تو پھر یہ اعتراض اللہ عزوجل پر بھی آئے گا کہ اللہ کمزور و بے اختیار ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہہ رہا ہے اس سے تو اللہ کا کمزور ہونا بھی لازم آئے گا معاذ اللہ۔ لہذا اسی ہاتھ کی انگلی کے اشارہ سے سورج واپس لوٹا، اسی ہاتھ کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوا، اسی ہاتھ کے اشارہ سے درختوں نے آپکی اطاعت کی۔ اور یہی وہ ہاتھ ہے جسکے بارے میں احادیث ہیں کہ ”میں تقسیم کرنے والا ہوں“ (بخاری) ”میں سب سے زیادہ سخی (دینے والا) ہوں“۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ جس ہاتھ کو اللہ نے اپنا ہاتھ کہا ہے اس کو پھر طاقتیں، قوتیں ، اختیارات وتصرفات جیسی نعمتوں سے بھی نوازا ہے۔ قرآن پاک میں رب العالمین عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ ”وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

''اے پیغمبر جب آپ نے ان کنکریوں کو پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا بلکہ ان کنکریوں کو تو اللہ نے پھینکا۔ (انفال ۱۷) ایک روایت میں ہے کہ حضور ■ نے یہ کنکریاں جنگ بدر کے موقع پر کفار پر پھینکی تھیں (مفہوم)

قرآن پاک کی ایک اور آیت مبارکہ ہے۔ '' جن لوگوں نے اے محبوب آپ سے بیعت کی انہوں نے اللہ سے بیعت کی۔ (سورۃ فتح ۱۰)

تمام مسلمان جانتے ہیں کہ جنگ بدر میں کنکریاں نبی پاک ■ نے پھینکی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بیعت حضور ■ کے ہاتھ پر کی لیکن اللہ نے فرمادیا ہے کہ جنہوں نے آپ ■ کے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، وہ کنکریاں (جو آپ ■ نے پھینکی تھیں وہ آپ نے نہیں) اللہ نے پھینکیں، اسی طرح دیگر مقامات پر فرمایا رسول اللہ کی اطاعت میری اطاعت ہے، رسول اللہ کا حکم ماننا (اللہ) میرا حکم ماننا ہے، رسول اللہ کا دینا اللہ کا دینا ہے وما انکم الرسول بلکہ حضور ■ کے کاموں کو کرنا اللہ کے کاموں کو کرنا ہے۔

مشکوۃ شریف میں ہے کہ جب تمام صحابہ بیعت کر چکے تو آپ ■ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا '' ان عثمان فی حاجۃ اللہ ورسولہ'' بیشک عثمان اس وقت اللہ اور رسول کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ میں رکھ کر ارشاد فرمایا 'ھذا العثمان'' یہ حضرت عثمان کی بیعت ہے۔ (مشکوۃ شریف ۵۶۱)

اور صحیح بخاری شریف کے اندر تو ایک ایسی حدیث موجود ہے کہ جس سے بیمار دلوں کے کلیجے کٹ کٹ کر گر جائیں گے۔ نبی پاک صاحب لولاک ■ نے ارشاد

فرمایا ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق (اللہ) کو دیکھا۔(صحیح بخاری) تو جب نبی پاک ■ کو دیکھنا اللہ عزوجل کو دیکھنا ہے تو نبی پاک ■ کا دینا اللہ عزوجل کا دینا کیوں نہیں مانتے۔

نبی کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا، نبی پاک ■ کا حکم ماننا اللہ کا حکم ماننا، نبی پاک ■ کے کام کرنا اللہ کے کام کرنا، نبی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے نبی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ، نبی کا پھینکنا اللہ کا پھینکنا ہے۔ وغیرھما تو اب ہم بیمار دل والوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن وحدیث شرک کی تعلیم دے رہے ہیں؟ ایک مسلمان کا تو یہ جواب ہوگا کہ نہیں نہیں یہاں تو شرک ہرگز نہیں کیونکہ یہ تمام خوبیاں اللہ عزوجل خود اپنے محبوب ■ کو عطا فرما رہا ہے۔ لہٰذا یہ تمام عطائی ہوئیں، مجازی ہوئیں اور (باذن اللہ) اللہ کی عطا سے ہیں لہٰذا یہ عین ایمان ہے۔ لہٰذا نبی پاک ■ کا دینا، ان کے اختیارات وتصرفات باذن اللہ ہیں۔ اور جو باذن اللہ ہو اور پھر اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے بھی مل جائے تو پھر وہ کبھی شرک نہیں ہوسکتا۔

20 فضائل کثیرہ کے مالک نبی ■

رب العالمین ارشاد فرماتا ہے ''انا اعطینک الکوثر'' بیشک ہم نے آپکو خیر کثیر عطا فرمائی (پ ۳۰ کوثر آیت ۱) یہاں کوثر سے مراد ''خیر کثیر'' ہے یعنی یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب ■ ہم نے آپکو فضائل کثیرہ عنایت کرکے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی نبوت بھی ، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، کثرت امت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی، اور بے شمار نعمتیں

اور فضیلتیں جن کی نہایت (یعنی جن کا شمار) نہیں۔(تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۱۵ے)

دیکھا آپ نے کہ کوثر کے معنی میں کتنی وسعت ہے کہ دارین کی ہر نعمت اس میں داخل ہے، ہر خزانہ اور ہر خزانہ کی چابی اس میں داخل ہے۔ پھر بھی اس کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ اہل علم لفظ کوثر کے مفہوم اور ماصدق علیہ کا احاطہ وشمار نہیں کرسکتے۔قارئین کرام! یہ بھی توجہ طلب بات ہے کہ اللہ کے ہاں قلیل وکثیر کیا ہے۔ مختصراً اسکی وضاحت عرض خدمت ہے۔

"اللہ کی قلیل عنایتیں"

اللہ عزوجل کی اس دنیا میں بے شمار چیزیں و نعمتیں ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کاڑیں ،گاڑیاں ،ٹریز ، ہوائی جہاز، درخت ، جنگلات ، پہاڑ، س، سمندر، دریا، برفانی پہاڑ، زمین کے اوپر خزانے ، زمین کے نیچے خزانے، سونا، چاندی، زیورات، بینک بیلنس، جائیدادات، ہمارے مکانات اور جو کچھ بھی ہے۔ان کا شمار نہیں دنیا بہت وسیع اور بڑی ہے۔قارئین کرام یہ سب کی سب چیزیں کیا شمار کی جاسکتی ہیں؟ ایک انسان کی زندگی تو ختم ہوسکتی ہے لیکن ان نعمتوں کو شمار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہمارے نزدیک یہ بہت بہت بلکہ بہت ہی زیادہ ہیں۔

لیکن ان تمام چیزوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا "قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ " اے محبوب! تم فرمادو کہ دنیا کا (یہ سارا) سامان تھوڑا ہے۔(پ ۵ النساء ۷۷)

اللہ کے نزدیک یہ تمام چیزیں حکومتیں، ملک، خزانہ وغیرھا قلیل ہیں۔جب اللہ

عزوجل کی قلیل نعمتوں کا یہ حال ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا تو اب خود سوچئے جس کو اللہ کثرت عطا کرے اس کا شمار کہاں ممکن ہے۔

«"اللہ کی کثیر عنائتیں"»

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ■ کو جب نعمتیں دینی چاہئیں تو ان کیلئے لفظ "کوثر" کا لفظ استعمال فرمایا۔ کوثر کا معنی خیر کثیر (بہت زیادہ بھلائیاں کے) ہیں۔

اخرج ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وصححہ وابن ماجہ وابن جریر وابن مردویہ عن عطاء ابن السائب قال قال لی محارب بن دثاء ماقال سعید بن جبیر فی الکوثر قلت حدثنا عن ابن عباس انہ الخیر الکثیر فقال صدقت واللہ انہ للخیر الکثیر "۔ یعنی اس سے مراد خیر کثیر ہے جس کا شمار واحاطہ ممکن نہیں۔

(تفسیر درمنثور جلد٦ صفحہ ٤٠٢ ،تفسیر ابن عباس صفحہ ٣٩٧ تفسیر ابوسعود علی ھامش الکبیر جلد ٨صفحہ ٤٠٧،تفسیر ابن کثیر جلد٤،تفسیر مدارک وخازن جلد٤ صفحہ ٤١٣،تفسیر روح البیان جلد٦ صفحہ ٧٧٦ ،تفسیر جلالین صفحہ ٥٠٧ ،تفسیر مظھری جلد ١٠ صفحہ ٣٥٢ ،تفسیر حقانی جلد ٨ زرقانی جلد ٦ صفحہ ١٥٨)

(٢) واخرج ابن جریر وابن عساکر عن مجاھد رضی اللہ عنہ قال الکوثر خیر الدنیا والآخرۃ ۔ کوثر سے مراد دونیا وآخرت کی تمام بھلائیاں ہیں۔(درمنثور جلد ٦ صفحہ ٤٠٣)

(٣) صحیح بخاری شریف کے اندر حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انہ قال فی الکوثر ھو الخیر الذی اعطاہ اللّٰہ ایاہ قال ابو بشیر قلت بسعید بن جبیر فان الناس یذعمون انہ نھر فی الجنۃ فقال سعید النھر الذی فی الجنۃ من الخیر الذی اعطاہ اللّٰہ ایاہ " (یعنی) بیشک کوثر سے مراد خیر کثیر ہے جو اللہ نے صرف حضور ■ کو مرحمت فرمائی۔ ابو البشر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے دریافت کیا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے؟ سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جو نہر (وحوض کوثر) جنت میں ہے وہ بھی تو اسی خیر (کثیر) کا ایک حصہ ہے جو اللہ نے آپکو خصوصی طور پر مرحمت فرمائی۔ (صحیح بخاری شریف جلد ۲ حدیث نمبر ۲۰۷۲ .تفسیر درمنشور جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ ،تفسیر ابن کثیر جلد۴ صفحہ ۵۵۷ ونحوہ فی ابی سعود جلد۸ صفحہ ۲۰۷).

(۴) علماء دیوبند کے مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی فاضل دیوبند نے اسی آیت کے تحت لکھا

"انا اعطینک الکوثر (اے پیغمبر) ہم نے تمہیں بہت کچھ دیا۔ (کوثر) سے مراد خیر کثیر یعنی ہر قسم کی بھلائی اور بہتری اور نعمت اور برتری ہے۔۔۔اور پھر یہ لفظ کوثر جسکے معنی خیر کثیر کے ہیں بڑا وسیع المعنیٰ ہے۔ ہر ایک قسم کی خیر کثیر کو شامل ہے۔ (تفسیر حقانی جلد ۸ صفحہ ۲۵۸)

(۵) اشرف علی تھانوی دیوبندی اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں کہ "بے شک ہم نے آپکو کوثر (ایک حوض کا نام ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطا فرمائی ہے۔ (پ۳۰ سورۃ الکوثر)

(۶) دیوبندی علامہ عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ کوثر کا معنی خیر کثیر کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری۔ یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے؟ ''البحر المحیط'' میں اسکے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی کہ اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ ■ کو یا آپ ■ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ حوض کوثر بھی ہے۔ (تفسیر عثمانی اردو محمود صاحب کے ترجمہ پر صفحہ ۷۸۸)

یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ■ کو یہ خیر کثیر (یعنی کثیر بھلائیاں و نعمتیں) عطا فرمادی۔ اللہ کا قلیل کیا ہے۔ پچھلے صفحات میں آپ نے پڑھا کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا قلیل سامان ہے۔ اور اب کثیر بھی ملاحظہ فرمالیا کہ اللہ کے خیر کثیر کا شمار نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا میں جو کچھ ہے یعنی حکومتیں، دولتیں، خزانے، ملکوں کی فتوحات یا ساری خلقت پر بزرگی یا عالم کثرت یعنی اللہ کے ماسوا ساری مخلوقات کچھ بھی مراد ہو مگر معلوم ہوا کہ رب نے دیا اور بہت کچھ دیا۔ محبوب ■ نے لے لیا اور جب اللہ نے عطا کیا اور محبوب ■ نے لے لیا تو اللہ کی عطا سے نبی پاک ■ بھی عطائی مالک و مختار ہوئے۔ نیز ''اعطینا'' ماضی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عطا ہو چکی اور قبضہ دیا جا چکا ہے۔ (مزید آگے چلنے سے پہلے چند آیات ملاحظہ فرمالیجئے تاکہ کسی قسم کی شک کی گنجائش نہ رہے۔)

اللہ کے ملکوں کا مالک

اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ قل اللّٰھم مالک الملک

تـوتـی الـملک من تشاء " اے محبوب !تم فرمادو اے اللہ ملک کے مالک عزوجل !(تو) جسے چاہے اپنے ملک عطا فرماتا ہے''۔(پ۳ آل عمران ۲۶)اوراحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے ملکوں، خزانوں، چابیوں کا مالک اپنے محبوب وحبیب ■ کو بنایا ہے ملاحظہ کیجئے۔

﴿خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں﴾

(۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ■ باہر تشریف لے گئے اور غزوہ احد کے شہیدوں پر ایسی نماز پڑھی جسطرح میت پر پڑھی جاتی ہے پھر واپس آکر آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے (اور) فرمایا بیشک میں تمہارا سہارا اور گواہ ہوں بیشک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں۔ " وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض " اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور بیشک مجھے یہ خطرہ نہیں کہ میرے بعد تم مشرک ہوجاؤ گے بلکہ ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کے جال میں پھنس جاؤ گے۔

هذا الفظ البخاری والمسلم .(صحیح بخاری جلد۲ صفحه ۸۰۵ کتاب المغازی ،صحیح مسلم جلد۲ صفحه ۲۵۰ باب کتا ب الفضائل ،مشکوٰة شریف جلد ۲ ۵۴۷ ،زجاجة المصابیح جلد۵ صفحه ۱۸۹)

(۲) حضور ■ نے فرمایا" بینا انا نا ئم اتیت بمفا تیح خزائن الارض فوفعت فی ید'' (یعنی) میں سو رہا تھا کہ تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

(صحیح بخاری باب تصرفات بالرعب مسیرة شهر ج ۱ ص

۴۱۸، صحیح مسلم کتاب المساجدومواضع الصلوٰۃ ۱ ص ۱۹۹، المسند الاحمد بن جنبل ج ۲ ص ۴۵۵، السنن الکبری للبیھقی ج۸ ص ۱۷۵ ، التفسیر للبغوی ج ۲ ص ۱۶۰ ، التفسیر للقرطبی ج ۱ ص ۴۹، دلائل النبوۃ البیھقی ج ۵ ص ۳۳۵، شرح السنۃ للبغوی ج ۱۲ ص ۲۵۲ ،نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۴۷۱ ،وھکذا فی شرح الشفا للقاوی)

''دنیا کے خزانوں کی کنجیاں''

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ مالک دنیا نے فرمایا ''اتیت بمقالید الدنیا علی فوس ابلق جاء نبی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس '' دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش با نقش ونگار پڑا تھا۔(رواہ احمد فی مسندہٖ، وابن فی صحیحہ ،والفیاء صحیح، وابو نعیم فی دلائل النبوۃ بسند صحیح، جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۹، خصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ ، موارد الظلمآن ابی زوائد ابن حبان صفحہ ۵۲۵، جواھر البحار جلد ۱ صفحہ ۳۹۱،الفتح القدیر جلد ۱ ،صفحہ ۴۰، کنزالعمال جلد۶، صفحہ ۱۰۱ ، فیض القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۴۷،اسراج المنیر جلد ۱ صفحہ ۴۶ ،مجموع الاربعین اربعین صفحہ ۹۰ ،کشف انغمہ استناداً جلد ۲ صفحہ ۴۴، نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۴۷۱)

قارئین کرام! ساتوں آسمانوں ساتوں زمینیں دنیا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی پاک ■ کو ہر چیز کی کنجیاں عطا فرمادی گئیں اور آپ ■ کو تمام خزانے عطا فرمادیئے گئے۔

''ہر چیز کی کنجیاں''

ہر چیز کی کنجیوں کے مالک ومختار نبی ■ نے فرمایا'' اوتیت مفاتیح کل شئی '' مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

(رواہ احمد فی مسندہٖ جلد۲ ص ۸۵، والطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابن عمر،جامع صغیر جلد۱ صفحہ ۱۱۰ قال السیوطی ....بسند صحیح ، خصائص الکبریٰ جلد۲ صفحہ ۱۹۵ ، الفتح الکبیر جلد ۱ ص ۲۶۱، کنزالعمال جلد۶ ص ۱۰۶ ، تفسیر درمنشور جلد۵ ص ۱۲۹ ، الاربعین ص ۱۳۷ ،تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۵۴، تفسیر روح المعانی جلد۱ ۲ص ۹۹ ، قال العزیزی قال الشیخ حدیث صحیح ،اسراج المنیر جلد۲ صفحہ ۷۹،فیض القدیر جلد۳ صفحہ۲۹ ، فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ ، جواھر البحار جلد۱ صفحہ ۲۹۱)

اس حدیث سے تو بیمار ذہن والوں کی شہ رگ ہی کٹ گئی کہ نبی پاک ■ نے خود فرمایا کہ مجھے (کل شئی) ہر چیز کی کنجیاں عطا کی گئیں۔اے بیمار ذہن والو ایک اور حدیث بھی سن لوتا کہ شہ رگ تو تمہاری کٹ ہی گئی ہے اب تمہاری جان بھی جلدی اسی کو سن کر غم کے عذاب کی وجہ سے نکل جائے۔

﴾ "نصرت ونفع ونبوت کی کنجیاں" ﴿

(۵) حضور سید عالم ﷺ کی والدہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد یہ اعلان ہوا کہ " واذا قائل یقول قبض محمد علیه الصلوٰة والسلام علیٰ مفاتیح النصرة ومفاتیح الریح ومفاتیح النبوة ...... بخ قبض محمد علی الدنیا کلہٖ لم یبق خلق من اهلما الا دخل فی قبضتة (ھٰذا مختصر تفسیر لفظ) اور ایک کہنے والا کہہ رہا تھا کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں سب پر محمد مصطفیٰ ﷺ نے قبضہ فرمایا (یعنی اللہ عزوجل کی عطا سے آپ کو حاصل ہوئیں اور آپ نے قبول کرلیں)۔ واہ واہ ساری دنیا محمد مصطفیٰ ﷺ کی مٹھی میں آئی، زمین وآسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی۔ (رواه ابونعیم عن ابن عباس عن آمنه دلائل النبوة صفحه ۵۳۸، الی قرله" النبوة" جواهر البحار جلد ۱ صفحه ۸۳، رواه الخطیب البغدادی، جواهر البحار جلد ۲ صفحه ۷۷ عن الامام ابن حجر وجلد ۳ صفحه ۳۳۴ عنه، خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحه ۴۷، مواهب لدنیه جلد ۱، رزقانی علی المواهب جلد ۱ ص ۱۱۱)

اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی نے بھی لکھا " ولقد اوتی خزائن الارض ومفاتیح البلاد " (یعنی) اور آپ ﷺ کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالم کشف میں) عطا کی گئی تھیں۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۴۴)

"جنت وجہنم کی کنجیاں"

بعض حدیثوں میں ہے کہ قیامت کے دن داروغہ جنت کہے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ الْجَنَّۃِ اِلٰی مُحَمَّدٍ "(یعنی) بیشک اللہ عزوجل نے مجھے (داروغہ جنت کو) حکم دیا ہے کہ جنت کی چابیاں حضرت محمد ﷺ کے سپرد کروں۔ اور داروغہ جہنم کہے گا' اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ جَھَنَّمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ " (یعنی) بیشک اللہ عزوجل نے مجھے (داروغہ جہنم کو) حکم دیا ہے کہ جہنم کی چابیاں محمد ﷺ کے حوالے کردوں۔ (الدرا المنثور للسیوطی ج ۳ ص ۲۵۶ ، تاریخ دمشق لا ابن عساکر ج ۴ ص ۲۳۱ ، اتحاف السادۃ للزبیدی جلد۹ صفحہ ۱۷۶)

"عزت وکرامت اور چابیاں"

امام ترمذی اور دارمی حضرت انس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن عزت وکرامت اور چابیاں ہمارے ہاتھ ہوں اور اس دن لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہمارے ہاتھ میں ہوگا"۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۱۴)

حضرت انس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی "عزت دنیا اور کنجیاں اس دن (قیامت میں) میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ (رواہ الدارمی فی سنتہ صفحہ۱۲)(جواھر البحار جلد۲ صفحہ ۳۴۴ عبد عبد روس ، مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین،فصل ۲ صفحہ ۵۱۲ رواہ الدارمی والترمذی والبیھقی عن انس ،مواھب لمنیہ جلد..ص ....)

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

علماء دیوبند واہلحدیث کے امام اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں ''جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے۔(تقویۃ الایمان)

اے بیمار دل ملاجی! ذرا انصاف کی کنجی سے دیدہ عقل کے کواڑ کھول کر مندرجہ بالا کنجیاں دیکھئے جو مالک الملک شہنشاہ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائب اکبر خلیفہ اعظم ■ کو عطا فرمائی ہیں خزانوں کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، جہنم کی کنجیاں اور پھر دہلوی صاحب کا بلائے جان اقرار یاد کیجئے کہ جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار ہوتا ہے۔لہذا حضور ■ کا اللہ عزوجل کی عطا سے خزانوں کا مالک ہونا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیارات وتصرفات ثابت ہوئے۔لہذا جس پاک ذات کا نام محمد ■ ہے وہ باذن الٰہی مالک و مختار ہیں۔الحمد للہ عزوجل۔سنیوں کے امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ نے انہی آیات واحادیث کو اپنے نعتیہ کلام میں اس طرح ارشاد فرمایا

ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے مالک کل کہلاتے یہ ہیں
انا اعطینک الکوثر ساری کثرت پاتے یہ ہیں

21 اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے'' وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

وَرَسُوْلُہ‘ اور اگر وہ لوگ راضی رہتے اس پر جو انہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسول نے عطا فرمایا ہے اور کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ عزوجل کافی ہے اور عنقریب اللہ عزوجل ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے گا اور اسکا رسول بھی عطا کرے گا۔(پ۱۰ توبہ ۵۹)

(22)﴿اللہ عزوجل و رسول ﷺ کا نعمت عطا کرنا﴾

ایک اور مقام پر مالک کائنات عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ ” اے محبوب! یاد کیجئے جب آپ کہہ رہے تھے جسے اللہ نے نعمت دی اور آپ نے نعمت دی۔(پ۲۲ احزاب ۳۷)

(23)﴿اللہ عزوجل و رسول ﷺ نے غنی کر دیا﴾

اسی طرح سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے” وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہ‘ مِنْ فَضْلِہٖ“ اور لوگوں کو کیا برا لگا کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کردیا۔(پ۱۰ توبہ ۷۴)

(۱) صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”جب ابن جمیل نے زکوۃ دینے میں کمی کی تو سید عالم ■ نے فرمایا ”مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اَنَّہ‘ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہ“ ابن جمیل کو کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ محتاج تھا اللہ و رسول نے اسے غنی کردیا۔(صحیح بخاری شریف جلد۲ باب

)معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل بھی غنی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی غنی کرتے ہیں لیکن اللہ عزوجل حقیقی و ذاتی طور پر اور نبی پاک ﷺ مجازی و عطائی طور پر غنی کرتے ہیں۔

حضور پر نور ﷺ نے سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا'

اَحَبُّ اَھْلِیْ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْهِ " مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے پیارا وہ جسے اللہ عزوجل نے نعمت دی اور میں (رسول اللہ ﷺ) نے نعمت دی۔ (صحیح ترمذی شریف)

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری" مرقاۃ "میں فرماتے ہیں کہ یعنی سب صحابہ کرام ایسے ہی تھے جنہیں اللہ نے نعمت بخشی اور اللہ کے رسول ﷺ نے نعمت بخشی مگر یہاں مراد وہ ہے جسکی تصریح قرآن عظیم میں ارشاد ہوتی ہے کہ "جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی"۔ (القرآن)

اور وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس میں کسی کا خلاف نہ اصلا شک ہے اور آیت اگرچہ زید رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری مگر سید عالم ﷺ نے اسکا مصداق اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پسر رہے۔ (مرقاۃ)

ہاں یہی وہ مقام ہے جہاں بیمار دل غیظ میں کٹے جا رہے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں ان کے دلوں کو تقویت مل رہی ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو خیر کثیر عطا فرمایا اور پھر ان آیات سے مزید واضح ہو گیا کہ وہ نعمتیں فضل و کرم کی بارش اللہ و رسول نے اپنے بندوں کو عطا فرما دیں۔ انہیں دولت مند کر دیا اللہ و رسول نے، انہیں پر فضل کر دیا اللہ و رسول نے، انہیں نعمتیں دیں اللہ و رسول نے ﷺ۔ اب ہم بیمار دل والوں سے پوچھتے ہیں کہ دولت کون دیتا ہے؟ نعمتیں کون دیتا ہے؟ غنی کون کرتا ہے؟ تو یقیناً یہی جواب دیں گے صرف

اللہ باقی اسکی عطا سے بھی کوئی کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ (معاذ اللہ) لیکن قرآن تو کہتا ہے کہ حقیقی طور پر دولت دینے والا، غنی کرنے والا، فضل کرنے والا صرف اللہ ہے لیکن اللہ کی عطا سے رسول اللہ ■ بھی دولت مند کرتے ہیں، فضل کرتے ہیں، غنی کرتے ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اللہ کے علاوہ کوئی کچھ عطائی طور پر بھی نہیں کرسکتا قرآن وحدیث کی تعلیمات کو شرک کہتا ہے (معاذ اللہ)۔ اس لئے ہم دونوں آیات کو مانتے ہیں اور ذاتی وحقیقی اور مجازی وعطائی کا فرق کر کے عقیدہ رکھتے ہیں اور عطائی عقیدہ کی خود قرآن نے بار بار تعلیم دی۔ مثلاً انا اعطینٰک الکوثر۔ ولسوف یعطیک ربک فترضٰی لہذا ان آیات سے عقیدہ اہلسنت وجماعت ثابت ہوگیا۔

؎ میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

﴿نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کے قاسم ہیں﴾

قاسم نعم اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ■ نے فرمایا "انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی۔ میں ہی قاسم (تقسیم کرنے والا) اور خازن (جمع کرنے والا) ہوں اور اللہ (مجھے ہی ہر نعمت) عطا فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۳۹) دوسری جگہ فرمایا "انما انا قاسم واللہ یعطی "میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ عطا کرنے والا ہے۔ (صحیح بخاری جلد احدیث نمبر ۷۱)

عن معاویہ مرفوعاً انما انا خازن ..... انما انا قاسم ویعطی اللہ "میں جمع کرنے والا ہوں۔۔۔۔۔۔ میں تقسیم کرنیوالا ہوں اللہ مجھے عطا

فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۳۳۳)

ان النبی ﷺ کان یقول والذی نفسی بیدہٖ ما اعطیکم شیئا ولا منعکولا انما انا خازن"۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۶ ص ۱۰ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۳)

ایک حدیث میں ہے "انما جعلت قاسما اقسم بینکم" (عن جابر متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۷)

بعثت قاسما اقسم بینکم رق اے للشیخین عن جابر (صح) ۔ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۳۴) آپ ﷺ کا فرمان ہے "انما انا قاسم اضع حیث امرت ۔ (عن ابی ھریرۃ) ترجمہ:..................................

(صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۹، ونحو روایۃ جابر فی المستدرک جلد ۴ صفحہ ۲۷۷ ونحو روایۃ ابی ھریرۃ فی المستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۰۴) .

طحاوی شریف میں ہے "اللّٰہ یعطی وانا اقسم " اللہ تعالیٰ ہی (ہر شے) عطا فرماتا ہے اور میں ہی (ہر شے) تقسیم کرتا ہوں ۔ (طحاوی شریف جلد ۴ صفحہ ۵۳۶ عن ابی ھریرۃ)

☆ طحاوی شریف جلد ۴ صفحہ ۵۳۶ میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ■ نے فرمایا" انما انا قاسم اقسم بینکم"

☆ آپ ■ کا ارشاد ہے" عن معاویۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انما انا قاسم واللّٰہ یعطی. متفق علیہ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۶ مشکوٰۃ شریف جلد ا صفحہ ۳۲)

غیر مقلد بن اہلحدیث اور علماء دیوبند کے ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے یہ حدیث مذکور ہوئی۔ والترمذی۔۔۔۔۔۔اللّٰہ یرزق وانا اقسم۔ اللہ ہی رزق دیتا ہے اور میں ہی (اسے) تقسیم فرماتا ہوں۔(مولد رسول اللہ لا ابن کثیر صفحہ ۲۰)

مسلمانو! دیکھا آپ نے ان احادیث میں کتنا عموم ہے۔ ہر شے حضور ■ کے ہاتھوں سے تقسیم ہورہی ہے۔ حضور ■ قاسم مطلق ہیں۔ اور پھر پہلے یہ احادیث شریفہ گزر چکیں ہیں کہ اللہ عزوجل نے آپ ■ کو تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں اور پھر قرآن کی آیت بھی شاہد ہے کہ اللہ عزوجل نے آپکو خیر کثیر (یعنی بیشمار نعمتیں دیں) عطا فرمائی۔

﴿اس حدیث پر جھلانہ اعتراض﴾

اعتراض: ''انا قاسم'' والی حدیث ''باب العلم'' میں لکھی گئی اس لئے آپ ■ صرف علم تقسیم کرتے ہیں لہذا قاسمیت میں عموم نہیں بلکہ صرف علم و غنیمت مراد ہے۔

جواب: قاسمیت میں عموم ہے کیونکہ یہ مسلمہ اصول سے ہے کہ ایسی (مقام خطابی میں) مفعول، متعلق کا ذکر نہ ہونا محذوف ہونا مفید عموم ہے دیکھو تلخیص المفتاح صفحہ ۲۳، ۲۴، مختصر المعانی صفحہ ۱۶۸، مطول صفحہ ۱۶۵، ۱۷۶، جواہر البحار ۲/۱۵۰ عن المناوی۔

یہاں اس حدیث پاک میں بھی یعطی، المعطی اور قاسم، قسم کا مفعول مذکور نہیں جو مفید عموم ہے تو اس قانون کی رو سے اس حدیث کا صحیح ترجمہ یہی ہوا کہ ''اللہ

یعطی ’’اللہ تعالیٰ ہی (ہر شے) عطا فرماتا ہے ’’وانا قسم‘‘ اور میں ہی (ہر شے) تقسیم کرتا ہوں۔ شراح محدثین نے بھی اس حدیث کی شرح میں عطا اور تقسیم میں عموم بیان فرمایا۔

صرف ایک حوالہ پیش خدمت ہے امام اوحد امجد مہدی فاسی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں (جن سے علامہ شامی رد میں جگہ جگہ استناد کرتے ہیں) فرمایا ’’یعنی حضور ■ نے فرمایا میں ہی تقسیم فرمانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے ۔۔۔۔وھو خلیفۃ اللہ فی العالم وواسطۃ حضرتہ و المتولی لقسمۃ مواھبہ و اعطیتہ۔الخ ‘‘جہاں میں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و نائب ہیں اور حضرتِ الوہیت کا واسطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور عطاؤں کی تقسیم کے متولی ہیں تو جس کسی کو اس وجود میں کوئی رحمت ملی ہے یا جس کسی کو دنیا اور آخرت، ظاہر، باطن، علوم، معارف، طاعات سے جو رزق ملا تو وہ بجز ایں نیست اس کو حضور ﷺ کے ہاتھوں اور آپ کے واسطہ سے ملا اور حضور ﷺ ہی ہیں جو مستحقین جنت میں جنت تقسیم فرماتے ہیں اور آئمہ کرام نے آپ ﷺ کے خصائص سے گنا ہے کہ حضور ﷺ کو (اللہ تعالیٰ کے) خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں بعض علماء نے (صراحتہ) فرمایا ان خزانوں سے اجناس عالم کے خزانے مراد ہیں تو حضور ﷺ ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق عطا فرماتے ہیں تو جو کچھ (یعنی ہر نعمت) اس جہاں میں ظاہر ہو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عطیہ ہے جن کے پاس (اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی) چابیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے کوئی چیز کسی کو نہیں ملتی مگر حضور ﷺ ہی کے ہاتھوں سے ملتی ہے۔ (جواھر البحار جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

☆اسی طرح ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۴ ص ۵۹۸، شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۴ اور دیگر محدثین کرام قاسمیت کے عموم پر نص فرمائی ہے۔

☆جن حضرات نے حضور ■ کی قاسمیت کے عموم پر نص فرمائی ہے کیا ان کو چودھویں صدی کے دل کے بیمار و چالاک ملا کے برابر اتنا علم نہیں تھا کہ محدثین نے تو اس حدیث کو مخصوص بابوں میں ذکر کیا ہے اور کسی حدیث کو مخصوص باب میں ذکر کرنا اس کے عموم کے منافی ہے؟

☆اس حدیث کو صرف باب العلم اور باب غنیمت ہی میں ذکر نہیں فرمایا گیا بلکہ اور بھی بہت سارے بابوں میں حضور ■ کی قاسمیت والی احادیث موجود ہیں۔

☆پھر کس آیت اور حدیث صحیح میں وارد ہوا کہ وہ نصوص جن میں عموم ہو کسی خاص باب یا خاص ابواب میں مذکور ہونے کی وجہ سے مخصوص ہو جایا کرتی ہیں ان کا عموم ختم ہو جاتا ہے؟

☆ آخری بات یہ کہ اس حدیث کی قاسمیت پر وہ آیات واحادیث تائید کرتی ہیں۔ جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ ■ ہر چیز کے باذن اللہ مالک ومختار ہیں۔ اللہ نے آپ ■ کو خیر کثیر بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں۔ لہذا یہاں قاسمیت میں عموم ہی ہے۔ بیمار دل والے خواہ مخواہ وسوسوں کا شکار ہیں۔ لہذا حضور ■ ہر چیز کے قاسم ہیں۔ خود آپ ■ کا ارشاد پاک ہے "اَنَا اَجْوَدُ النَّاسِ" میں سب سے زیادہ جود و بخشش کرنیوالا ہوں" (الصحیح البخاری باب الوحی ج ۱ ص ۳ مشکوۃ

(

اعتراض: یہ خبر واحد ہے لہذا اثبات عقیدہ کے لئے نا کافی ہے۔

جواب: علی الاطلاق احاد کو باب عقائد میں نا کافی بتانا علم کلام، علم عقائد اور تحقیق سے بیگانگی کی دلیل ہے بعض عقائد کا قطعیات پہ مدار اور بعض عقائد کیلئے ظنیات اور احاد قابلِ اعتبار۔ معترضین کو فرصت ملے تو ملاحظہ ہو (نبراس شرح عقائد صفحہ ۲۴، ۵۹۸، ۴۴۹، ۴۵۰) عقیدہ قاسم مطلق کے اثبات کیلئے صحیحین وغیرھما کی یہ خبر صحیح بالکل کافی ووافی ہے۔

☆ علی سبیل التنزل۔ حضور ■ کی قاسمیت میں عموم والا مسئلہ باب عقائد سے نہیں بلکہ باب فضائل سے ہے اور اثباتِ فضلیت ومنقبت کیلئے خبر واحد صحیح در کنا حدیث ضعیف بھی بالاتفاق قابل اعتبار (ملاحظہ کیجئے مرقات ۱/۲۵۳)

اعتراض: کتاب وسنت میں قاسمیت کا ثبوت بلکہ قاسمیت کی تخصیص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے لہذا قرآن کے مقابلے میں خبر واحد کو پیش کرنا بالکل نا جائز ہے۔

جواب: جن آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ ہی کی تقسیم کا ذکر وثبوت ہے اس سے حقیقی، ذاتی، خود مختاری، غیر ماموری، غیر مجکومی تقسیم مراد ہے اور ایسی تقسیم کا مالک ومتولی ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں مانتے اور جن احادیث میں حضور ﷺ کے قاسم ہونے کا ثبوت ہے اس تقسیم سے تقسیم ماموری، ماذونی مجکومی کا مالک ومتولی ہونا مراد ہے جس طرح آیت مثبتہ تقسیم ملائکہ "فالمقسمات امرا" دلائل مثبتہ تقسیم ربانی کے منافی نہیں اسی طرح احادیث مثبتہ تقسیم نبوی بھی ان کے منافی ومقابل نہیں۔ فرشتے ماموروماذون من النبی ہو کر تقسیم کرتے ہیں (کیونکہ حضور خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں" خصائص

کبریٰ'') اور آپ نذیر العالمین جمیع خلق ہیں نیز تمام ملائکہ جبریل علیہ السلام کے محکوم و مطیع ہیں کیونکہ وہ ان سب کے رسول ہیں اور جبرئیل ومیکائیل حضور ﷺ کے دو آسمانی وزیر ہیں (حدیث) جبرائیل امین خادم دربان محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ مطیع کا مطیع مطیع ہوا کرتا ہے محکوم کا محکوم محکوم ہوا کرتا ہے تو حضور سلطان دارین اور سید الکونین ﷺ ہیں۔ اور حضور ﷺ ماموروماذون من اللہ ہو کر تقسیم فرماتے ہیں تقسیم ملائکہ درحقیقت تقسیم نبوی ہے اور تقسیم نبوی ﷺ درحقیقت تقسیم ایزدی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ہر قول و فعل وحی ہے ''ان اتبع مایوحی الیٰ (قرآن) (اور آپ ﷺ کی ہر ادا وحی کے مطابق ہے) یہ تو تخلیص اور مختصر معانی پڑھنے والے طالب علم بنی امیر المدینہ کو سامنے رکھ کر حل کر سکتے ہیں کہ ایک ہی فعل آمر و حاکم کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے اور مامور و محکوم کی طرف بھی۔ عبد ماذون کا تصرف اس کے آقا و مولیٰ کا تصرف ہے، وکیل کی جیت ہار موکل کی جیت ہار ہوا کرتی ہے۔ (تدبر فافہم ولا تکن من الغافلین المعاندین)

﴿نوٹ﴾

مزید اس روایت پر اعتراضات کے جوابات کیلئے مفتی ابوالحسن محمد منظور احمد فیضی کی کتاب ''مقام رسول ﷺ'' صفحہ ۲۹۷ کا مطالعہ کیجئے۔

﴿نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان اور زمین کے وزیر﴾

حضور اکرم ■ کا فرمان عالیشان ہے۔ بے شک اللہ عزوجل نے ہمیں چار

وزیروں سے تقویت بخشی ہے۔۔۔وزیر ان فی السماء جبرائیل ومیکائیل" میرے دو وزیر آسمانوں میں جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام ہیں۔ولی وزیر ان فی الارض ابوبکر وعمر اور دو وزیر زمین پر ابوبکر وعمر ہیں۔(امام ابونعیم ،حلیۃ الاولیاء)۔

اور صحیح ترمذی شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہے کہ "میرے آسمانی دو وزیر جبرئیل ومیکائیل ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر ابوبکر وعمر (مشکوۃ شریف جلد ۳ باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما)

معلوم ہوا کہ نبی پاک ■ کے چار وزراء ہیں دو زمین پر اور دو آسمان پر اور وزراء تو بادشاہوں کے ہوتے ہیں تو یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے نبی اکرم ■ کو آسمانوں اور زمینوں کا بادشاہ بنایا ہے۔کیونکہ جس کے وزیر جہاں ہوتے ہیں وہاں اس کی حکومت و اختیارات وتصرفات بھی ہوتے ہیں پس جب حضور ﷺ کے وزیر آسمانوں اور زمیوں میں ہیں تو آپ کی حکومت بھی ثابت ہوئی ۔لہذا زمین و آسمانوں کا مالک ومختار اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ■ کو بنایا ہے۔اب کوئی یہ کہے کہ یہ تو شرک ہے تو جناب کیا قرآن واحادیث نے ہمیں شرک کی تعلیم دی؟اور جب اللہ خود خبر دے رہا ہے نبی پاک ■ کو مالک بنا رہا ہے ان کو اختیارات دے رہا ہے تو پھر شرک کیسے ہوا؟

"جنت کی نعمتوں پر اختیار"

مسلم شریف میں ہے کہ حضور ■ نے حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمایا "سَلْ (رَبِیْعَۃ) فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَا فَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ قُلْتُ ھُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ "۔ترجمہ:

مانگ ربیعہ کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ سے جنت میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ ■ نے فرمایا اسکے علاوہ "اور کچھ" (بھی مانگتا ہے تو مانگ) میں نے عرض کیا مجھے یہی کافی ہے آپ ■ نے فرمایا تو پھر زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کر"۔

(صحیح مسلم باب فضل السجود والحث علیه ج ۱ ص ۱۹۳ ، سنن ابی دائود باب وقت قیام النبی علیه السلام من الیل ج ۱ ص ۱۸۷ ، سنن نسائی باب وقت السجود ج ۱ ص ۱۸۷ ، مسند احمد بن جنبل ج ۱ ص ۱۱۰ ، الترغیب والترهیب للمنذری ج ۱ ص ۲۳۹ ، موطا امام مالک ، کنز العمال ج ۷ ص ۳۰۶ ، مشکوٰة شریف کتاب العلم ۸۴ ، مرقاة جلد ۲ ص ۳۲۳ ، اشعة اللمعات ج ۱ ص ۱۰۶)

قارئین کرام اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو جنت کا مالک ومختار بنا کر بھیجا ہے۔ بلکہ آپ ■ کو خیر کثیر کا مالک ومختار بنا کر بھیجا ہے کیونکہ آپ کا "سل" (مانگ کیا مانگتا ہے) کا جملہ مطلقاً تھا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپکو اللہ عزوجل نے ہر چیز کا مالک ومختار بنایا ہے۔

اور پھر صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ مالک ومختار ہیں۔ جبکہ جنتوں کے مالک بھی ہیں اسلئے حضرت ربیعہ بن کعب ■ نے نبی پاک ■ سے زمین کی ملکیت وخزانے وغیرہ نہ مانگے بلکہ جنت میں آپ ■ کی رفاقت مانگی۔ کیا صحابہ کرام کو یہ معلوم نہ تھا کہ جو کچھ دیتا ہے صرف اللہ دیتا ہے؟ اور جب معلوم تھا تو کیا نبی پاک ■ سے جنت مانگ کر شرک کا ارتکاب کیا ہے؟۔ (معاذ اللہ)

یہی وہ نقطہ ہے جسکو نہ سمجھنے کی وجہ سے بیمار و کمزور دل والوں نے کفر و شرک کا فتوئی لگا دیا ۔معاذ اللہ۔ اور نہ دیکھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے رسول اللہ ■ بھی مالک و مختار ہیں ۔

اور اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نبی مالک و مختار ■ سے کسی چیز کا سوال کرنا شرک نہیں بلکہ آپ ■ نے خود صحابی سے فرمایا ''مانگو کیا مانگتے ہو؟'' تو کیا معاذ اللہ رسول اللہ ■ شرک کی تعلیم دے رہے تھے؟ کیا رسول اللہ ■ کو یہ معلوم نہ تھا کہ صرف اللہ عزوجل ہی دیتا ہے میں کس طرح دے سکتا ہوں؟

نہیں نہیں مسلمانو بھائیو! ہمارے پیارے آقا ■ کو یہ سب معلوم تھا اور آپ ■ سے بڑھ کر اور کون قرآن سمجھنے والا ہوگا۔ لہٰذا آپ ■ کا یہ فرمانا کہ ''مجھ سے مانگ'' (سَل) یہاں عطائی و مجازی طور پر آپ کا مالک و مختار ہونے کا ثبوت ہے۔ اور اللہ عزوجل ذاتی و حقیقی طور پر مالک و مختار ہے۔ اگر ذاتی و عطائی یا حقیقی و مجازی کا فرق ختم کردیا جائے جس طرح کے کمزور دل والے کرتے ہیں تو پھر قرآن و حدیث میں شرک ہی نظر آئے گا۔ (معاذ اللہ)

لہٰذا نبی پاک ■ صحابہ کرام علیہم الرضوان (اہلسنت والجماعت) کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ ہی حقیقی مالک و مختار ہے اور باذن اللہ رسول اللہ ■ بھی مالک و مختار ہیں ۔اسلئے رسول اللہ ■ سے مانگنا بالکل جائز ہے ۔

؎ تجھ کو تجھی سے مانگ کر مانگ لی ساری کائنات
سو سوالوں سے یہی اک سوال اچھا ہے

﴿ حدیث ربیعہ اور محدثین کرام ﴾

(۱) اسی حدیث کے تحت غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی

لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ■ نے جو حضرت ربیعہ کوفرمایا ''سَلْ'' (مانگو) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ''دنیا وآخرت کی جو بھلائی چاہو، مانگ لو! نبی اکرم ﷺ نے جو مطلقاً فرمایا کہ مانگو! اور کسی خاص مطلوب کی قید نہیں لگائی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ نبی اکرم ﷺ کے دست ہمت وکرامت میں ہے، جو چاہیں اور جسے چاہیں اپنے رب کی اجازت سے عطا فرمائیں۔شعر

فَإِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

دنیا اور آخرت آپکی سخاوت کا ایک حصہ ہے۔ اور لوح وقلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا بعض ہے

اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری . بدر گا ہیش بیاد ھر چہ من خواھی تمنا کن

اگر تم دنیا اور آخرت کی خیریت کی آرزو رکھتے ہو تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں آؤ اور جو چاہو آرزو کرو۔ (مسلک الختام ج اص ۱۷۶ ،صدیق حسن بھوپالی)

﴿صدیق حسن بھوپالی پکے اہلحدیث﴾

ثناءاللہ امرتسری شیر پنجاب (بقول اہلحدیث) نے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کو مجدد لکھا ہے (اخبار اہلحدیث امرتسری ص ۱۱ ۔۲۸ جون ۱۹۱۲ء بحوالہ انوار المحمدیہ ص۴۶) بلکہ فتاویٰ ثنائیہ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ تینوں صاحب (مولانا نذیر حسین، اسماعیل دہلوی ،نواب صدیق حسن) پکے اہلحدیث تھے۔(فتاویٰ ثنائیہ جلد اص ۳۸۲) اسی طرح وہابیہ ہی کے مفسر مولوی محمد دہلوی لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے قدمائے اہلحدیث ووسا میں خلد مکانی نواب صدیق حسن خان صاحب کے تذکار تو رہتی دنیا تک تاریخ عالم فراموش نہ

کر سکے گی (اخبار محمدی دہلوی صفحہ ۹ یکم مئی ۱۹۴۲ء بحوالہ انوار المحمدیہ ص ۴۶) لہذا اہلحدیث صاحبان نواب صاحب کا اہلحدیث ہونے کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔

﴿شیخ محدث دھلوی و ملاعلی قاری﴾

(۲) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ■ نے جو سوال کو مطلق فرمایا کہ ”مانگو“ اور اسے کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا تو معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ■ کے ہی کریمانہ ہاتھوں میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔ کیونکہ دنیا اور اسکی شادابی آپ ■ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپکے علوم کا ایک حصہ ہے اور اگر دنیا و آخرت کی خیر چاہتے ہو تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔(اشعة اللمعات جلد ۱ صفحہ ۱۰۴) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ ”جن وانس کے تمام ملک و حکومت اور سارے جہان خداوند قدوس کی عطا سے حضور ■ کی قدرت و تصرف میں ہیں۔(اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۱۰۵)

(۳) اس صحیح حدیث پاک کی شرح میں امام ملاعلی قاری ۱۰۱۴ھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”یعنی حضور اقدس ■ نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ ان اللہ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق . کہ اللہ عزوجل نے حضور ■ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرمائیں۔ پھر لکھا کہ ”امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور ■ کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ عزوجل نے حضور ■ کی جاگیر کر دی ہے اس میں سے جو چاہیں، جس کو چاہیں بخش دیں۔(مرقات شرح مشکوۃ

جلد ا صفحہ ۵۵۰) قارئین کرام! الحمد للہ عزوجل اس حدیث سے چند طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت (اختیارات وتصرفات) ثابت ہوتی ہے۔

اول اس طرح کہ حضور ■ نے فرمایا "کچھ" "مانگو" یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو یعنی یہ نہ فرمایا کہ زمین مانگو، دولت مانگو، حکومت مانگو، کپڑے و مکان مانگو یا زمین کی چیزیں مانگو آسمان کی نہ مانگو نہیں نہیں بلکہ مطلقاً فرمایا کہ "سَل" (جو چاہے مانگو) اور یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کے قبضے میں سب کچھ ہو زمین کی کنجیاں بھی ہوں آسمان کی بھی، جنت کی بھی اور نار کی بھی بلکہ ہر چیز کی کنجیوں کا مالک ایسا فرما سکتا ہے۔ اور الحمد للہ، اللہ عزوجل کی عطا سے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں۔ اس لئے مطلقاً فرمایا۔

دوئم: یہ کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بھی خوب سوچ کر وہ چیز مانگی جو بے مثل ہے یعنی جنت اور جنت کا دراعلیٰ علیین، جہاں حضور ■ کا قیام ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نبی پاک ■ جنت کے مالک و مختار ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا اور اسکو شرک سمجھتے تو وہ ہرگز ہرگز ایسی چیز نہ مانگتے جو آپ ■ کے اختیار ہی میں نہ ہو۔

سوئم: کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اسئلک" "میں آپ ■ سے مانگتا ہوں یہ نہ کہا کہ میں خدا سے مانگتا ہوں اور حضور ■ نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھ سے مانگ کر مشرک ہو گئے۔ اور ظاہر ہے کہ چیز سے مالک سے مانگی جاتی ہے ثابت ہوا کہ حضور ■ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالک و مختار ہیں۔ (یہ بحث حقیقی و ذاتی اور مجازی و عطائی میں ہے)

چہارم: یہ کہ حضور ■ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا کہ

’’کچھ اور بھی مانگ لو‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ■ جنت کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دینے پر قادر ہیں مگر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اور کچھ نہ مانگا کیونکہ آپ کو باغ عالم کا پھول مل گیا تو اب پتوں کی کیا ضرورت ہے۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ■

﴾صحابہ کرام کا عقیدہ﴿

تمام صحابہ علیہم الرضوان کا عقیدہ کہ نبی ■ جنت کے مالک ومختار ہیں۔ ہر صحابی کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ حضور ■ مانگنے کا اذن عطا کردیں تو وہ جنت مانگیں گے۔ چنانچہ ’’طبرانی معجم اوسط اور خراتطی مکارم الاخلاق‘‘ میں امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہے کہ رسول اللہ ■ سے جب کوئی شخص سوال کرتا اگر حضور ■ کو منظور ہوتا ’’نَعَمْ‘‘ فرماتے (یعنی اچھا) اور اگر منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے۔ کسی چیز کو ’’لا‘‘ (یعنی نہ) نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا (کچھ مانگا) حضور ■ خاموش رہے، پھر اس نے سوال کیا آپ ■ خاموش رہے (تیسری بار) پھر سوال کیا اس پر حضور اقدس ■ نے جھڑکنے کے انداز سے فرمایا ’’سَلْ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِیُّ‘‘ ’’اے اعرابی جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ‘‘ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’فَغَبَطْنَاہُ فَقُلْنَا اُلْاٰنَ یَسْئَلُ الْجَنَّۃَ‘‘ یہ حال دیکھ کر (کہ حضور ■ نے فرمایا کہ جو دل میں آئے مانگ) ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا ہم نے اپنے جی میں کہا اب یہ حضور ■ سے جنت مانگے گا۔ مگر اس نے اونٹ اور زاد راہ مانگا۔ آپ ■ نے فرمایا عطا ہوا۔ ہمیں اسکے ان سوالوں پر تعجب آیا۔ سید عالم ■ نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی

ایک بڑھیا کے سوال میں ۔پھر حضور■ نے اسکا ذکر ارشاد فرمایا۔

کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں اترنے کا حکم ہوا۔کنار دریا تک پہنچے تو سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئیں ۔موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو۔ان کے جسم مبارک کو بھی اپنے ساتھ لے لو۔موسیٰ علیہ السلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا۔ایک بڑھیا کو قبر معلوم تھی ۔اسکے پاس آدمی بھیجا کی کیا تجھے یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا تو مجھے بتا دے (بڑھیا نے)عرض کی لا واللہ حتی تعطیتی ما اسئلک" خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرمادیں ۔(حضرت موسیٰ نے)فرمایا "ذلک لک "تیری عرض قبول ہے۔

"قالت فانی اسئلک ان اکون معک فی المرجة التی تکون فیھا فی الجنة" بڑھیا نے عرض کی تو پھر میں حضور سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں میں آپکے ساتھ رہوں اس درجہ میں جہاں آپ (موسیٰ) ہوں گے۔"قال سل الجنة "موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جنت مانگ لے (یعنی تجھے صرف جنت کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر) بڑھیا نے کہا اللہ عزوجل کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپکے ساتھ رہوں۔اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی" اَعْطِھَا ذٰلِکَ فَاِنَّہٗ لَنْ یَنْقُصَکَ شَیْئًا فَا غطاھا' اے موسیٰ!بڑھیا کو جنت میں وہی درجہ دے دو تمہارا کچھ نہیں جائے گا۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بڑھیا کو جنت کا وہی درجہ عطا کر دیا اس نے یوسف علیہ السلام کی قبر بتا دی۔'کما قال علیہ الصلوة والسلام'

(۱)صحیح ابن حبان (۲) الدرالمنثور للسیوطی (۳) المستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۳۹ (۴) طبرانی۔

اس حدیث نفیس کا ایک ایک حرف جان نجدیت پر کوکب شہابی ہے۔ **اولاً** تو حضور ■ کا اعرابی سے ارشاد کہ جوجی میں آئے مانگ لے۔ حدیث ربیعہ (جو پہلے گزری) میں تو اطلاق ہی تھا جس سے علماء کرام نے عموم مستفاد کیا۔ لیکن یہاں صراحۃً ارشاد اقدس میں عموم موجود ہے کہ "جو دل میں آئے مانگ لے" ہم سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں۔

ثانیاً : یہ ارشاد سن کر مولی علی وغیرہ صحابہ حاضرین رضی اللہ عنہ کا رشک کرنا کہ کاش یہ عام انعام کا اعلان ہمیں نصیب ہوتا حضور ■ تو اسے (یعنی اعرابی کو اختیار فرما چکے ہیں اب یہ حضور ■ سے جنت مانگے گا۔

معلوم ہوا کہ بحمداللہ تعالیٰ صحابہ کرام کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضور اقدس ■ کا ہاتھ اور وہ ہاتھ جسکو اللہ عزوجل نے اپنا ہاتھ فرمایا اللہ عزوجل کی عطا سے تمام خزانوں پر پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ سب سے اعلیٰ نعمت یعنی جنت بھی جسے چاہیں بخش دیں۔

ثالثاً : خود حضور اقدس ■ کا اس وقت اس اعرابی کی مانگ پر تعجب کرنا کہ ہم نے اختیار عام دیا اور اس نے اونٹ اور زادراہ مانگا۔ بڑھیا اسرائیلہ کی طرح جنت، نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اعلیٰ درجہ مانگتا تو ہم زبان کرہی چکے تھے۔ اسکو ہم ضرور عطا کردیتے کیونکہ جب موسیٰ کو یہ اختیار ہے تو ہم تو امام الانبیاء ہیں۔

رابعاً: یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مالک ومختار ہونا ثابت ہے اور پھر بڑھیا

کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنت میں اعلیٰ درجہ عطا فرما سکتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسکی عرض پر کفر و شرک کا فتویٰ نہ لگایا بلکہ فرمایا کہ اپنی حیثیت کے مطابق مانگ۔ اگر بڑھیا کا موسیٰ علیہ السلام سے مانگنا شرک ہوتا اور موسیٰ علیہ السلام کو مالک و مختار ماننا شرک ہوتا تو حضرت موسیٰ بڑھیا سے لازمی فرمادیتے کہ یہ شرک ہے۔اس پر تو صرف اللہ عزوجل ہی قادر ہے اور کوئی بھی اسکی عطا سے بھی قادر نہیں۔لہٰذا ایسا سوال نہ کرو۔لیکن ایسا نہ فرمایا گیا۔

خامساً: سب فیصلوں کی انتہا خدا عزوجل پر ہوتی ہے۔کہ "**اعطها ذلک موسیٰ**" اے موسیٰ جو یہ مانگ رہی ہے اس کو عطا کر دو تمہارا کیا نقصان ہے" اللہ نے یہ نہ فرمایا کہ اے موسیٰ اس کو کہو صرف اللہ سے مانگے مجھ سے مانگ کر شرک نہ کرے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ اپنے بندوں کو اختیارات و تصرفات عطا فرماتا ہے اور عطائی اختیارات و تصرفات کو شرک کہنا اسلام کی تعلیمات کو شرک کہنا ہے۔(معاذ اللہ) اور انبیاء و اولیاء کی عطا اللہ عزوجل ہی کی عطا ہے۔

جنتی انگور کے خوشوں پر اختیار و تصرف

نبی کریم ■ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ■ نے نماز پڑھی۔(دوران نماز آپ ■ نے ہاتھ اوپر آسمان کی طرف کیا اور پھر پیچھے ہو گئے)۔بعد نماز لوگ عرض گزار ہوئے۔یارسول اللہ ■ آپ نے اپنی جگہ کوئی پر(کھڑے کھڑے) کوئی چیز پکڑی تھی؟ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے۔" فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا "(یعنی) آپ ■ نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو اس میں

سے ایک خوشہ پکڑنے لگا تھا اور اگر میں اسے لے لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔ (صحیح بخاری ج احدیث ۷۰۹، مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ الخسوف ص ۱۲۹، امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہی حدیث (چند مختلف الفاظ کے ساتھ) روایت فرمائی مسلم شریف کتاب الکسوف ج اص ۲۹۶)

گرامی قدر حضرات! حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی ■ مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ یعنی جنت میرے سامنے آگئی یا جنت کے پاس ہم پہنچ گئے اور اسکے انگور کے خوشہ کو ہاتھ بھی لگا دیا یعنی پکڑ بھی لیا قریبا توڑ ہی لیا تھا ارادہ یہ تھا کہ اسکا خوشہ تمہیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کو دکھادیں اور کھلا دیں مگر خیال یہ آگیا کہ پھر جنت غائب نہ رہے گی اور ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ خیال رہے کہ جنت کے پھلوں کو فنا نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے "اکلھا دائم" اسکے پھل ہمیشہ ہیں۔ (الرعد ۳۵)

لہٰذا اگر یہ خوشہ دنیا میں آجاتا تو تمام دنیا کھاتی رہتی (مگر) وہ ویسا ہی رہتا دیکھو چاند اور سورج کا نور، سمندر کا پانی، ہوا، لاکھوں سال سے استعمال میں آرہے ہیں کچھ کمی نہیں آئی۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

پہلا مسئلہ: ایک تو یہ ہے کہ حضور ■ جنت اور وہاں کے پھلوں وغیرہ کے مالک ہیں کہ خوشہ توڑنے سے رب تعالیٰ نے منع نہ کیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے "انا اعطینک الکوثر" اسی لئے حضور ■ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حوض کوثر کا پانی بار بار پلایا۔

دوسرا مسئلہ: دوسرا یہ کہ حضور ■ کو رب تعالیٰ نے وہ طاقت دی ہے کہ

مدینہ میں کھڑے ہو کر جنت میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں اور وہاں تصرف کر سکتے ہیں جن کا ہاتھ مدینہ سے جنت میں پہنچ سکتا ہے کیا ان کا ہاتھ ہم جیسے گنا ہگاروں کی دستگیری کے واسطے نہیں پہنچ سکتا؟ اور اگر یہ کہو کہ جنت قریب آ گئی تھی تو جنت اور وہاں کی نعمتیں ہر جگہ حاضر ہوئیں بہر حال اس حدیث پاک سے یا تو حضور ■ کو حاضر (وناظر) ماننا پڑے گا یا جنت کو(آپ ■ کیلئے حاضر وناظر ماننا پڑے گا)۔(مراۃ شرح مشکوۃ جلد۲ص ۳۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ■ زمین میں کھڑے ہو کر ساتوں آسمانوں کے اوپر موجود جنت کو دیکھ سکتے ہیں اور وہاں سے نعمتیں لے بھی سکتے ہیں۔ہاں یہ اور بات کہ کسی حکمت کے پیش نظر کبھی وہ نعمت نہ لیں۔جب نبی پاک ■ اتنے دور سے دیکھ سن سکتے ہیں تو پھر مدینہ میں رہتے ہوئے ہمارے صلوٰۃ وسلام کو کیوں نہیں سن سکتے۔بہر حال اس حدیث سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آپ ■ کو جنت کی نعمتوں پر اختیار و تصرفات حاصل ہیں۔

''جنت بیچ ڈالی''

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت قاتل شرک وبدعت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ''الامن والعلی''ص ۲۳۲ میں طبرانی وعساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ''جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں آئے تو یہاں کا پانی پسند نہ آیا(جسکی وجہ سے)شور تھا۔بنی غفار سے ایک شخص کی ملک میں ایک شیریں(میٹھا) چشمہ مسمے بیر رومہ تھا وہ اسکی ایک مشک(ڈھول) نیم صاع کا بیچتے۔سید عالم ■ نے ان سے فرمایا'''' بِعْنِيهَا بِعَيْنٍ فِي الْجَنَّةِ ' یہ چشمہ میرے ہاتھ ایک چشمہ بہشت(جنتی چشمے) کے عوض بیچ ڈال۔(اس

نے) عرض کی یا رسول اللہ ■ میری اور میری اولاد کی معاش اس میں ہے مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی (تو انہوں نے) وہ چشمہ مالک سے پینتیس ہزار روپے میں خرید لیا پھر خدمت اقدس ■ میں حاضر ہو کر عرض کی ''

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَجْعَلُ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَہٗ عَیْنًا فِی الْجَنَّۃِ اِنِ شْتَرَیْتُھَا۔ یا رسول اللہ ■ کیا جس طرح حضور اس شخص کو چشمہ بہشتی عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو حضور مجھے (بھی جنتی چشمہ) عطا فرمائیں گے۔ '' قَالَ نَعَمْ '' فرمایا ہاں عرض کی میں نے بیر رومہ خرید لیا (ہے) اور مسلمانوں پر وقف کردیا۔ (الطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن بشیر رضی اللہ عنہ)

مزید صفحہ ۴۲۵ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اشْتَرٰی عُثْمٰنُ بْنُ عَفَّانٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ الْجَنَّۃَ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ رُوْمَۃَ وَیَوْمَ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے دو بار نبی ■ سے جنت خرید لی۔ '' بیر رومہ کے دن اور لشکر کی تنگدستی کے دن'' (اَلْحَاکِمُ وَابْنَا عَلِیٍّ وَعَسَاکِرٍ عَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ)۔

معلوم ہوا کہ ہمارے نبی پاک ■ مالک و مختار ہیں۔ جبھی تو جنت عطا کرنے کا فرمایا۔ اگر آپ ■ کے پاس اختیار ہی نہ ہوتا تو آپ ■ جنت کے چشمے کیسے عطا فرما سکتے ہیں۔

'' جنت دینا میرے ذمے ''

حضور ■ مالک جنت نے (حضرت) طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا '' لَکَ الْجَنَّۃُ

عَلَیُّ یَا طَلْحَۃُ غَدًا" کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ پر ہے۔(ابو نعیم فی فضائل الصحابہ عن امیر المومنین ■)

صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے۔رسول اللہ ■ فرماتے ہیں۔"مَنْ یُّضْمِنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمِنُ لَہُ الْجَنَّۃَ " جو میرے لئے (یعنی مجھے) اپنی زبان وشرمگاہ کا ضامن ہوجائے (کہ ان سے میری نافرمانی نہ کرے گا) میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوں۔(صحیح بخاری شریف ج ص)

اعلیٰ حضرت نے حدیث نقل فرمائی""مَنْ بَکَرَ یَوْمَ السَّبْتِ فِیْ طَلَبِ حَاجَۃٍ فَاَنَا ضَامِنٌ بِقَضَائِہَا"۔(یعنی) جو شنبے (ہفتہ) کے دن تڑکے سے کسی حاجت کی تلاش کو جائے میں اسکی حاجت روائی کا ذمہ دار ہوں۔(ابونعیم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما)

سبحان اللہ! حضور ■ تمام حاجتوں کو پورا کرنے کی ضمانت دے رہے ہیں۔جو شرمگاہ اور زبان کی حفاظت کرے گا اسکو بھی جنت کی ضمانت دے رہے ہیں۔اور صحابی رسول طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی جنت کی ضمانت دی۔اور ضمانت وہی دیتا ہے جسکے ہاتھ میں اختیار وتصرفات ہوتے ہیں۔

دیکھئے میں اگر بائیسکل کے شوروم میں کام کرتا ہوں اور وہاں کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دوں تو کیا شوروم کا مالک مجھے پاکستان کی وزارت عظمیٰ کی ضمانت دے سکتا ہے؟نہیں ہرگز نہیں کیونکہ اسکے اختیار میں نہیں ہے۔لیکن اس کارنامے پر کیا وہ مجھے ایک عدد بائیسکل کی ضمانت دے سکتا ہے؟تو آپ یہی کہیں گے کہ جی ہاں کیونکہ یہ اس شوروم کے مالک کے اختیار میں ہے۔معلوم

ہوا کہ ضمانت آپ اسی چیز کی دے سکتے ہیں جو کہ آپکے اختیار میں ہو۔ اور جو چیز اختیار سے باہر ہوگی اسکی ضمانت آپ نہیں دے سکتے۔ یونہی اگر جنت عطا کرنا ہمارے نبی ■ کے اختیار میں نہ ہوتا تو آپ ■ کبھی بھی ضمانت نہ دیتے مگر آپ ■ نے ضمانت دی اور یہ ضمانت دینا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ ■ اللہ کی عطا سے مالک ومختار ہیں۔

24۔ اللہ عزوجل نے آپ کو بے انتہا عطا فرمایا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور عنقریب آپ کا رب آپکو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔ (پ ۳۰ والضحیٰ ۵) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ■ کو اتنا عطا کیا کہ ہماری عقل وفہم میں سما نہیں سکتا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ملکیت بھی دی، اختیار بھی دیا اور آپ ■ کی خواہشات کو، آپکی رضا کو پورا بھی فرمایا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں۔ عن جابر بن عبد اللہ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ "لَا" ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ■ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے "نہیں" فرمایا ہو۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل ج ۲، بخاری شریف کتاب الادب ج ۲)

اسی لئے سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں　　اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

یعنی جب بھی کسی نے آپ ■ سے کچھ بھی مانگا تو نبی پاک ■ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نہیں دے سکتا بلکہ اس کو عطا فرمایا کیونکہ حضور ■ کا ارشاد پاک ہے "اَنَا اَجْوَدُ النَّاسِ" میں سب لوگوں سے بڑھ کر جودو بخشش کرنے والا ہوں (بخاری باب الوحی ج ۱) تو حضور ■ سب سخیوں سے بڑھ کر سخی ہیں اور سخی کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میرے در پر جو بھی آئے جھولی خالی نہ لے کر جائے۔ اس وجہ سے نبی پاک ■ "لا" نہیں فرماتے تھے اور آپ ■ "لا" کیوں فرماتے جبکہ خود رب آپ کی خواہشات کو پورا فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ■ سے عرض کیا مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاکَ میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپ ■ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف)

لہذا جو بھی نبی پاک ■ کی بارگاہ میں دست دراز ہوتا ہے نبی پاک ■ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ خالی نہ جائے۔ اور اللہ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی خواہش کو پورا کرے۔ گویا اللہ اپنے نبی کی خواہشوں کو پورا فرماتا ہے اور نبی ■ اپنے امتیوں کی خواہشوں کو پورا فرماتے ہیں۔

قارئین کرام! نبی پاک ■ کی امت میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے لوگ شامل ہیں۔ پیارے آقا ■ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا رہا اور میں سارے لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں (مشکوٰۃ) دوسری جگہ فرمایا "اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً" میں

ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲، صحیح مسلم شریف، مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۹، اشعۃ اللمعات ج ۴)اب اس امت میں ہرایک شخص کی الگ الگ خواہشات ہیں کسی کی خواہشات مال و دولت کی ہیں، کسی کی خواہشات حکومتیں و وزراء ہیں۔کسی کی خواہشات سونا چاندی ہیں ہرایک الگ الگ خواہش ہے اوران خواہشوں کو نبی پاک ■ پورا فرماتے ہیں۔اور خواہشات کو پورا فرمانے کیلئے مالک ومختار ہونا ضروری ہے۔نبی پاک ■ کی خواہش یہ کہ میرے امتی کی خواہشات پوری ہوں اور اللہ کی خواہش یہ ہے کہ نبی پاک ■ کی خواہش کو پورا کیا جائے۔اس لئے اللہ عزوجل نے فرمایا'' **انا اعطینک الکوثر**'' ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا۔قبضہ واختیار دے دیا لہٰذا ہم نے تمہاری خواہش کو پورا کردیا اور اب تم اپنے چاہنے والوں کی خواہش کو پورا کرو۔اسی وجہ سے نبی پاک ■ نے فرمادیا'' **انما انا قاسم واللہ یعطی** ''میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ مجھے عطا فرماتا ہے(بخاری کتاب العلم) لہٰذا تقسیم وہی کرتا ہے(خواہشات کو پورا وہی کرتا ہے) جسکے پاس کچھ اختیار ہو۔اس لئے یہاں حدیث میں بتادیا گیا ہے کہ اللہ مجھے عطا کرتا ہے یعنی مجھے خزانے دیتا ہے خیر کثیر دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

25﴿مفتوحہ ملک کا مالک﴾

اللہ عزوجل فرماتا ہے''اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (بیشک) اے محبوب ■ ہم نے آپکو روشن فتح دی۔(فتح) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب نے حضور ■ کو فتح دی۔اگر فتح سے مراد ملکوں کی فتح کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ فتح کرنے والا مفتوحہ ملک کا مالک ہوتا ہے تو حضور ■ کی بادشاہت ثابت ہوئی۔اور اگر فتح

کے معنی کھولنا ہوتو آیت کا مطلب یہ ہے کہ" اے پیارے ہم نے تمہارے لئے بند دروازے کھول دیئے" جس سے معلوم ہوا کہ جو دروازے اوروں کیلئے بند تھے وہ حضور ﷺ کیلئے کھول دیئے گئے۔اور جنت کادروازہ،شفاعت کادروازہ، زمین وآسمان کے خزانوں کا دروازہ، ہر نعمت کا دروازہ حضور ﷺ کیلئے کھول دیا گیا لہٰذا یہاں بھی آپکا مالک ومختار ہونا ثابت ہے۔

26﴿نبی پاک ﷺ غنی ھیں﴾

وَوَجَدَکَ عَآئِلاً فَاَغْنٰی" (اے محبوب) رب نے تم کو حاجت مند پایا پس آپ کو غنی کردیا (القرآن)اس آیت میں تو صاف موجود ہے کہ رب عزوجل نے آپ ﷺ کو حاجت مند پایا پس آپکو غنی کردیا۔آپ ﷺ کو غنی خود اللہ عزوجل نے کیا تو جس کو اللہ غنی کردے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسکے پاس یہ چیز نہیں وہ چیز نہیں؟اس لئے اللہ عزوجل نے دوسری جگہ فرمادیا۔

27﴿ آپ ﷺ پر فضل عظیم ھے﴾

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا اور اللہ عزوجل کا آپ پر بڑا ہی فضل ہے۔(القرآن)

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو اقبال والا ،دولت والا ،زمینوں پر ملکیت واختیار والا ہو اس کو کہتے ہیں کہ فلاں پر اللہ عزوجل بڑا فضل ہے۔اس لئے کہ وہ بہت ساری چیزوں کا مالک ہے۔بالکل اسی طرح یہاں اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ میرا تم پر "فضل عظیم" ہے۔رب نے ساری دنیا کی حکومتوں،دولتوں خزانوں کو قلیل کہا۔قل متاع الدنیا قلیل آپ ﷺ فرمادیجئے کہ دنیا کا سارا سامان قلیل ہے(القرآن)۔

جب اللہ عزوجل کا قلیل یہ ہے کہ تو اللہ کے عظیم کی کیا انتہا ہو گی؟ یہ ہمارے ذہنوں میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا جب اللہ کے قلیل میں یہ زمین و آسمان کے خزانے ،حکومتیں، دولتیں، سارے سامان شامل ہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ■ کو زمین بھی دی، آسمان بھی دیا، جنت بھی دی، خزانے بھی دیئے، کنجیاں بھی دیں، رزق بھی دیا، حکومتیں بھی دیں، ملکیت بھی دی الختصر ایسے اختیارات و تصرفات عطا فرمائے کہ جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ یہ فضل عظیم ہے اور اللہ عزوجل کے فضل عظیم کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔

یہ بھی یاد رکھیئے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ساری دنیا کی بادشاہت دی مگر رب نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ نہ فرمایا کہ ان پر فضل عظیم کیا۔ لیکن جب اپنے حبیب ■ کی باری آئی تو فضل عظیم کے الفاظ استعمال کر کے یہ بتا دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت و تاج میرے حبیب ■ کی ملکیت اور سلطنت کا ایک صوبہ ایک ضلع ہے۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ■ کو یہ تو دیا گیا وہ نہ دیا گیا (معاذ اللہ) ان بے عقلوں سے پوچھئے کہ ذرا اللہ کے "فضل عظیم" کو تو شمار کرو۔ کیا وہ شمار ہو سکتا ہے؟ کیا یہ "فضل عظیم" صرف زمین و آسمان یا دینی علم یا دنیوی علم، یا دنیا کے سارے خزانے ہی ہیں؟ اگر یہی سب کچھ ہے تو یہ اللہ کا فضل عظیم تو کیا فضل قلیل بھی نہیں۔ کیونکہ اللہ کا فضل قلیل تو ساری دنیا کے سامان کو کہا گیا ہے لہٰذا اللہ کے فضل عظیم کی حد نہیں۔ اور میرے رب عزوجل نے اپنے محبوب پر "فضل عظیم" فرمایا۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطو من رحمۃ اللّٰہِ ۔

اے محبوب فرما دیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (القرآن)

قارئین کرام! اکثر لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ عبدالنبی، عبدالرسول، عبدوغیرہ نام رکھنا شرک ہے اس لئے کہ لفظ عبد صرف اللہ کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں اس آیت میں خود اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ■ کی زبان سے کہلوایا کہ آپ ■ اپنی تمام امت کو "یعبادی" اے میرے بندو کہہ کر کلام فرما دیجئے۔ اگر بقول بیماردلوں کے یہ شرک ہے تو کیا اللہ نے اپنے محبوب کی زبان سے تمام امت کو "یعبادی" کہلوا کر شرک کی تعلیم دی؟ معاذ اللہ۔ نہیں نہیں بلکہ اس آیت کریمہ میں حضور ■ کو اجازت دی گئی ہے کہ جہاں بھر کے مسلمانوں کو اپنا بندہ یعنی غلام فرمائیں۔ لہٰذا ہم سب نبی پاک ■ کے غلام ہیں۔ نبی پاک ■ کو تمام مسلمانوں پر اختیار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی فرمایا گیا کہ "لا تقنطو من رحمة الله" یعنی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو"۔ یعنی اللہ کی رحمت تم کو مشکلات سے نجات دیتی ہے، تمہاری مرادوں کو پورا کردیتی ہے، تمہاری پریشانیوں، تنگ دستیوں اور مشکلوں کو دور کرتی ہے، تمہاری تمام امیدوں اور خواہشوں کو پورا کردیتی ہے۔ لہٰذا تم اس رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ "رحمۃ اللہ" اللہ کی رحمت کون ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمين اور ہم نے آپکو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

قرآن کی اسی تفسیر سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ■ اللہ کی رحمت ہیں۔ اور اس رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ ہر وقت اپنی حاجات و مشکلات کو نبی پاک ■ کی بارگاہ

میں عرض کرتے رہنا چاہیئے ۔اور نا امید نہ ہونا چاہیئے ۔اور پھر رحمت تو ہر جگہ موجود ہے۔اللہ فرماتا ہے۔میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئی ہے۔(القرآن) پھر فرمایا ''بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔ (القرآن)

لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی پاک ■ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں،ہمارے قریب ہیں۔(حاضر وناظر کا معنی یہ نہیں کہ آپ جسم اطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ حاضر وناظر یہ ہے کہ نبی پاک ■ کا جسم اطہر تو اپنی قبر انور میں ہے لیکن آپ ■ اپنی علمیت،نورانیت وروحانیت کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں) اس لئے یا رسول اللہ،یا رحمۃ للعالمین کہنا بھی جائز ہے۔

﴿ایاک نعبدو ایاک نستعین﴾

اس آیت میں عبادت اور استعانت کا اختصاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ نہ عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی جائز ہے اور نہ استعانت ہی کسی اور سے جائز ہے۔"ایاک نستعین" میں واضح ہوگیا کہ ہر حال میں صرف مجھ ہی سے مدد مانگو۔خواہ چور و ڈاکوں یا بڑے سے بڑے دشمن کا خوف ہو۔یا بڑی سے بڑی بیماری و مصیبت پیش آئے یا چھوٹی سے چھوٹی مصیبت ہو۔ تمہیں اللہ عزوجل ہی پر توکل کرنا چاہیے۔یہ نہیں کہ ماتحت الاسباب میں غیر اللہ پر توکل رہے اور مافوق الاسباب میں اللہ کی طرف رجوع کریں۔

الغرض اسباب ظاہرہ ہوں یا باطنی ہوں یا روحانی، دوائیں ہوں یا غذائیں، حکیم و ڈاکٹر ہوں یا حکام و امراء اور انبیاء و رسل ہوں یا اولیاء و اصفیاء یہ سب حقیقی موثر اور حقیقی مدبر و متصرف نہیں۔ حقیقی موثر و متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے اور باقی سب اس کے امر اور اذن سے ہی تاثیر کرتے ہیں اور تصرف و تدبیر بھی۔کوئی دوائی کو مستقل موثر سمجھے تو بھی مشرک و کافر اور کوئی نبی و ولی کو بھی مستقل موثر سمجھے تو بھی مشرک و کافر!

بعض لوگ اہل اسلام کو مشرک قرار دینے کے شائقین یہاں بھی تحت الاسباب اور فوق الاسباب، زندہ و قریب کی من گھڑت اصطلاح سے دھوکہ دہی کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ علم و تحقیق کی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر کوئی قریب موجود غیر اللہ کو اپنا رازق اور حاجت روا سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھے تو کیا یہ شرک نہیں ہے؟ اگر کوئی اپنے حواس اور مشاعر اور اعضاء اور قویٰ اور دیگر اسباب کو اپنے مدرکات اور متعلقات میں مستقل

موثر سمجھ لے اور دیکھنے اور سننے وغیرہ میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج نہ سمجھے تو کیا یہ مشرک و کافر نہیں؟ کوئی پیاس بجھانے میں پانی کو اور بھوک دور کرنے میں طعام کو اور بیماری دور کرنے میں دوا کو مستقل موثر سمجھے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا ان امور میں محتاج نہ سمجھے تو کیا وہ مشرک اور کافر نہیں ہوگا؟ قریب والے حاکم و حکیم کو، نیکی کے کاموں میں متقی مسلمانوں کو، یا دیگر ظاہری اسباب میں ان زندہ اور قریب والے ماتحت الاسباب غیر اللہ کی استمداد و استعانت کو حقیقی موثر اور حقیقی مدبر و متصرف سمجھنا شرک نہیں؟ لہذا کوئی ماتحت الاسباب زندہ اور قریب کی استمداد و استعانت کو اور اسی طرح کوئی دوائی کو مستقل موثر سمجھے تو وہ بھی مشرک و کافر اور اور کوئی نبی و ولی کو بھی مستقل موثر یا حقیقی مدبر سمجھے تو بھی مشرک و کافر!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو۔ وان یمسسک بخیر فھو علی کل شئی قدیر" اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سواء اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (الانعام پ ۷ آیت ۱۷) سعودیہ والوں کی مشہور تفسیر میں ہے کہ "یعنی نفع و ضرر کا مالک، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے والا صرف اللہ ہے اور اس کے حکم و قضاء کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ (صفحہ ۳۴۶ ترجمہ و تفسیر شاہ فہد بن عبد العزیز)

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ "جس کو تو (اللہ تعالیٰ نفع و نقصان) دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلے میں نفع نہیں پہنچا سکتی" (بخاری کتاب

الاعتصام والقدر والدعوت)

قرآن پاک نے سحر وجادو کے بارے میں بھی وضاحت سے فرما دیا ہے "وما ھم بضارین بہ من احد الاباذن اللہ" (القرآن) کہ جادوگر اپنے جادو کے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ کے ساتھ تو معلوم ہوا کہ جب تک اذن وارادہ الٰہی عزوجل نہ ہو کوئی بھی ظاہری وباطنی قریب و دور سے نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔

لہذا نفع ونقصان حقیقی طور پر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ تو تحت الاسباب نہ فوق الاسباب۔ اسلئے یہ یاد رہے کہ اس (سورۃ فاتحہ کی) آیت میں زندہ و مردہ اور قریب وبعید اور فوق الاسباب اور تحت الاسباب کا فرق کرنا اپنے قیاس سے نص قرآنی کے عموم واطلاق کو مقید و مخصوص ٹھہرانے کے مترادف ہے جو سراسر لغو اور باطل ہے۔

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں "حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک نماز شام میں امامت فرما رہے تھے جب ایاک نعبدو ایاک نستعین کہا تو بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش بحال ہوا تو لوگوں نے دریافت کیا اے شیخ آپ کو کیا ہو گیا تھا تو انہوں نے کہا جب میں نے ایاک نستعین کہا تو مجھے یہ ڈر اور خوف لاحق ہوا کہ مجھے کہے "اے جھوٹے تو کیوں طبیب سے دارو طلب کرتا ہے اور امیر سے روزی طلب کرتا ہے اور بادشاہ سے امداد واعانت طلب کرتا ہے اور اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ آدمی کو شرم کرنی چاہیے اس سے کہ وہ روز وشب میں پانچ مرتبہ اپنے پروردگار کے روبرو کھڑے

ہو کر جھوٹ بولے۔"

لیکن اس جگہ یہ چیز ذہین نشین کرلینی چاہیے کہ غیر اللہ سے استعانت ایسے انداز میں ہو کہ اعتماد اور بھروسہ اسی غیر پر ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت کا مظہر نہ جانے تو بالکل حرام ہے اور اگر التفات و توجہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب ہو اور اس غیر اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت کے مظہر میں سے ایک مظہر سمجھتے ہوئے اور اللہ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ اسباب اور اس کی حکمت پر نظر رکھتے ہوئے غیر اللہ سے ظاہری استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہیں ہو گی اور شریعت میں بھی جائز اور درست ہے اور انبیاء و اولیاء نے اس طرح کی استعانت غیر اللہ سے کی ہے اور حقیقت میں اس نوع کی استعانت غیر اللہ سے استعانت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہی استعانت ہے۔ (فتح العزیز ص ۲۰ جلد اول)

لہٰذا ڈاکٹر و حکیم کو جائز اور انبیاء و اولیاء کرام کی مدد پر ناجائز و شرک کی قید لگانا باطل و لغو ہے۔ سفیان ثوری، عبد العزیز محدث دہلوی اور دیگر حوالہ جات سے بھی یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مطلق مدد کا غیر اللہ سے انکار ہے۔ لہٰذا اپنے قیاس سے نص قرآنی کے عموم و اطلاق کو مقید و مخصوص ٹھہرانے کے مترادف ہے۔ جو باطل ولغو ہے۔

☆ اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی آیت و حدیث سے یہ فرق ثابت نہیں کہ زندہ سے مدد جائز ہے اور مردہ سے کفر و شرک۔ کیا زندہ کو خدائی صفات میں شریک ماننا جائز ہے؟ صرف فوت شدہ کو شریک ماننا جائز نہیں ہے؟ اور زندہ کی عبادت جائز ہے صرف فوت شدہ کی جائز نہیں ہے؟ ایاک نعبدو ایاک نستعین میں عبادت اور استعانت کا اختصاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گیا ہے اس میں زندہ

ومردہ اور قریب وبعید اور فوق الاسباب اور تحت الاسباب کا فرق کرنا اپنے قیاس سے نصِ قرآن کے عموم واطلاق کو مقید ومخصوص ٹھہرانے کے مترادف ہے جو سراسر لغو اور باطل ہے۔

☆ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب سے سوال ہوا کہ

سوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں: استعانت واستمداد از ارواحِ مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ 'استعانت کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کس طرح ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل و توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی۔ ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: (۱) جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقادِ علم وقدرت مستقل مُستمد منہ ہو شرک ہے۔ (۲) اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے (۳) اور جو اعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو، جائز ہے۔ خواہ وہ ممد منہ، حیی ہو یا میت۔ (۴) اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت نہ ہو مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ۔ (۵) ورنہ لغو ہے۔ یہ کل پانچ قسمیں ہیں" (بوادر النوادر ص ۱۸۲ از اشرف علی تھانوی، ادارہ اسلامیات لاہور۔ فتاویٰ امدادیہ ص ۹۹ جلد ۴ تھانوی)

☆ محمود الحسن دیوبندی "ایاک نعبد وایاک نستعین" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقی مدد مانگنا بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندے کو

محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ اس سے یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ (حاشیہ القرآن ص ۴)

☆شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ "ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانتِ ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔ (حاشیہ قرآن ص ۲)

لہذا معمولی سے معمولی دنیوی چیز کی طلب میں بھی اگر نظر اللہ کی عطا اور منع سے ہٹ جائے اور صرف بندے پر نظر رہے تو یہ شرک ہے اور بڑی سے بڑی نعمت کی عطا میں اگر نظر اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے اور غیر کو صرف عطا عباری میں واسطہ سمجھ لیا جائے تو یہ کفر و شرک نہیں ہے۔ بلکہ جائز ہے۔ آیئے اب ماتحت الاسباب میں بھی صرف اللہ تعالیٰ سے استمداد و استعانت پر چند حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

مدد صرف اللہ عزوجل کی

جب اللہ عزوجل نے خود ارشاد فرمایا کہ مجھ ہی سے مدد مانگو تو ہر طرح کی مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مانعین استمداد و استعانت اکثر کہہ دیتے ہیں کہ "کسی اسباب ظاہری کے تحت انسان سے مدد حاصل کرنا شرک نہیں لیکن اولیاء سے شرک ہے۔ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کا حکم ہے، دین کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد، نیک مسلمان نیک مسلمانوں کے مدد گار ہیں وغیرھما" اور اسی طرح دکان دار، حاکم و حکیم سے مدد لی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ماتحت الاسباب اور زندہ کی امداد ہے"

مانعین کے ان تمام شکوک وشبہات کے جوابات تفصیل ہم نے اس کتاب میں پیش کر دیئے ہیں۔ یہ ان کی ذاتی استدلات اور رائیں ہیں جو حجت نہیں ہے۔ قرآن وحدیث میں کہیں بھی واضح یہ تقسیم وفرق بیان نہیں کیا گیا۔ باقی یہ کہنا کہ ماتحت الاسباب زندہ سے مدد جائز ہے تو عرض ہے کہ ماتحت الاسباب اور حیات والے بھی بالذات حقیقی طور پر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بالذات حقیقی مدبر ومتصرف ہیں تو شرک وکفر ہے اور اگر واسطہ وذریعہ سمجھتا ہے تو بالکل جائز۔

☆اللہ عزوجل اور اس کے رسول مقبول ■ نے کہیں نہیں فرمایا کہ مافوق الاسباب چیزیں تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو اور ماتحت الاسباب چیزیں غیروں سے مانگا کرو، بڑی بڑی چیزیں تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو اور چھوٹی چھوٹی چیزیں غیروں سے مانگا کرو، اس نے بڑی نعمتوں کی عطا کے لحاظ سے اپنا نام رحمٰن رکھا اور چھوٹی نعمتوں کی عطا کے لحاظ سے رحیم۔ کما فسرھما المفسرون۔ تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے کہیں چھوٹی سی چیز مانگنے پر ناراض نہ ہو جائے۔ اس لئے نبی کریم ■ فرماتے ہیں ’’لیسئال احدکم ربه حاجته کلھا حتی شسع نعله‘‘ چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے رب تعالیٰ سے اپنی ہر ہر حاجت طلب کرے حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ بھی (اسی سے مانگے)۔

☆اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی ’’یا موسیٰ سلنی حتیٰ ملح قدرک و شراک نعلک‘‘ اے موسیٰ مجھ سے مانگ حتیٰ کہ اپنی ہنڈیا کا نمک اور اپنے جوتے کا تسمہ بھی (مجھ ہی سے مانگ)۔ (روح المعانی ج ا ص ۶۳)

رسول اللہ■ نے ارشاد فرمایا کہ " اذا سالت فسال اللہ و اذا استعت فا ستعن اللہ " جب تو سوال کرتو اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرو اور جب مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگ " (جامع ترمذی ، صفة القیامة، باب حدیث حنظلة ح ۲۵۱۶)

خود غیر مقلدین و دیوبندیوں کے امام اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب میں موجود ہے کہ " حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ■ نے ارشاد فرمایا " لیسئل احدکم ربه حاجته کلها حتیی یسئا له الملح و حتی یسا له تسمع نعله اذا انقطع " ہر ایک مسلمان کو اپنے رب سے اپنی ساری ضرورتیں مانگی چاہیں یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے (تقویتہ الایمان ۶۷، مشکوۃ کتاب الدعوات)

حصن حصین کے اندر حدیث ہے کہ " جب کسی کو خوف ہو تو یہ پڑھے " الھم الفناہ بما شئت " اے اللہ! تو ہمارے لئے کافی ہو جا اور اس کے شر سے بچا دے جس طرح تو چاہے " یہ حدیث صحیح ہے جسے حافظ ابو نعیم نے مستخرج علی صحیح مسلم میں روایت کیا ہے (صفحہ ۲۷۲ مترجم عاشق الہی بلند شہری دیوبندی)

" حسبنا اللہ و نعم الوکیل " اللہ ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے (بخاری ، ترمذی ، نسائی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ بحوالہ حصن حصین ۲۶۶)

ان روایات سے یہ معلوم ہوا ہو گیا کہ ہمیں ظاہری اسباب میں بھی توکل و یقین نہیں رکھنا چاہیے۔ اور ان اسباب ظاہریہ کے موجود ہونے کے باوجود ہمیں اللہ

عزوجل ہی سے مدد مانگنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ عزوجل تو ہر حال میں کافی وشافی ہے ۔ظاہری اسباب میں بھی کافی ہے، چھوٹی چھوٹی مشکلات میں بھی اور بڑی بڑی مشکلات میں بھی۔ ماتحت الاسباب ہوں یا مافوق الاسباب بس صرف اللہ عزوجل ہی کافی کارساز، حقیقی مددگار مدبر و متصرف بس وہی ہے۔

☆ خود مانعین نے لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الزھد" میں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک کتاب میں فرمایا ہے کہ، مجھے اپنی عزت کی قسم! جو شخص صرف مجھے ہی اپنا ملجاء و ماویٰ بنالے۔ اس کے بعد اگر ساتوں آسمان اور اس کے رہنے والے اور ساتوں زمینیں اور اس میں رہنے والے سب مل کر بھی میرے اس خاص بندے کے خلاف محاذ قائم کرلیں تو میں اپنے بندے کو پھر بھی ان کے جنگل سے بچالوں گا۔ اور جو شخص مجھے چھوڑ دے اور مجھ سے اعراض کرے تو میں تمام اسباب کو ختم کردوں گا اور اس کے قدموں تلے سے زمین نکال کر اس کو فضاء میں معلق کر دوں گا اور اسے اس کے نفس ہی کے سپرد کرکے چھوڑوں گا "خبردار! میں اپنے بندے کے لئے اکیلا کارساز ہوں جب تک میرا بندہ میری اطاعت وفرما نبرداری میں رہے گا میں اسے بغیر سوال کیے دیتا چلا جاؤں گا اور اس کی پکار سے پہلے اس کی دعا قبول کروں گا کیونکہ میں اس کی حاجت اس سے زیادہ جانتا اور سمجھتا ہوں (ھدایۃ المستفید الجز الثانی ۹۶۶)

■ غیر مقلدین کے امام شیخ الحدیث ابن تیمیہ کی کتاب الوسیلہ میں ہے کہ "حضور نے ابن عباس سے فرمایا" اے لڑکے! میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں۔ اللہ کو یاد رکھو وہ تیری حفاظت کرے گا، خوشحالی میں اپنے تئیں خدا کے سامنے پیش کرو وہ

تحق میں تجھے پہچانے گا، جب سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، جب مدد طلب کرے تو اللہ سے طلب کر" الخ" (کتاب الوسیلہ ۸۷ مترجم احسان الٰہی ظہیر)

مزید لکھتے ہیں کہ "مسند احمد" میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے ہاتھ سے اگر چابک گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے کہ اٹھا دو اور فرماتے میرے یار (حضرت محمد ■) نے منع کر دیا ہے کہ لوگوں سے کچھ سوال کروں۔ (صفحہ ۸۷)

صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ نبی ■ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت سے بیعت لی اور ان کے کان میں کہا کہ لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگنا۔ حضرت عوف ؓ کہتے ہیں ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ ہاتھ سے چابک گر جاتا مگر کسی سے نہ کہتے تھے کہ ذرا اٹھا دیجئے (کتاب الوسیلہ صفحہ ۸۸)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ "حسبنا اللہ و نعم الوکیل "حضرت ابراہیم نے اس وقت کہا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا تھا الخ (بخاری و نسائی بحوالہ ھدایۃ المستفید الجز الثانی ۹۶۹)

تو اللہ عزوجل تو ہر حال میں ہمیں کافی ہے چاہیے ظاہری اسباب ہوں کہ نہ ہوں۔ ظاہری اسباب ہونے کے باوجود بھی ہمیں اللہ عزوجل ہی سے استمداد و استعانت اور توکل کرنا چاہیے۔ خواہ دشمن سر پر کھڑا ہو ہمیں صرف اللہ عزوجل سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ

☆ "سرورِ عالم ■ قیلولہ فرما رہے تھے اور صحابہ کرام دو درختوں کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ ایک کافر شخص آنحضرت ■ کے سرِ اقدس پر جا کھڑا ہوا اور آپ کی تلوار میان سے نکال کر لہراتے ہوئے کہا "من یمنعک منی" اب تمہیں

میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے تو آپ ■ نے فرمایا ''میر اللہ! اتنا فرمانا تھا کہ تلوار کافر کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ لرزہ بر اندام ہو گیا۔ آپ ■ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر لہرائی اور فرمایا ''من یمنعک منی'' اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا تو اس نے کہا بس آپ ہی کرم کریں نا اور درگزر سے کام لو تو بچ سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ جیسا کہ مشکوۃ شریف میں متفق علیہ روایت موجود ہے (مشکوۃ شریف جلد دوم باب التوکل)

اگر تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا کوئی فرق ہوتا تو ان احادیث میں بیان ہو جاتا نیز نبی پاک ■ اس کافر کی منت وسماجت فرماتے اور عفو و درگزر کا مطالبہ کرتے جس طرح کہ اس نے اپنی ہلاکت آنحضرت ■ کے تحت الاسباب دیکھی تو منت وسماجت کرنے لگا مگر نبی ■ نے اپنی موت اور شہادت کو اس وقت بھی تحت الاسباب نہ سمجھا اور اللہ تعالیٰ پر نظر رکھی۔ لہذا تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا فرق سراسر غلط ہے حقیقی موثر اور مدبر و متصرف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور جس طرح ظاہری اسباب اشیاء کے ہوتے ہیں باطنی اسباب بھی ہوتے ہیں جہاں مادی اسباب موجود ہوتے ہیں روحانی اسباب بھی موجود ہوتے ہیں۔ تو یہاں سے ''ایاک نستعین'' واضح ہو گیا کہ ہر حال میں صرف مجھ ہی سے مدد مانگو۔ خواہ چور ڈاکوں یا بڑے سے بڑے دشمن کا خوف ہو۔ خواہ آگ لگ جائے، کچھ چیز اٹھانی ہو، کچھ ضرورت وحاجت ہو۔ صرف اللہ عزوجل ہی سے طلب کرنا چاہیے اور اسی پر توکل کرنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ ما تحت الاسباب میں غیر اللہ پر توکل رہے اور ما فوق الاسباب میں اللہ کی طرف رجوع کرو۔

الغرض اسباب ظاہرہ ہوں یا باطنہ ہوں یا روحانی دوائیں ہوں یا غذائیں اور حکیم

وڈاکٹر ہوں یا حکام وامراء اور انبیاء ورسل ہوں یا اولیاء واصفیاء یہ سب حقیقی موثر اور حقیقی مدبر و متصرف نہیں۔ حقیقی موثر و متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے اور باقی سب اس کے امر اور اذن سے ہی تاثیر کرتے ہیں اور تصرف و تدبیر بھی۔ کوئی دوائی کو مستقل موثر سمجھے تو بھی مشرک و کافر اور اور کوئی نبی وولی کو بھی مستقل موثر سمجھے تو بھی مشرک و کافر!

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ اگر معمولی سے معمولی دنیوی چیز کی طلب میں بھی اگر نظر اللہ کی عطا اور منع سے ہٹ جائے اور صرف بندے پر نظر رہے تو یہ شرک ہے اور بڑی سے بڑی نعمت کی عطا میں اگر نظر اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے اور غیر کو صرف کو صرف عطاء باری میں واسطہ سمجھ لیا جائے تو یہ کفر و شرک نہیں ہے۔ بلکہ جائز ہے۔ ظاہری اسباب میں بھی امداد و استعانت اسی کی ہوتی ہے لہذا ہمیں ظاہری اسباب میں بھی یہی یقین رکھنا چاہیے کہ یہاں بھی حقیقی متصرف و مدبر اللہ عزوجل ہی ہے۔ لہذا معمولی سے معمولی دنیوی چیز کی طلب میں بھی اگر نظر اللہ کی عطا اور منع سے ہٹ جائے اور صرف بندے پر نظر رہے تو یہ شرک ہے اور بڑی سے بڑی نعمت کی عطا میں اگر نظر اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے اور غیر کو صرف کو صرف عطاء باری میں واسطہ سمجھ لیا جائے تو یہ کفر و شرک نہیں ہے۔

﴿نماز میں اللہ اور باہر غیر اللہ؟﴾

اکثر معترضین کہتے ہیں کہ جب تم نماز کے اندر یہ کہتے ہو کہ "ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" تو پھر نماز سے خارج ہو کر اس کے خلاف کرتے ہوئے غیر اللہ سے مدد مانگنا شروع کر دیتے ہو۔ تو عرض ہے

کہ اس جہالت کا تفصیلی جواب پیچھے گزر چکا مزید صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ یہ

اعتراض خود مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ "ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" اس میں زندہ، مردہ، قریب و دور کی کوئی قید نہیں بلکہ ہر طرح کی استعانت صرف اللہ ہی سے مخصوص کر دی گئی ہے لہذا خود مخالفین بھی حکیم و حکماء سے مدد مانگ کر، مساجد و مدارس کیلئے چندے، جہاد کیلئے مالی امداد مانگ کر اس آیت کے خلاف کرتے ہیں کہ نہیں؟ نماز میں تو کہتے ہیں کہ "صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" لیکن خطرے وخوف میں پولیس والوں سے، بیماری میں ڈاکٹروں سے، امداد کی ضرورت ہو تو حاکم وقت وغیرہ سے بلکہ روزمرہ کی زندگی میں طرح طرح کی امداد میں مخالفین بھی غیر اللہ سے مانگتے ہو تو کیا تم بھی اس آیت کے خلاف عمل کر رہے ہو یا کہ صرف ہم سنیوں کے لئے ہی تمہارا یہ خود ساختہ فتوی ہے؟

دوسرا اس آیت میں حقیقی و مستقل استعانت کی بات کی جا رہی ہے اور وہ صرف اللہ وحدہ لاشرک کے ساتھ خاص ہے ورنہ خود مخالفین بھی اس فتویٰ کے زد میں آئیں گے لہذا یہ اعتراض کرنا معترضین کی جہالت یا کم علمی کا ثبوت یا پھر ضد و عناد کی وجہ ہے کیونکہ اس آیت کے تحت مذکورہ اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل عقل سلیم عطا فرمائے۔

﴿ایک اور جھلانہ اعتراض﴾

مانعین کہتے ہیں کہ کوئی ایسی آیت دلیل میں پیش کریں جو ماتحت الاسباب استعانت اور تعان پر مشتمل نہ ہوں۔ یہ تخصیص وتقیید بتلاتی ہے کہ تحت الاسباب استمداد اور استعانت انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان سے جائز ہے مثلاً بیماری کی صورت میں حکیم اور ڈاکٹر کی طرف مرجعت یا چوری اور

ڈاکہ کی صورت میں حاکم وسلطان کی طرف مراجعت وغیرہ ذٰلک جس طرح جائز ہے تو کیا ان امور میں اللہ تعالٰی کے رسل کرام علیہم السلام کی طرف یا اولیاء کرام کی طرف استغاثہ کیا جائے تو یہ بھی جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو وجہ فرق بتلائیں؟ نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بارگاہ میں ہزاروں مریضوں کی حاضری اور شفاء امراض کے لئے استغاثہ واستمداد جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کا حکم بتلائیں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مختلف بیماریوں اور تکالیف میں نبی اکرم ■ کی طرف استغاثہ اور آپ ■ کا لعاب دہن کے ذریعے دکھتی آنکھیں اور زخمی اور مردہ آنکھیں درست فرمانا اور ٹوٹی پنڈلیاں جوڑنا، وضو کے پانی سے صحابہ کرام کی غشی اور اغماء کو دور کرنے وغیرہ کا حکم بتلائیں؟ نیز میدان بدر میں اور غزوہ حنین میں کفار کی طرف مٹھی بھر مٹی پھینک کر انہیں پسپائی پر مجبور کر دینا ان کو شکست سے دوچار کر کے اہل اسلام کو فتح اور کامیابی اور غلبہ و کامرانی سے بہرہ ور فرمانا بھی پیش نظر رکھ کر اس امر کا فیصلہ دیا جائے کہ کیا استمداد کرنے والے مشرک ہو گئے یا نہیں؟ اور امداد و اعانت فرمانے والے اس فتوے کی زد میں آئے یا نہیں؟ اگر نہیں آتے اور یقیناً نہیں آتے تو ان کی یہ استمداد اور استعانت اوسباب عادیہ سے مافوق طریقہ پر تھی لہذا تحت الاسباب واستعانت اور فوق الاسباب کا تفرقہ لغو ٹھہرا اور اگر ان مقبولانِ بارگاہ کے کپڑے اور لعاب دہن اور مستعمل پانی وغیرہ بھی ایسے اسباب ہیں جن سے لوگوں کی شفاء اور تندرستی اور حل مشکلات اور قضا حاجات متعلق ہیں اور یہ صورتیں عالم اسباب و مسببات کے قبیل سے ہیں تو پھر فوق الاسباب کے نیچے کون سی صورتیں مندرج ہیں؟ ذرا ان کی وضاحت فرمائی جائے اور اللہ تعالٰی کے ساتھ کون سی استمداد و

استعانت مختص رو گئی اس کی نشاندہی بھی کی جائے لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مانعین ومنکرین نے اللہ تعالیٰ کو اعانت فرمانے سے معطل ہی کر دیا ہے۔

نیز جن امور میں استمداد و استعانت تحت الاسباب ہونے کی وجہ سے جائز رکھی گئی ہے ان میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد و بھروسہ لازم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان آیاتِ عامہ اور مطلقہ اور سبب تقیید بیان کریں۔

☆"واتقوا اللہ .وعلی اللہ فلیتوکل المومنون"(سورۃ المائدہ آیت ۱۱)

☆ان الحکم الا للہ .علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون"(یوسف آیت ۶۷)

وغیرہ ذلک، جن میں مطلق اہل ایمان کو ذاتِ باری تعالیٰ پر توکل کا حکم دیا گیا ہے اور اگر لازم وضروری ہے جیسے کہ آیاتِ کریمہ کا عموم واطلاق اس کا مقتضی ہے اور سید عالم ■ کے ارشادات"اعقلھا وتوکل علی اللہ "اونٹ کو رسی ڈال اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔(الدرر المنتثرہ بحوالہ ترمذی شریف)

ہاتھ سے چابک گر جانے پر کسی سے مدد طلب نہ کرنا، آگ میں ڈال دینے کے باوجود اللہ کو پکارنا نیز سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والی ستر ہزار کی سعادت مند جماعت کا اس اعزاز سے مشرف ہونے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمانا"ھم الذین لا یسترقون ولا یکتمون وعلی ربھم یتوکلون "وہ ایسے لوگ ہوں گے جو نہ منتر وغیرہ کراتے ہیں نہ داغ لگواتے اور آگ کے ساتھ علاج کراتے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں"وغیرہ ذلک"تو اسی طرح اسباب غیر عادیہ سے متمسک بھی اگر توکل اور اعتماد اللہ تعالیٰ

پر رکھے ان اسباب پر توکل اور اعتماد کلی نہ رکھے تو یہ صورت کیوں روا نہیں ہوگی؟

نیز جب ہر جگہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہوا تبھی اس پر توکل لازم اور ضروری ٹھہرا تو پھر تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا فرق لغو اور باطل ہو کر رہ گیا۔

اسی لئے میرے امام اعلیٰ حضرت نے کیا خوب ارشاد فرمایا اور یہ فرمان بالکل بجا ثابت ہو گیا

؎ حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

نیز قول باری تعالیٰ ''ایاک نستعین ''میں مطلقاً استعانت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس میں سے تحت الاسباب استعانت کا مخصص کون ہے؟ جبکہ علماء مفسرین نے اس آیت کریمہ کے تحت قدرتِ ممکنہ اور قدرت میسرہ کی عطا کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختصاص بیان کیا ہے اور حج کی قدرت ممکنہ میں سواری اور زادِ راہ میں داخل ہے تو کیا کسی سے سواری طلب کرنا اور مطلوبہ رقم مانگ لینا بھی شرک قرار پائے گا یا نہیں؟ اگر شرک ہے تو مانعین اور ان کے اکابرین جو ایسے امور خیر میں لوگوں کی امدادیں قبول کرتے ہیں مشرک ٹھہرے اور اگر نہیں تو آیت کریمہ میں اختصاص ظاہری استعانت کا نہیں بلکہ حقیقی استعانت کا جو کہ اسبابِ ضروریہ کی تخلیق و ایجاد کے لحاظ سے ہوگا اور حقیقی تملیک اور تفویض کے اعتبار سے اور اس طرح اسبابِ عادیہ اور غیر عادیہ میں فرق کرنا بالکل غلط ہو جائے گا اور قول باری تعالیٰ 'تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان' (المائدہ آیت ۲) میں نیکی اور تقویٰ پر باہم امداد و اعانت کا حکم دیا گیا ہے اور اثم و عدوان میں تعاون سے منع کیا گیا ہے۔ اگر اثم و عدوان میں تعاون کا ممنوع ہونا تحت الاسباب کی قید کے ساتھ

مقید نہیں تو بر وتقویٰ میں تعاون تحت الاسباب کی قید کے ساتھ مقید کیونکر ہوگا۔

فرعونی جادوگروں نے فرعون کی امداد و اعانت تلوار اور تیر و تفنگ کے ساتھ نہیں بلکہ جادو سے کی اسی طرح بلعم بن باعور نے عمالقہ کی امداد و اعانت تلوار اور تیر و تفنگ کے ساتھ نہیں بلکہ اسم اعظم کے ذریعے کرنے کی ٹھانی تھی پھر اس کا انجام کیا ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بر وتقویٰ پر امداد و اعانت نہ کی اور ذلیل و خوار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے کو کتے کی مانند قرار دیا اور فرمایا "مثلہ کمثل الکلب"۔ لہذا تعاون و امداد کے جواز کو تحت الاسباب کے ساتھ مخصوص ٹھہرانے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا غزوہ بدر اور غزوہ حنین میں کفار کی طرف مٹھی بھر مٹی پھینک کر انہیں میدان سے بھگانا اور اہل اسلام کو فتح و نصرت سے بہرہ ور فرمانا۔ حضرت ابوہریرہ کی والدہ کی ہدایت کے لئے دعا کر کے ایمان سے بہرہ ور کرانا اور حضرت ابو محذورہ کے سینے پر ہاتھ پھیر کر ان کے دل سے کفر کو زائل کر کے نور ایمان سے منور کرنا وغیرہ ذٰلک بر وتقویٰ پر تعاون ہے اور اسباب عادیہ سے ماوراء طریقہ پر ہے۔

نیز پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نمک کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ سے سوال اور استعانت کرو۔ چابک گر جائے تو خود ہی اٹھاؤ اور علامہ آلوسی کا قول بھوسی کا تنکہ اور پہاڑ کا اٹھانا برابر ہے اگر اللہ تعالی کی مدد شامل حال نہ ہو (تفسیر روح المعانی) اور علامہ علی قاری کا ارشاد کہ نہ پانی سیراب کر سکتا ہے نہ روٹی سیر کر سکتی ہے اور نہ آگ جلا سکتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو ثابت ہوا کہ حقیقی معاون و مددگار ما تحت الاسباب اور فوق الاسباب میں اللہ تعالیٰ ہے اور عالم اسباب و مسببات کا باہمی ربط و تعلق کے تحت کہیں اسباب

عادیہ سے مسببات تعلق ہوتے ہیں اور کہیں غیر عادیہ سے ان کا ارتباط اور تعلق ہوتا ہے۔

الغرض تحت الاسباب استمداد و تعاون پر مشتمل آیات نہ ہونے کی تقیید اور تحت الاسباب وفوق الاسباب کا فرق بھی سر سر ہیرا پھیری ہی ہے۔ دنیائے تحقیق میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کروڑوں حصے دار اور شریک بنانے کے مترادف ہے اور مجوسیوں اور ثنویہ فرقہ کی تقلید و اتباع ہے۔ (مفہوم گلشن تو حید و رسالت ۲۸۰ شیخ الاسلام مناظرہ اہل سنت اشرف علی سیالوی)

وہابیوں کی عجیب ہیرا پھیری

مانعین کی یہ عجیب منطق ہے کہ "ایاک نستعین" پڑھ کر مافوق الاسباب کو تو شرک و نا جائز تو قرار دیا جاتا ہے لیکن ماتحت الاسباب کو جائز کہتے ہیں۔ حیات میں قریب سے مدد تو صحیح و جائز لیکن بعد حیات میں دور سے مدد نا جائز قرار دیتے ہیں، بعد الوصال شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔

مانعین کہ مافوق و ماتحت، حیات و ممات قریب و دور کی شق انتہائی لغویت پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن و احادیث کی لاعلمی کی بھی دلیل ہے۔

قرآن فرماتا ہے "فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین. فلما نجهم الی البر اذا هم یشرکون "پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں (العنکبوت ۶۵ پ ۲۱)

اسی آیت کی تفسیر میں کہ حضرت عکرمہ نبی پاک ﷺ کی گرفت سے بچنے کی خاطر فرار

ہوکر حبشہ کی طرف کشتی میں بیٹھے، اور کشتی گرداب میں پھنس گئی تو کشتی میں سوار لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ پورے خلوص کے ساتھ رب سے دعائیں کرو۔اس لئے کہ یہاں اس کے علاوہ کوئی بھی نجات دینے والانہیں۔حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ اگر یہاں سمندر میں اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔۔۔اس لئے جب وہ بچ گئے تو مسلمان ہو گئے (ابن کثیر، سیرت محمد بن اسحاق بحوالہ تفسیر القرآن شاہ فہد صفحہ ۱۱۲۲ مفہوم)

اسی طرح کہیں سورتوں میں یہ مضمون موجود ہے کہ جب مشرکین کو طوفانوں سمندروں اور دیگر مشکلات میں کوئی ظاہری اسباب نظر نہیں آتا تو اللہ عزوجل کو پکارتے لیکن جب خشکی کی طرف لوٹ آتے بتوں کے سامنے آجاتے، ماتحت الاسباب غیر اللہ کے سامنے آجاتے تو پھر اللہ عزوجل کو بھول جاتے اور ان سے مدد چاہتے۔جیسا کہ پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرئیل آیت ۶۷ میں بھی موجود ہے۔

تو مانعین انصاف سے بتلائیں کہ کیا کفار و مشرکین بھی مافوق الاسباب میں اللہ کو نہیں پکارتے تھے؟ یقیناً پکارتے تھے لیکن جب تحت الاسباب، جب خشکی کی طرف لوٹ آتے تو اللہ عزوجل کو چھوڑ کر غیروں پر بھروسہ کرنے لگ جاتے تو اب مانعین اور مشرکین کے نظریے میں کیا فرق رہا؟ وہ بھی تحت الاسباب میں غیر اللہ کو مدبر و متصرف سمجھتے اور مافوق الاسباب میں اللہ عزوجل کو پکارتے اور مانعین بھی یہی دعویٰ کر رہے ہیں۔

﴿مانعین اور اہل سنت کے نظریے میں فرق﴾

لہذا مانعین کا اللہ تعالیٰ کو صرف فوق الاسباب میں مدبر و متصرف ماننا اور تحت الاسباب امور میں غیر اللہ کو مدبر و متصرف ماننا مجوسیت کے مترادف ہے اور ہم اہل سنت ہر ہر شئی میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو موثر حقیقی مانتے ہیں نہ آنکھ کو دیکھنے میں موثر، نہ کان کو سننے میں موثر، نہ پانی پیاس بجھانے میں موثر نہ روٹی بھوک دور کرنے میں موثر نہ آگ جلانے میں موثر بلکہ ان تمام امور میں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اگر امور عادیہ میں ظاہری اسباب ہیں تو خوارق عادات میں بھی اسباب غیر عادی ہوتے ہیں لہذا ہر جگہ سلسلہ اسباب و مسببات ہی قائم ہے اور انبیاء و اولیاء کی دعاؤں سے اور ہاتھ پھیرنے یا ان کے کپڑوں کے ذریعے بینائی اور شفاء ملنا بھی اسباب سے متعلق ہیں نہ کہ اسباب ماوراء۔ لہذا ماتحت و مافوق کی تاویل صرف اور صرف ہیرا پھری ہے۔

دوسری بات حیات اور قریب یا ممات و بعید کی قید بھی ہیرا پھری ہے۔ کیونکہ اگر کسی شخص کو مستقل موثر سمجھ کر قریب سے پکارا جائے تو کیا یہ شرک نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص امر کو غیر اللہ میں ثابت کرنے کے لئے قریب اور بعید، زندہ اور فوت شدہ کا فرق روا ہو سکتا؟ شرک تو ہر حال میں شرک ہوتا ہے نہ کہ قریب میں نہیں ہوتا دور سے شرک بن جاتا ہے اور زندہ میں شرک نہیں بنتا لیکن فوت شدہ میں شرک بن جاتا ہے لہذا قریب و دور اور زندہ اور فوت شدہ میں فرق جائز رکھنا سراسر ہیرا پھیری ہے۔

الحاصل ہمارے نزدیک غیر اللہ کو پکارنا خواہ قریب و حیات ماتحت الاسباب ہی کیوں نہ ہو اگر خدائی صفات اور مستقل مدبر و متصرف سمجھ کر ہے تو سراسر شرک ہے۔ لیکن اگر (باذن اللہ) اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ صفات کمال اور خدا داد تدبیر و

تصرف کے تحت ہے تو خواہ وہ دور سے بعد الوصال مافوق الاسباب ہی کیوں نہ ہو بلکل جائز ہے۔ہمارے عقیدہ میں اس حیات وقریب وغیرھما کی ایچ پیچ اور ہیراپھری کی قطعاً گنجائش نہیں۔

حیات میں استمداد و استعانت

یہاں تک تو مافوق الاسباب و ماتحت الاسباب کی بحث تھی جس کی مختصر اوضاحت پیش کی دی گئی ہے۔اب ہم پہلے ''قریب وبعید انبیاء واولیاء کرام کا یکساں دیکھنا سننا اور استمداد اور استعانت'' اور پھر''بعد الوصال قریب و بعید استمداد و استعانت''پر چند دلائل وبرہان بیان کریں گے۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

سب سے پہلے یہاں مانعین کے اس شک کا ازالہ کردینا مناسب سمجھتے ہیں کہ دور سے انبیاء واولیاء کرام علیہم السلام دیکھ سن نہیں سکتے ۔اور یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ان عظیم ہستوں کی قوتِ سماعت و بصارت میں قریب وبعید کا فرق کرنا لغو وبطل ہے کیونکہ وہ بعید سے بھی ویسے ہی دیکھتے سنتے ہیں جیسے کہ قریب یا پاس سے دیکھتے سنتے ہیں۔

۱ دور کی چیزیں معلوم کرنا

(ا) اللہ عزوجل کی عطا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو وہ چیزیں بتلادیتے تھے جو لوگ کھا کر آتے یا دور دراز اپنے اپنے گھروں میں رکھ کر آتے ۔چنانچہ فرماتے ہیں۔

''وانبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم' اور میں تم کو بتلادیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا (کر) آتے ہو اور جو رکھ کر آتے ہو (پارہ ۳ آل عمران آیت ۴۹)

معلوم ہوا کہ نگاہِ عیسیٰ علیہ السلام دیوار سے پار ہوتی ہوئی لوگوں کے دور دراز گھر میں موجود رکھے ہوئے کھانوں تک بھی پہنچ جاتی تھی اور لوگوں کے پیٹوں میں موجود کھانے جو وہ گھروں میں کھا کر آتے تھے وہ بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتے۔

۲﴾حضرت سلیمان کا دور سے دیکھنا و سننا﴿

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں موجود ہے کہ "حتی اذا اتوا علی واد النمل ،قالت نملة یا یھاالنمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمن و جنوده وھم لا یشعرون o فتبسم ضا حکا الخ "''یہاں تک کہ حضرت سلیمان چیونٹیوں کی وادی پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھر میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تو حضرت سلیمان اسکی بات سن کر مسکرا کر ہنسے۔(پارہ ۱۹ النمل، ۱۷، ۱۸)۔

اسی آیت کے تحت قرآن پاک کی معتبر تفاسیر معالم التنزیل ۳:۴۱۱۔روح المعانی ۱۰:۶، ۱۷۔روح البیان ۶:۳۴۴، جلالین ،جمل ۳،مظہری اور مدارک ۳:۳۸۰ میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے چیونٹی کی آواز تین میل دور سے سن لی تھی۔تو قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دور سے آوازیں سن سکتے ہیں بلکہ جانوروں ،پرندوں اور دیگر مخلوقات کی آوازیں بھی سن سکتے ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر ،خازن ،جمل اور صاوی میں ہے۔

۳﴾حضرت موسیٰ کا دور سے دیکھنا و سننا﴿

■

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "لما علم الله موسی کان یعرد دبیب النمل علی الصفا فی لیلة الظلماء من مسیدة عشرة فراسخ" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اندھیری رات میں صاف پتھر پر دس فرسخ کے فاصلے سے چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔

(المعجم الصغیر امام طبرانی ۱ : ۲۲ ، فردوس الاخبار امام ویلمی ۱۱۳ ۷۴،شفاء مع نسیم الریاض جلد اول ۳۸۱)علامہ الدمیری فرماتے ہیں "وروی الدارقطنی والطبرانی فی عجم الاوسط عن ابی هریره ۔۔اور دار قطنی او رطبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔(حیاۃ الحیوان الکبریٰ ۲:۷۶ ۳)

☆امام شہاب الدین خفاجی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں "جب یہ قوتِ بصارت کلیم اللہ کو۔۔تجلی کے ساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا ■ کے لئے معراج کے بعد (جب نبی پاک ﷺ نے اللہ کو جاگتی آنکھوں سے دیکھا تو) اس کے بعد کیا حال ہوگا۔(نسیم الریاض شرح شفا ۱:۳۸۱)مزید آگے چلنے سے پہلے چند حوالہ جات میں نبی پاک ■ کے غلاموں کی قوتِ سماعت و بصارت کا مطالعہ کر لیجیے۔

۴﴿ آسمان سے حوروں کا زمین پر دیکھنا سننا﴾

حدیث شریف میں ہے کہ "جب رات کو خاوند بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ

انکار کردیتی ہے تو آسمانوں میں فرشتے ساری رات اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں "قال رسول اللہ ﷺ اذا دعا الرجل امرتہ الیٰ فراشہ فابت فبات غضبان لعنتھا الملٰئکہ حتیٰ تصبح" (متفق علیہ)

☆ دوسری روایت اس طرح ہے "الا کن الذی فی السماء سا خطا علیھا حتیٰ یرضیٰ عنھا" کہ آسمان والا ہر فرد اس پر ناراض ہوتا ہے یہاں تک کہ خاوند اس سے راضی ہو جائے (تب وہ بھی راضی ہو جاتے ہیں) "مشکوۃ"۔

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ■ نے فرمایا "لا تو ذی امرئۃ زوجھا فی الدنیا ۔الا قالت روجتہ من الحور العین لا تو ذیہ قاتلک اللہ فانما ھو عندک دخیل یو شک ان یفارقک الینا" جب کوئی عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذاء اور تکلیف دیتی ہے تو حورعین میں سے اس کی بیوی اس کہتی ہے اسے تکلیف نہ دے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے وہ تیرے پاس چند روز مہمان ہے عنقریب وہ تجھ سے جدا ہو کر ہماری طرف آنے والا ہے۔ (راوہ الترمذی و ابن ماجہ و مشکوۃ)

☆ جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی اپنی کتاب "بہشتی زیور" شوہر کے حقوق صفحہ ۳۰ میں یہی الفاظ لکھے۔

وہ جنتی حور جس کا زوجیت والا تعلق ابھی قائم نہیں ہوا بلکہ مدت مدیدہ کے بعد قائم ہونا ہے اور وہ حور جنت کی بلندیوں پر موجود ہے مگر اتنی دور سے دنیا میں بیوی کے خاوند سے جھگڑنے کا اسے علم ہو جاتا ہے اور اپنے ہونے والے خاوند کی ایذاء اور تکلیف پر مطلع ہو جاتی ہے اور غم و غصہ کا اظہار کرتی ہے اور ملائکہ کو بیوی

کے خاوند سے ناراض ہونے کا علم بھی ہو جاتا ہے اور خاوند کو ناراض کرنے کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں حالانکہ ان کا اس عورت کے خاوند سے اتنا قریبی تعلق نہ ہوتا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے جتنا کہ نبی کریم ■ کو اپنی امت سے اور مشائخ عظام کو اپنے مریدین و متوسلین سے اور ارواح کو اپنے ابدان اور اپنے خویش و اقرباء اور دوست واحباب سے اور ایصال ثواب کرنے والوں سے اور رہر وقت دعائیں کرنے والوں سے ہے۔ بلکہ وہ تو سراسر روحانی تعلق بھی ہے جو اکمل ترین ہے اور سراسر اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہے تو پھر ان کو بیخبر اور غافل سمجھنا کیونکر درست ہو سکتا ہے اور بالخصوص سید الانبیاء ■ کا امت سے کامل تر تعلق ہے اور "بالمومنین رؤف الرحیم" کی شان کے بھی مالک ہیں جس طرح رحمۃ للعالمین کی شان کے مالک ہیں پھر آپ ■ امت سے بے تعلق کیونکر ہو سکتے ہیں اور آپ کے حق میں بیخبری اور لاعلمی کا دعویٰ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

﴿اولیاء اللہ کیلئے قریب و بعید کچھ نہیں﴾

صحیح بخاری شریف حدیث قدسی میں ہے کہ "عن ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الیٰ مما افتر ضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الیٰ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا ولئن سئلنی لا عطینہ ولئن استعاذنی لا عیذنہ الحدیث"

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ■ نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے۔ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اپنی پناہ ضرور دیتا ہوں۔(بخاری شریف جلد ثانی باب التواضع، مشکوۃ باب الذکر ہ والتقرب الی اللہ)

اور بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے ''ولسانہ الذی یتکلم بہ'' میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ کلام کرتا ہے'' اور بعض روایات میں ہے کہ'' وفوادہ الذی یعقل بہ'' اور میں اس کا دل و دماغ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ علم و ادراک اور فہم و دانش حاصل کرتا ہے۔ اور بعض میں یہ اضافہ ہے ''فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی'' پس وہ میرے ساتھ سنتا ہے اور میرے ساتھ ہی دیکھتا ہے اور میرے ساتھ ہی پکڑتا ہے اور میرے ساتھ ہی چلتا ہے''(عمدۃ القاری ج ۱۵ص ۵۷۷ وغیرھما)

اس حدیث قدسی سے واضح ہوا کہ فرائض کی پابندی اور نوافل کی کثرت سے بندہ مقام محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور ہو جاتا ہے اور

وہی انوار اس کے حواس اور اعضاء و آلات بن جاتے ہیں اور جب حقیقتِ حال یہ ہوئی تو لامحالہ اس کا دیکھنا سننا اور چلنا، پہنچنا اور پکڑنا، بولنا اور سوچنا لامحالہ عام لوگوں سے مختلف ہوگا اور چونکہ یہ انوار مقام محبوبیت کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتے ہیں اور بندہ محبوب وفات و وصال کے بعد بھی محبوب ہوتا ہے تو وفات وصال کے بعد بھی اس کے علوم و ادراکات اور شعور و احساسات اور قدرتیں اور طاقتیں عام اہل اسلام سے زائد اور فائق اور قوی تر اور موثر ترین ہوں گی۔ اب اس حقیقت کی تصریح علماء اعلام اور مقتدایانِ انام کی زبانی سماعت فرمائیں۔

☆اس حدیث کے تحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے "کنت له سمعا و بصرا" فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن سکتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور و قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے (تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی)۔

﴿نوٹ﴾

مزید اگر کسی مخالف کو اس حدیث کی وضاحت کی ضرورت ہو تو اس حدیث کے تحت مناظر اسلام حضرت علامہ اشرف علی سیالوی صاحب کی کتاب "گلشن توحید و رسالت جلد ۲ ص ۲۲۳ پر ملاحظہ کرے۔

﴿اولیاء بھی غریب نواز و داتا﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام قریب و دور سے بندوں کی آوازیں سنتے

ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں۔ اور اگر اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہ اپنے رب عزوجل سے کچھ مانگتے ہیں تو اللہ عزوجل انھیں ضرور دیتا ہے۔ اور جب اللہ ان کو دیتا ہے تو ہم ان اولیاء کرام کو وسیلہ بناتے ہیں اس لئے کے وہ غریب پر مہربان، غریب پر نوازش کرنے والے، غریب پر عنایت کرنے والے، غریبوں پر رحم کرنے والے (غریب نواز) اور سخی (داتا) بھی ہوتے ہیں۔ وہابیہ کی طرح کنجوس نہیں ہوتے ہیں کہ مدرسے کا چندہ لیتے وقت شرک نہیں لیکن غریب مسلمانوں کی مدد کرتے وقت شرک نظر آجاتا ہے۔ اس لئے تو منکرین کے فرقے میں کوئی غوث نہیں ملے گا، داتا نہیں ملے گا غریب نواز نہیں ملے گا، مشکل کشا نہیں ملے گا۔ اسلئے کہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا (ترجمہ) ''اور جسے اللہ لعنت کرے تو ہرگز اسکا کوئی یار (مددگار، مشکل کشاہ، غوث) نہ ہوگا (النساء۵۲)

اب اس آیت کی طرف دوبارہ توجہ کیجئے کہ ''تمھارے مددگار اللہ و رسول اور ایمان والے ہیں'' تو اب قریب و دور یا ماتحت یا مافوق ہر طرح کی مدد کرسکتے ہیں جیسا کہ آصف بن برخیا علیہ السلام والے واقعہ سے ثابت ہوچکی۔

۶ نور فراست سے دیکھتے ہیں

امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے قرآن پاک میں موجود قول باری تعالیٰ ''ان فی ذلک لایت للمتوسمین'' کے تحت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے ''قال رسول اللہ ﷺ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قراء ان فی ذالک لایت للمتوسمین'' یعنی نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ

ہے) بیشک اس میں آیات اور دلائل ہیں آثار اور علامات کے ساتھ استدلال کرنے والوں کے لئے۔

اور امام ترمذی نے بعض اہل علم کے حوالے سے متوسمین کی تفسیر متفرسین کا ذکر فرمایا: یعنی نور فراست کر لینے والوں کے لئے دلائل و امارات ہیں (جامع ترمذی ابواب التفسیر ۲، تفسیر ابن کثیر ۲/ ۵۷۲، تفسیر درمنثور ۴/ ۱۰۳، تفسیر ابن جریر ۱۴/ ۳۱)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں اسی حدیث (مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) کو لکھا اور فرمایا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان۔ مترجم ۱۰۷۔ ابن تیمیہ)

☆علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح البخاری جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۳ مین ابن السمعانی کے حوالے سے اس حدیث ''مومن کی فرست سے ڈرتے رہو'' کے متعلق فرماتے ہیں ''ونحن لا ننکر ان اللہ یکرم عبدہ بزیادۃ نور منه یزداد به نظرہ و یقویٰ به رایه (الیٰ) و انما ھو نور یختص اللہ به من یشاء من عبادہ .الخ '' اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ محبوب کو نوازتا ہے ایسے زائد نور کے ساتھ کہ جس کی بدولت اس کی نظر اور بصارت و بصیرت ترقی پا جاتی ہے اور رائے او رنظر یہ قوی ہو جاتا ہے (تا) اور یہ ایسا نور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مخصوص ٹھہراتا ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے۔ (فتح الباری) ﴿مزید تفصیل اشرف علی سیالوی کی ''گلشن توحید و رسالت جلد ۲ ص ۲۰۲ میں ملاحظہ کیجئے﴾

۷ سیدنا فاروق اعظم ﷺ کا دور سے مدد کرنا ﷺ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہاوند کی سرزمین میں جہاد کے لئے روانہ فرمایا (مقام نہاوند مدینہ منورہ سے تقریباً تین ہزار میل کے فاصلے پر تھا) اور یہاں مدینہ شریف میں حضرت عمر فاروق مسجد نبوی شریف کے منبر پر بیٹھے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک یہ ارشاد فرمانے لگے "یا ساریہ الجبل" یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف (اپنی پیٹھ کر لو)۔ حاضرین مسجد نے یہ بات نوٹ کر لی۔ اور جب حضرت ساریہ کا قاصد واپس آیا تو اس نے یہ خبر دی کہ میدان جنگ میں جب کفار سے مقابلہ ہوا تو ہم کو شکست ہونے لگی۔ اتنے میں ناگہاں ایک پکارنے والے (حضرت عمر) کی آواز سنی جو چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ اے ساریہ تم پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کر لو۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز ہے یہ کہا اور فوراً ہی انہوں نے اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پشت کر کے صف بندی کا حکم دیا اور اس کے بعد جو ہمارے لشکر کی کفار سے ٹکر ہوئی تو اچانک جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا اور دم زدن میں اسلامی لشکر نے کفار کی فوجوں کو روند ڈالا اسلامی لشکر کے قاہرانہ حملوں کی تاب نہ لا کر کفار کا لشکر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور افواج اسلام نے فتح مبین کا پرچم لہرا دیا۔ "مفہوم" اس حدیث کو مندرجہ ذیل کتب میں دیکھا جا سکتا ہے

[۱] مشکوۃ شریف باب الکرامات۔ [۲] دلائل النبوۃ۔ امام بیہقی

۲/ ۳۷۰.[۳]دلائل النبوۃ۔امام ابی نعیم ۲/ ۵۸۱.[۴]کتاب الاعتقاد۔امام بیہقی ۳۰۳.[۵]شرح اصول اعتقاد اھل السنتہ الجماعتہ۔امام لاکائی ۷/ ۱۳۳۰.[۶]طبقات اشافعیہ الکبری۔تاج الدین السبکی ۲ / ۳۲۴.

[۷]تاریخ الخلفاء۔[۸] کتاب الاثار۔عبدالملک بن محمد الخرکوشی ۷۴،ص ۳۶۲ ۔[۹] حجۃ اللہ۔

[۱۰]اور امام شامی فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ اثر صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔یا ساریہ الجبل (اجابۃ الغوث فی رسائل ابن عابدین ۲/ ۲۷۹)۔[۱۱]وقال الحافظ ابن کثیر ھذا اسناد جید حسن اور حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کی سند پختہ اور حسن ہے (البدایہ و النھایہ ۷/ ۱۳۱)۔

[۱۲]اور غیر مقلدین اہلحدیث کے نواب صدیق الحسن بھوپالوی نے تحریر کیا ہے کہ ''چنانچہ لوگ اب تک اس غار کو معظم جان کر تبرک حاصل کرتے ہیں۔میں کہتا ہوں قصہ ساریہ کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں لالکائی نے شرح السنتہ میں اور دیر عاقولی نے فوائد میں اور ابن الاعرابی نے کرامات اولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک عن ابن عمر سے روایت کیا ہے ۔الفاظ کا کچھ فرق ہے۔حافظ ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اسنادہ حسن۔(تکریم المومنین بتقویم مناقب خلفاء الراشیدین ص ۶۱)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ ''اخرجہ البیھقی فی دلائل النبوۃ

وغیرہ والف القجب الحلبی جزءاً فی صحتہ،الدرالمنتشرة فی الاحادیث المشتہرة علیٰ حاشة الفتاویٰ الحدیثہ" امام بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ میں ذکر فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی اور قطب حلبی نے اس کی صحت ثابت کرنے کے لئے ایک جز تالیف کیا ہے (صفحہ ۲۷)۔

اور خصائص الکبریٰ میں نبی اکرم ■ کے وصال شریف کے بعد آپ ■ کی امت میں غزوات وغیرہ میں ظاہر ہونے والی نشانیوں اور خوارق عادات کے تحت اس کو ابن سعد کے حوالے سے حضرت نافع مولی بن عمر اور زید بن اسلیم ■ سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کو ذکر فرمایا اور بتلایا کہ اس واقعہ کو واقدی ار و سیف بن عمر نے نقل کیا۔

" واخرجها البیهقی فی دلائل و اللالکائی فی شرح السنة والزین عاقولی فی فوائده وابن الا عرابی فی کرامات الاولیاء من طریق ابن و هب عن یحییٰ بن ایوب عن ابن عجلان عن نافع عن بن عمر (الیٰ) وهو اسناد حسن ورویٰ ابن مردویه من طریق میمون بن مهران عن بن عمر ۔(یعنی) امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لالکائی اور شرح السنہ میں اور زین عاقولی نے اپنے فوائد میں اور ابن الاعرابی نے کرامات الاولیاء میں ابن وہب، یحییٰ بن ایوب، ابن عجلان نافع کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور یہ اسناد حسن ہے اور ابن مردویہ نے بھی اس کو میمون بن مہران کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ۔(جلد۲ص۲)

الغرض حافظ ابن حجر اور قطب حلبی نے اس روایت کی تحسین اور تصحیح فرمائی ہے اور قطب حلبی نے تو اس کی تصحیح کیلئے رسالہ تالیف فرمایا اور دیگر اکابر نے بھی اس کو اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا اور اپنی کتب میں نقل کیا اس کے بعد اس میں شک وشبہ کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے اور اس کی تضعیف وغیرہ کی سعی لاحاصل اور بے فائدہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

علامہ ابن الجوزی الوفاء میں فرماتے ہیں "**لقد فاضت اشعة معجزاته علیٰ اصحابه فکتب عمر الیٰ نیل مصر و نادیٰ ساریه فاسمعه** "یعنی آنحضرت ■ کے آفتابِ معجزات کی شعاعیں آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر منعکس ہوئیں اور وہ بھی ارباب کرامات بن گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیل مصر کو خط لکھ کر جاری کر دیا اور ساریہ کو نداء دی اور سنوا (کر کفار کے نرغہ سے نکال کر فتح سے مشرف فرمادیا) (الوفاء صفحہ ۳۵۲)

نیز علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق پانچ سو فرسخ (پندرہ سو میل) سے بھی زائد فاصلہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اور لشکر اسلام کی امداد فرمائی اور جب اتنی طویل مسافت سے کسی کا امداد دینا صحیح ہے تو ان سے امداد لینا بھی درست ہے کیونکہ جو امداد و اعانت اللہ عزوجل کے شایانِ شان ہے وہ اور ہے اور جو مقبولانِ بارگاہ کے لائق ہے وہ اور ہے اور امداد کے طالب کا اپنے معاون و مددگار کا مشاہدہ کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف مغیث اور فریادرس کا مطلع ہونا ضروری ہے اور اولیاء کرام و انبیاء کرام اور مقبولان بارگاہ کا انوارِ الٰہیہ کے ساتھ منور ہونے کے بعد قریب و بعید سے سن سکنا اور دیکھ سکنا واضح ہو چکا ہے (گلشن توحید و رسالت صفحہ ۴۸۷)

اس دلیل پر اعتراضات کے جوابات

(۱) یہ تو صرف زندہ کے بارے میں ہے لہذا زندہ کا غائب مردہ سے استعانت کرنا قیاس مع الفارق ہے وغیرہما۔ (۲) حضرت ساریہ کے گمان میں بھی امداد حاصل کرنا نہ تھا (۳) یہ مدد دینے والے کا غایبانہ پکارنا ثابت ہوگا نہ کہ مدد طلب کرنے والے کا۔

جواب: (۱) تو عرض ہے کہ کسی آیت وحدیث سے یہ فرق ثابت نہیں کہ زندہ سے مدد جائز ہے اور مردوہ سے کفر وشرک۔ کیا زندہ کو خدائی صفات میں شریک ماننا جائز ہے صرف فوت شدہ کو شریک ماننا جائز نہیں ہے؟ اور زندہ کی عبادت جائز ہے صرف فوت شدہ کی جائز نہیں ہے؟ ایاک نعبدو ایاک نستعین مین عبادت اور استعانت کا اختصاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گیا ہے اس میں زندہ ومردہ اور قریب وبعید او رفوق الاسباب اور تحت الاسباب کا فرق کرنا اپنے قیاس سے نص قرآن کے عموم واطلاق کو مقید ومخصوص ٹھہرانے کے مترادف ہے جو سراسر لغو اور باطل ہے۔

نیز حقیقی معاون ومددگار اور فاعل ومتصرف تو اللہ تعالی ہے اور ظاہری طور پر سیت مغیث اور ممد ومعاون روح ونفس ہوتا ہے اور روح دائم وباقی ہوتا ہے اس پر موت وارد ہی نہیں ہوتی موت تو صرف بدن پر طاری ہوتی ہے اور ہماری کتاب میں یہ بیان ہو چکا کہ زندہ کی روح کیلئے بدن کچھ نہ کچھ حجاب او ررکاوٹ بنا رہتا ہے لیکن فوت ہونے کے بعد وہ مکمل طور پر آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں لہذا وہ ملاء اعلیٰ میں شامل ہو مدابرات امر او رکارکنان قضاء قدر سے دور ہو جاتا ہے لہذا یہ حیات وممات کا جواب سراسر دھوکہ

دہی اور فریب کاری پر مبنی ہے اور روح اور روحانی شخصیات کے مقام و مرتبہ سے غفلت پر مبنی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہنا ہے کہ "حضرت ساریہ کے گمان میں بھی امداد حاصل کرنا نہ تھا یا ساریہ کو آواز سننے سے قبل یہ وہم بھی نہیں ہوا ہوگا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استعانت کرنی ہے" تو عرض ہے کہ اس سے یہ کب لازم آیا کہ اس کے بعد بھی ان کو یہ وہم بلکہ اعتقاد پیدا نہ ہوا ہو۔ حقیقتِ حال اور واقعی مرتبہ و مقام معلوم نہ ہونے کا حکم جدا ہے اور مرتبہ اور حقیقتِ حال اور صورتِ واقعہ کا علم ہونے کے بعد کا حکم جدا ہے۔

وہی نوجوان اور نوخیز جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے "یا ساریۃ الجبل الجبل" سن کر ان پر زبانِ طعن و تشنیع دراز کرنے لگے تھے جب حقیقتِ حال پر مطلع ہوئے تو آپ کی عظمت خداداد کے گن گانے لگے اور کہنے لگے "دعوا ھذا الرجل فانہ مصنوع لہ" انہیں انکے حال پر چھوڑ و یہ ایسے ہی کمالات اور امتیازات کیلئے تیار کیے گے ہیں (حاشیہ نبراس صفحہ ۴۸۱)

لہذا حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پہلے یہ وہم پیدا نہ ہوا ہو تو مقام تعجب اور محلِ حیرت نہیں۔ تعجب اور حیرت تو ان مولویوں پر ہے جو ان حقائق کے جاننے اور ماننے کے بعد بھی انکار پر مُصر ہیں اور دوسروں پر شرک کے فتوے بھی لگائے جا رہے ہیں اور ان کاملین کو مجبور و معذور اور لاچار و بے بس بھی ثابت کیے جا رہے ہیں۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہاوند کے مقام میں اپنے لشکر کو کافروں کے نرغے میں آتے دیکھا تو ان کے بچاؤ کے لئے تدبیر بتلائی اور فتح

مندی کا راستہ بتلایا آپ اس لشکر کا مشاہدہ فرما رہے تھے آپ سے تو وہ غائب نہ تھے پھر آپ کی پکار آپ کے لحاظ سے غائبانہ کیسی ہوگی؟

پھر جن سے مدد طلب کی جائے معاون ومددگار کا ان کے سامنے ہونا ضروری ہی کب ہے؟ کیا صحابہ کرام ملائکہ کو اور اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے تھے جب ان کی امداد کی گئی؟ بلکہ انہیں صرف نبی کریم ■ کے ذریعے ہی معلوم ہوا۔

چنانچہ حضرت ساریہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے "یا ساریۃ الجبل" پکارنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "رائت المشرکین ھزموا اخوا ننا و یانھم من بین ایدیھم و ظھورھم فا مرتھم ان یسند واظھورھم الی الجبل حتیٰ یقاتلوا من وجہ" میں نے مشرکین کو دیکھا کہ انہوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی ہے اور وہ ان کے آگے اور پیچھے سے احاطہ کر رہے ہیں تو میں نے اہل اسلام اور ان کے کمانڈر کو حکم دیا کہ اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کر لیں اور ایک جانب سے جنگ لڑیں

(نبراس صفحہ ۷۸۱ ۔ ازالۃ ء شاہ ولی اللہ جلد ۲ ص ۱۶۶)

الغرض مغیث اور فریادی کا مغیث اور فریاد رس کا مشاہدہ کرنا ضرورہ نہیں خواہ قریب ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں اور خود دیوبندی و اہلحدیث اکابرین جنگل میں سواری بھاگ جانے پر "یا عباد اللہ اعینونی" کے ضمن میں تسلیم کیا کہ ملائکہ و جنات موجود ہوتے ہیں اور وہ امداد کرتے ہیں حالانکہ وہ فریادی کو نظر نہیں آتے۔

تو مغیث و فریاد رس کا فریادی کو دیکھنا اور اس کی فریاد کو سننا ضروری ہے۔ اور اس روایت سے ثابت ہے کہ فریاد رس یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کو دیکھنا

بھی ثابت اور ان تک اپنی آواز پہنچانا بھی ثابت اور ان کو حسن تدبیر سے فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنا بھی ثابت ہے جیسے کہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں "فیہ انواع من الکرامۃ لعمر کشف المعرکۃ وایصال صوتہ و سماع کل منھم لصیحتہ و فتحھم ببرکتہ" اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے کئی قسم کی کرامات ثابت ہیں میدانِ کارزار کا آپ پر منکشف ہونا اور اپنی آواز کو وہاں تک پہنچانا اور ان میں سے ہر ایک کا آپ کی آواز کو سننا اور آپ کی برکت سے ان کو فتح و نصرت پانا (مرقات ج ۱۱ ص ۲۳۴)

لہذا فریاد رس کا فریادی کو دیکھنا اور سننا لازمی ہے نہ کہ فریادی کا فریاد رس کو ورنہ تو منکرین کے کلیہ کے مطابق تو اللہ تعالیٰ سے بھی مدد مانگنا صحیح نہیں کیونکہ کوئی بھی اللہ عزوجل کو دیکھ نہیں رہا۔

یاللعجب !تو حضرات گرامی !اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ عزوجل دور سے دیکھ سن سکتے ہیں۔دور سے مشکل کشائی یعنی مدد بھی کر سکتے ہیں جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی۔اور دور سے حالات وواقعات کا مشاہدہ بھی فرما سکتے ہیں۔اور انکے لئے یہ دنیاوی رکاوٹیں پہاڑ، درخت، سمندر، مکانات وغیرہ کچھ اہمیت نہیں رکھتیں یعنی اولیاء اللہ ان رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے بھی (بعید) دور سے ویسا ہی دیکھتے ہیں جیسا کہ قریب سے دیکھا جاتا ہے تو جب اولیاء اللہ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی یہ شان ہے تو سرکار ﷺ کی طاقتوں اور کمالات کا کیا کہنا۔ان کی کیا شان ہوگی۔؟

دور سے تصرفات و اختیارات

اولیاء وانبیاء کرام کے بارے میں یہ کہنا کہ قریب سے تو مدد کرسکتے ہیں لیکن دور سے نہیں ۔حیات میں تو مدد کرسکتے ہیں بعد الوصال نہیں کرسکتے ۔ یہ سراسر لغو و باطل ہے ۔قرآن و احادیث میں کہیں بھی یہ فرق بیان نہیں کیا گیا۔شرک تو شرک ہوتا ہے اس میں قریب و دور، حیات و ممات کا کوئی فرق نہیں ہوتا ۔ہم اس پر مزید گفتگو آگے بیان کریں گے لیکن سر دست اتنا کہتے ہیں کہ چلو یہ ہی مان لو کہ حیات میں استمداد و استعانت جائز ہے ۔اب یہاں تو مانعین کا کوئی ہیر پھیر نہیں چلے گا کیونکہ قرآن و احادیث سے مافوق الاسباب استمداد و استعانت ثابت ہے اور کوئی اہل علم اس کا انکار نہیں کرسکتا۔لہذا چلو اتنا ہی مان لو کہ قریب سے ما فوق الاسباب یہ اختیارات وتصرفات محبوبان خدا کو حاصل ہیں ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اندھوں کا بینا کرنا ،کوڑھیوں کو شفا دینا ،مردوں کو زندہ کرنا ،حضرت آصف بن برخیا کا تخت لے آنا ،حضور ■ کا زمین سے ایک مشت خاک لے کر کفار کے موئنھوں پر مارنا اور شاہت الوجوہ فرمانا ۔(راوہ مسلم ،مشکوۃ ص ۵۲۴)حضرت ابوہریرہ کو قوت حافظہ عطا کرنا (بخاری) حضرت علی کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر فوراً صحیح فرمانا)وغیرھا کئی واقعات مافوق الاسباب ہیں ۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مانعین کے مطابق ''ایاک نستعین'' کے خلاف ہوا کہ نہیں ؟ کیا حیات میں مافوق الاسباب استمداد و استعانت شرک ٹھہری کہ نہیں ؟ اگر شرک کہو تو ان آیات و احادیث کا کیا کرو گے اور اگر شرک نہ کہو تو پھر مانعین کا خود ساختہ مذہب فنا ہوتا ہے ۔

آیئے اب نبی پاک ■ کی بصارت و سماعت کے چند دلائل ملاحظہ کیجئے ۔لیکن پہلے ذرہ دشمن خدا شیطان لعین کی قوت سماعت و بصارت کا اندازہ لگالیں تا کہ

معلوم ہو کہ جب دشمن خدا کو اتنی طاقت حاصل ہے تو پھر محبوبان خدا عزوجل کو کیوں نہیں ہو سکتی؟

۹ دشمن خدا افضل یا محبوبان خدا؟

شیطان لعین شیطان اور اس کے گروہ کو بھی اللہ عزوجل نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ وہاں سے دیکھ سن لیتا ہے جہاں سے عام انسان نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ "انہ یرئکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترو نھم" شیطان اور اس کا گروہ تمہیں وہاں سے دیکھ لیتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے (اعراف آیت ۲۷)

اسی طرح سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ کے جن کی طاقت کا بیان گزر چکا کہ "میں بلقیس کا تخت لا دیتا ہوں تمہارے اپنے مقام سے اٹھنے سے پہلے" (النمل ۳۹)

اس امر کے بین دلائل ہیں کہ محض ناری جوہری اور عنصری لطافت کی وجہ سے شیاطین اور جنات میں اس طرح کی قوتیں اور طاقتیں موجود ہیں اور ان کے حواس و مشاعر دور دراز تک دیکھنے سننے اور وسوسہ اندازی وغیرہ پر قادر ہوتے ہیں۔

۱۰ فرشتوں کا آسمانوں سے سننا

اسی طرح نبی پاک ■ کے خادم و غلام فرشتوں کی قوت سماعت و بصارت بھی پڑھیے۔ کہ جب امام زمین پر اپنی مسجد میں امامت کر رہا ہوتا ہے تو فرشتے اس کی اقتداء میں پر جمائے ہوئے سطح زمین سے آسمان تک نماز میں مصروف ہوتے ہیں اور جب امام ولا الضالین پڑھتا ہے تو فرشتے آسمانوں میں بھی اس کی

ولاالضالین سن کےاس پر آمین کہتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے" قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم والا لضالین فقولو امین فانہ من وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ" جب امام غیر المغضوب علیھم والا لضالین کہےتو تم آمین کہو کیونکہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو گیا تو اُس کے سابقہ گنا بخش دے جاتے ہیں (بخاری ص ۳۷۰) اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں "اذا قال احدکم امین وقالت الملئکۃ فی السماء امین فوافقت احدھما الاخریٰ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ" جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں امین کہتے ہیں اگر ان دونوں میں موافقت ہوگئی تو اس کے سابقہ گناہ بخش دے جاتے ہیں (صحیح بخاری باب فصل التامین ص ۳۶۹)

تو فرشتے آسمانوں پر آواز سن کر اسکے جواب میں امین کہتے ہیں ۔اسی طرح خادم فرشتہ جو کہ قبر نبوی ■ پر مقرر ہے وہ بھی ہر وقت صلوۃ و سلام سن رہا ہوتا ہے۔

۱۱ ﴿فرشتوں کا دور سے صلوۃ وسلام سننا﴾

نبی پاک ■ کی قبر پر ایک فرشتہ کھڑا ہے جس کو اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی طاقت دی ہے تو جب بھی کوئی نبی پاک ■ پر درود پڑھتا ہے یہ فرشتے قبر پر کھڑے کھڑے وہ درود و سلام دور سے سن لیتا ہے اور پھر نبی پاک ■ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔دلیل ملاحظہ کیجئے۔چنانچہ غیر مقلدین اہلحدیث امام ابن قیم نے کتاب "جلا الافہام" لکھی جس کا اردو ترجمہ نامور" اہلحدیث عالم قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے شائع کیا ہے اسکے اندر حدیث شریف

موجود ہے کہ رسول اللہ ■ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اس نے کل مخلوقات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ وہ فرشتہ میری وفات کے بعد میری قبر پر قیامت تک کھڑا ہوگا پس میرا جو بھی امتی مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ اس امتی اور اسکے باپ کا نام (فلاں بن فلاں) لے کر عرض کرے گا اے محمد ■! آپ ■ پر فلاں بن فلاں نے درود بھیجا ہے۔

(جلا الافہام ص ۶۳۔ ابن قیم غیر مقلد)

☆ یہی حدیث امام سیوطی ■ نے جامع صغیر ص ۹۳ پر حضرت عثمان بن عفان ■ سے نقل فرمائی ہے۔ اور جماعت اہلحدیث کے خصوصی ترجمان ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور نے بھی ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ کی اشاعت میں ''جلاء الافہام'' والا حوالہ بدیں الفاظ میں نقل کیا ہے'' کہ امام ابوبکر بن عمرو بصری علیہ الرحمۃ نے ابزار میں، امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری نے ترغیب میں، امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی علیہ الرحمۃ نے القول البدیع میں ذکر کیا۔(بحوالہ رضائے مصطفیٰ ۲۰۰۴ء)

☆ اور امام جلال الدین سیوطی نے ایسی ہی حدیث الحاوی اللفتاوی جلد نمبر ۲ ص ۱۴۷ پر امام بخاری کی تاریخ سے بھی نقل کیا ہے۔ اور غیر مقلدین اہلحدیث کے امام نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ ''نبی کریم ■ پر درود شریف پڑھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ نبی اکرم ■ کی قبر انور پر مقرر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت بخشی ہے جو رسول اللہ ■ کو درود شریف پہنچاتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہے جس کے سب راویوں کی توثیق ابن حبان نے کی ہے اور اس مضمون کی کئی حدیثیں بھی وارد ہیں جو اس معنیٰ کو ثابت

کرتی ہیں (نزل الابرار صفحہ ۱۸٦) غیر مقلدین اہلحدیث کے محمد اقبال کیلانی نے دیلمی شریف کے حوالہ سے "درود شریف کے مسائل" صفحہ ۴۷ پر اسی طرح کی حدیث عن ابو بکر سے لکھی ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔ اور یہی حدیث غیر مقلدین کے علامہ محمد ناصر الدین البانی نے "سلسلـــــه الاحـــاديـث الصـحيحة للالبانى الجزء الربع رقم الحديث ١٥٣٠" میں لکھی ہے۔ ☆ اور دیوبندی عالم مولانا ذکریا نے تبلیغی نصاب کے اندر اسی حدیث کو تحریر فرمایا ہے (باب فضائل درود) جبکہ تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۵۲ پر منقول ہے کہ رسول اللہ ■ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم میں سے جو بھی سلام پڑھے گا۔ جبریل علیہ السلام مجھے عرض کریں گے اے محمد ■! فلاں بن فلاں نے آپکو سلام عرض کیا ہے پس میں کہوں گا وعـلـيــه الـسـلام ورحـمـة الـلـه وبركاته۔ معلوم ہوا کہ جہاں کہیں بھی کوئی درود شریف پڑھے یہ فرشتے اسکا نام اور اسکے باپ کا نام لے کر بارگاہ نبوی ■ میں عرض کرتا ہے۔ فلاں بن فلاں کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ فرشتہ درود شریف پڑھنے والے کو دیکھ بھی رہا ہوتا ہے اور تمام لوگوں کو اور ان کے باپوں کو بھی جانتا ہے۔ اور ایک ہی وقت میں لاکھوں درود شریف پڑھنے والوں کو دیکھ اور سن بھی رہا ہوتا ہے۔ جب بارگاہ رسالت کے خدام و مقرر ملائکہ کرام روئے زمین پر ہر درود پڑھنے والے کو دیکھ سن اور پہچان رہے ہوتے ہیں تو نبی غیب دان ■ بدرجہ اولی ان صفات کے حامل ہوئے۔

؎ یہ شان ہے خدمت گاروں کی تو سرکار کا عالم کیا ہوگا ■

۱۲۔ آپ ﷺ کا صلوۃ و سلام سننا

''آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر بروز جمعہ زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں''لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتۃ حیث کان (الخ)تم میں سے کوئی شخص بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اسکی آواز (صوتۃ)مجھ تک پہنچ جاتی ہے چاہے وہ کہیں بھی ہو۔ہم (صحابہ) نے عرض کیا۔کیا آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی؟تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد بھی،کیونکہ اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا کہ اجسام انبیاء کو کھائے۔(۱۔طبرانی معجم کبیر، ۲۔ الجواھر المنظم الابن حجر مکی،۳۔ القول البدیع ،۴۔ حجۃ اللہ علی العالمین ج ۱،۵۔ اربعین نبویہ صفحہ ۲۰۳۹۔ انوار احمدی صفحہ ۷۶،اور ۷۔غیر مقلد اھلحدیث امام ابن تیمیہ ' **جلاء الافھام** ')اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے اجسام اپنی قبور میں سلامت و زندہ ہیں اور بعد الوصال نبی پاک ﷺ خود دور سے سن سکتے ہیں۔

☆سیدنا ابو امامہ صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالی نے مجھ سے وعدہ فرمایا''اذا مت ان یسمعنی صلاۃ من صلی علی وانا فی المدینۃ وامتی فی مشارق الارض ومغاربھا "الخ کہ جب میرا وصال ہوگا تو وہ مجھے ہر ایک درود شریف پڑھنے والے کا درود پاک سنائے گا،حالانکہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گا اور میری اُمت مشرق و

مغرب میں ہوگی۔اور فرمایا اے ابو امامہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو میرے روضہ مقدسہ میں کردے گا اور میں ساری مخلوق کو دیکھتا ہوں گا اور ان کی آواز سن لوں گا اور جو مجھ پر ایک پڑھے گا اللہ عزوجل اس ایک درود کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور جو مجھ پر دس بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرمائے گا (درة الناصحين ٥ ٢ ٢)

☆ایک اور حدیث میں رسول اللہ ■ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی مجھ پر (درود و) سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح (توجہ) کو میری طرف لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔(ابوداؤد شریف ج ا ص ٢٨٦ ،مسند احمد بن حنبل)اس حدیث کے تحت غزالی زماں رازی دوراں حضرت سید احمد شاہ کاظمی فرماتے ہیں کہ ''مامن احد يسلم علي الارد الله روحي حتي ارد عليه اسلام'' نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے کہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔اس حدیث میں ''ما'' نافیہ ہے 'احد'' نکرہ ہے۔سب جانتے ہیں کہ نکرہ حیز نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر ''من'' استغراقیہ عموم اور استغراق پر نص ہے۔یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو۔خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو۔ہر ایک کے سلام کی طرف متوجہ ہوں اور ہر ایک شخص کے سلام کا جواب دیتا ہوں (حیات النبی ■ صفحہ ٥٥)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں ''یہ (سلام کا جواب دینے کی) فضیلت ہر شخص کے لئے عام ہے جو بھی سید کائنات ■ پر صلاۃ وسلام بھیجنے کے شرف سے

مشرف ہو خواہ زائر ہو یا پھر اس بارگاہ سے غائب (دور) ہو۔یا جہاں کہیں بھی ہو اور ظاہر حدیث عموم پر دلالت کرتی ہے (جذب القلوب)

اسی طرح حضرت امام ابوالیمن ابن عسا کر فرماتے ہیں کہ جب آپ ■ کا زائرین کو سلام کا جواب دینا جائز ہے تو اسی طرح جمیع آفاق و اطراف میں سے ،جہاں سے بھی کوئی سلام کہے آپ ■ کا جواب دینا جائز ہے (یعنی آپ ■ جواب دیتے ہیں) چاہے وہ شخص کتنی ہی دور کی مسافت پر ہو (الجواھر المنظم لابن حجر مکی ۲۲)

۱۲ ﴿نماز میں خطاب و سلام﴾

التحیات کے اندر اسلام علیک میں ''کاف'' ضمیر خطاب ہے جو حضوری اور قرب پر دلالت کرتا ہے اور ایھا النبی میں حرف ''نداء'' یعنی یا محذوف ہے اور حرف نداء سے منادی کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے (دیکھو: کافیہ میں منادی کی بحث)۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر نمازی حضور ■ کو نماز میں پکار کر، آپ ■ کو مخاطب کر کے حرف ندا ''یا'' اور کاف ''ضمیر خطاب'' کے ساتھ اسلام علیک ایھا النبی (ترجمہ) یا نبی ■ (اے نبی) آپ پر سلام ہو'' کہتا ہے تو اس بات سے یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ جب عظیم ترین عبادت نماز میں حضور پُر نور ■ کو حاضر و ناظر سمجھ کر، ندا یعنی پکارا کر اور مخاطب کر کے سلام پڑھنا جائز ہے بلکہ پڑھنا واجب ہے تو نماز کے باہر بھی جائز ہے۔لہذا جب نماز کے اندر اسلام علیک ایھا النبی (ترجمہ) یا نبی ■ (اے نبی) آپ پر سلام ہو'' کہنا جائز ہے تو پھر نماز کے باہر بھی ندا ئے یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا حبیب اللہ! بھی جائز ہے۔اگر اس طرح پکارنے کو شرک و بدعت کہا جائے تو صحابہ کرام سے لیکر آج

تک سب مسلمان اور ہر فرقے والا نماز میں "اسلام علیک ایھا النبی" پڑھتے رہے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہے گے۔ تو معاذ اللہ یہ سب مشرک ہو جائیں گے۔

اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جب نماز کے اندر حضور ■ کو دور سے پکار کر اور مخاطب کر کے اسلام علیک ایھا النبی (ترجمہ) یا نبی ■ (اے نبی) آپ پر سلام ہو" کہنا جائز ہے تو پھر نماز کے باہر بھی ندائے یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا حبیب اللہ! اور الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" کہنا اور لکھنا بھی جائز ہے۔

﴿سلام خود پڑھنے کا حکم﴾

نمازی اپنی نماز میں نبی پاک ■ پر سلام خود کہتا ہے اور نبی پاک ■ نے یہی تعلیم دی۔ چنانچہ تشہد سکھاتے وقت سرکار دو عالم ■ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمُوْھَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدِللّٰہِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ "(ترجمہ) جب تم اسلام علینا وعلی عباد الصالحین کہتے ہو تو وہ آسمان و زمین میں اللہ تعالی کے ہر بندے کو پہنچ جاتا ہے۔ (بخاری جلد اور یہی مضمون مسلم جلد اول، ابو داؤد جلد اول، مشکوۃ جلد اول میں مرقوم ہے)۔

ناظرین کرام! اندازہ فرمائیں کہ اگر صرف حکایت معراج مقصود ہوتی تو زمین و آسمان کے صالحین بندوں کو سلام کیسے پہنچتا؟ سلام تو اس صورت میں مقصود ہے جبکہ اپنی طرف سے انشاء سلام کی نیت ہو، سلام پیش کرنا مقصود ہو۔ تو سرکار ■ کے اس فرمان نے بھی بعض لوگوں کے خیالِ خام بالکل کردیا۔ اور اس دلیل سے

بھی ثابت ہوا کہ نمازی اسلام علیک ایھا النبی عرض کرتے ہوئے نبی کریم روف الرحیم ■ کوسلام کہنے کا قصد کرے۔

﴿ محدثین و فقہ کرام علھیم الرضوان ﴾

۔ شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی العزی الحنفی فرماتے ہے۔ویقصد بالفاظ التشھد الانشآء لا الاخبار" (ترجمہ)یعنی نمازی تشہد پڑھتے وقت انشآء کا قصد کرے اخبار کا نہیں (تنویر الابصار باب صفۃ الصلوٰۃ)

۔علامہ علاؤالدین حصکفی اسی قول کے تحت لکھتے ہیں ویقصد بالفاظ التشھد معنیھا مردۃ لہ علی وجہ علی وجہ انشاء کانہ یحی اللہ ویسلم علی تبیہ و علی نفسہ واولیاۃ لا الاخبار عن ذالک .ترجمہ:تشہد کے الفاظ سے اس کے معانی اپنی مراد ہونے کا ارادہ کرے۔انشاء کے طور پر گویا کہ نمازی اللہ کی تحیت کرتا ہے اور اس کے نبی ■ پر اور اسکے اولیاء پر اور اپنے اوپر سلام پیش کرتا ہے،اخبار کا ارادہ نہ کرے۔(دُرمختار شرح تنویر الابصار جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ)

۔ اور اسی قول کے تحت علامہ محمد امین بن عمر الشہیر بابن عابدین الشامی فرماتے ہیں کہ۔قولہ لا الاخبار وعن ذالک ای لا یقصد والا خبار و الحکمایۃ عما وقع فی المعراج منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و من ربہ سبحانہ و من الملائکۃ علیھم السلام.(ترجمہ)مصنف کے قول لا الاخبار عن ذالک سے مراد یہ ہے کہ نمازی تشھد مین اس واقعہ کی نقل و حکایت کا قصد نہ کرے جو معراج میں حضور ■ اور اللہ تعالی اور

فرشتوں سے واقع ہوا تھا۔(صاحب تنویر و صاحب درمختار و صاحب ردمختار)ان حضرات نے اس بارے میں اپنا فتوی جاری فرما کر، مجرد حکایت اور اخبار کے قول کی تردید فرمادی اور انشآء سلام کے قصد کو متعین فرمادیا۔

علماء دیوبند کے مشہور و معروف عالم اعزاز علی صاحب مدرس دور العلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ" (ترجمہ) نمازی ان الفاظ کے انشآء کا قصد کرے اور اپنی طرف سے ان کے معانی موضوعہ کا قصد کرے جو ان کی مراد ہیں۔ گویا کہ وہ اللہ سبحانہ تعالی کو تحفے اوت نبی ■ اور اپنی ذات اور اولیاء اللہ تعالی کو سلام پیش کر رہا ہے خلاف اس قول کہ جو بعض لوگوں نے کہا کہ وہ اللہ تعالی کے سلام کی حکایت ہے نمازی کی طرف سے سلام کی ابتدا نہیں (الاصباح حاشیہ نورالایضاح ص ۷)

﴿ حاضر و ناظر اور خطاب وسلام ﴾

ان تمام فقہائے امت اور خود علماء دیوبند کے اقوال سے ہمارا دعوی بخوبی ثابت ہوا اور اعتراضات کرنے والوں کا شبہ مردود و باطل ٹھہرا۔ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ نمازی تشہد پڑھتے وقت اس کے مقررہ معانی و مطالب کا اپنی طرف سے قصد رکھے اور جس طرح اپنی زبان سے پڑھتا ہے اسی طرح دل میں ان کے معانی کا لحاظ و تصور کرے تو ثابت ہوا کہ نمازی جب تشہد میں اسلام علیک ایھا النبی پڑھے گا تو اس کے معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ تصور کرے کہ میں خود سرکار ابد قرار ■ کے روبرو سلام عرض کر رہا ہوں۔ لہذا ہمارا موجودہ دعوی بھی ثابت ہو گیا کہ حضور ■ کو اب بھی دور سے پکار کر اور مخاطب کر کے یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا حبیب اللہ! اور الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" کہنا

جائز ہے۔ کیونکہ جب ہر نمازی کو یہ حکم ہے کہ نماز میں خود نبی پاک ■کو یا نبی ■کہہ کر، مخاطب کر کے سلام کہو تو جب نماز کے اندر نبی پاک ■کو یا نبی اللہ کہنا جائز ہے تو باہر بھی جائز ہے۔ اگر اس یا رسول اللہ!یا نبی اللہ!یا حبیب اللہ! اور الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" کو شرک کہا جائے تو پھر نماز میں بھی شرک ہوگا۔ کیونکہ دونوں کی ندا و خطاب دور سے نبی پاک ■ہی کو ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ نماز کے اندر بھی یا نبی اللہ کہنا جائز ہے، نماز کے باہر بھی۔ اور اس کو شرک کہنا پوری امت مسلمہ کو شرک کہنا ہے۔ اور ایسا وہی کرے گا جس کو مذہب اسلام سے بغض ہے۔

﴿نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود سلام سنتے ہیں﴾

اب یہاں چند عبارات مزید عرض کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ نبی پاک ■ہم میں موجود (حاضر و ناظر) ہیں اور ہمارا صلوۃ و سلام خود سنتے ہیں۔

۱۔ احیاء العلوم جلد اول ص ۱۰۷ پر حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی فرماتے ہیں واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شخصہ الکریم و قل السلام علیک ایھا النبی و رحمتہ و برکاتہ ایھا النبی و رحمتہ و برکاتہ ولیصدق املک فی انہ یبلغہ و یرد علیک ما ھو ادنی منہ. ترجمہ: اے نمازی التحیات میں اسلام علیک ایھا النبی (سلام ہو آپ پر یا نبی ■) پڑھنے کے وقت حضور انور ■کو اپنے دل میں حاضر کرکے اور نبی کریم ■کی صورت کا تصور اپنے دل میں جما کر اسلام علیک ایھا النبی عرض کر اور یقین جان کہ یہ سلام حضور ■کو پہنچ رہا ہے اور حضور ■اس کا جواب اپنی شان کریمی کے لائق فرماتے ہیں۔

۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسلام علیک ایھا النبی کے
بارے میں فرماتے ہیں (ترجمہ) حضور اکرم ■ مومنوں کے نصب العین اور
عابدوں کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں تمام حالتوں میں وقتوں میں خصوصاً عبادات کی
حالت میں کیونکہ اس مقام میں نورانیت وانکشاف بہت زیادہ قوی تر ہوتا ہے
۔اس لئے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ اسلام علیک ایھا
النبی اسلئے ہے کہ حقیقت محمدیہ ■ موجودات کے ذرے ذرے اور ممکنات کے
ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔پس آنحضور ■ نمازیوں کی ذات میں موجود
ہیں۔نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور شہود سے غافل نہ ہو کہ نور
ومعرفت کے اسرار سے منور اور کامیاب ہو جائے (اشعت اللمعات شرح مشکوۃ
جلد اول۔دربیانِ تشہد اور یہی مضمون مدارج النبوت جلدا میں بھی موجود ہے)
۔اس مضمون کو تشہد کے بیان میں حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق تصنیف فتح
الباری شرح صحیح بخاری میں بیان فرماتے ہیں (ترجمہ) اہل عرفان کے طریقے
پہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ
کھلوایا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ان کی
آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں،تو انہیں اس بات پہ تنبیہ کی گئی کہ
بارگاہ ایزدی میں جو انہیں یہ شرف باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت ■ کی
برکت متابعت کا طفیل ہے نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہ خدا
وندی جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب کے حرم میں حبیب حاضر ہے یعنی دربار
خداوندی میں نبی اکرم ■ جلوہ گر ہیں۔نمازی حضور ■ کو دیکھتے ہی اسلام
علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے آپ کی

طرف متوجہ ہوگئے۔

۱۔ چنانچہ اسلام علیک ایہا النبی کے تحت نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد اہلحدیث لکھتے ہیں "بعض عرفا نے کہا ہے کہ یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدی ■ ذرار موجودات اور افراد و ممکنات میں جاری و ساری ہے پس آنحضرت ■ نمازیوں کی ذوات میں موجود ہیں لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ ہو اور آپ ■ کے شہود و حضور سے غافل نہ ہو۔

درراہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست   مے بینمت عیاں و دعا مے فرستمت

(مسک الختام ص ۲۴۳)

یہی عبارات مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہیں۔

☆ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۶ ص ۱۱۱

☆ علامہ قسطلانی نے مواھب الدنیہ جلد ثانی ۳۲۰

☆ امام محمد بن عبدالباقی زرقانی نے زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۷ ص ۳۲۹

☆ زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اول ص ۱۷۰

☆ مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم جلد ۲ ص ۲۲۷۔

☆ دیوبندیوں کے ذکریا صاحب (مصنف فضائل اعمال نے) اوجزاء المسالک جلد اول ص ۲۶۵ پر اسی طرح مرقوع ہے۔ ہم نے تکرار سے بچنے کیلئے چند کتابوں کے نام تحریر کردیئے ہیں۔ اب وہ مولوی صاحبان ان محدثین و اکابرین پر کون سا فتوی لگائیں گے؟ جو فرما رہے ہیں کہ حضور اکرم ■ کی بارگاہ اقدس میں جب سلام عرض کرو تو یہ عقیدہ رکھو کہ حضور نبی کریم ■ حاضر و ناظر ہیں اور ہمارا سلام آپ سن رہے ہیں۔

ان عبارات کا فائدہ

مذکورہ بالا متفق علیہ فقہ کرام ومحدثین عظام کے حوالہ جات سے ثابت ہوگیا کہ

(۱) نمازی یہ سلام خود کہے واقعہ معراج کا تصور نہ کرے تو جو لوگ اکثر کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو واقعہ معراج کی نیت کرتے ہیں ان کا یہ کہنا باطل و مردود ہے۔

(۲) یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضور ■ کی حقیقت و نورانیت ذراتِ کائنات اور ہر نمازی کی ذات ہر فردِ ممکنات میں جاری وساری ہے۔یعنی آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔اور اسی کو ہم اہلسنت وجماعت حاضر و ناظر کہتے ہیں۔

(۳) قیامت تک ہر نمازی مسلمان کو اس طرح ندا و خطاب کے ساتھ سلام پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور حضور ■ کا تصور کر کے آپ پر سلام عرض کرنے سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ہمارے نبی ■ اب بھی بعد الوصال زندہ ہیں ورنہ آپ ■ پر سلام پڑھنا بے سود قرار پائے گا۔

(۴) نبی پاک ■ ہمارا سلام سنتے ہیں اور آپ ■ اپنی شان کریمہ کے لائق ہمارے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

(۵) نمازی سلام پڑھتے ہوئے تصور نبی ■ کرے تو معلوم ہوا کہ نماز کہ اندر نبی پاک ■ کا خیال کرنا جائز ہے۔اس کو شرک کہنا جہالت ہے۔جیسا کہ دیوبندیوں اور اہلحدیثوں کے امام اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں رسالت مآب ■ کا خیال کرتا ہے تو یہ خیال بیل گدھے کا خیال آجانے سے بھی بُرا ہے اور تصور نبی سے شرک ہوجاتا ہے (صراط مستقیم) نعوذ باللہ من ذالک۔

(۶) نبی پاک ■ کو اب بھی یا نبی اللہ کہنا، آپ ■ کو حرف یا سے خطاب کرنا جائز

ہے۔تو جب نماز میں ''یا نبی■'' کہنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے تو نماز کے باہر بھی جائز ہے۔اس لئے الصلوۃ و سلام علیک یا رسول اللہ ،یا رسول اللہ،یا نبی اللہ کہنا بھی جائز ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور■ بعد الوصال بھی دور سے ہماری آوازیں سنتے ہیں اوراس سماعت کے لئے حیات وممات کا فرق لغو باطل ہے۔بحر حال دور سے سماعت اوراستمداد و استعانت پر مزید دلائل ملاحظہ کیجئے۔

﴿۱۴﴾ دور دراز کی مسافت سے سننا ﴿

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم■ نے حضرت زید،حضرت جعفراور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی خبر آنے سے پہلے (ان کے شہید ہونے کی خبر) لوگوں کو دے دی تھی۔آپ■ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید رضی اللہ عنہ نے سنبھالا ہوا ہے تو وہ شہید کردیئے گئے۔پھر جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے۔پھر جھنڈا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا تو وہ بھی شہید ہو گئے(یہ فرماتے ہوئے)حضور■ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں،یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے سنبھال لیا ہے اور(اس کے ہاتھوں)اللہ تعالٰی نے کافروں پر فتح عطا کی۔(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر ۔کتاب المغازی باب غزوہ موتہ)

یہ غزوہ موتہ کا تذکرہ ہے۔حضور علیہ السلام نے ۸ھ میں دو ہزار مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں سے لڑنے کے لئے روانہ فرمایا ۔بوقت روانگی آپ■ نے فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو

جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو اپنا امیر بنالیںا اور ان کی شہادت کی صورت میں ابن رواحہ کو اپنا امیر بنالینا۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو جسے چاہو امیر چن لینا۔ جس روز رومیوں سے مسلمانوں کی لڑائی کا آغاز ہوا، حضور ■ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لڑائی کا حال یوں بیان فرمایا شروع کیا گویا لڑائی کا میدان و منظر آپ ■ کے سامنے ہے۔ مقام غور ہے موتہ، مدینہ طیبہ سے بہت دور واقع ملک شام کا ایک صوبہ ہے۔ اگر حضور ■ کو دور و نزدیک کا علم و مشاہدہ حاصل نہیں تو آپ ■ نے مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے لڑائی کا پورا منظر کیسے بیان کر دیا؟

۱۵ ﴿زمین پر بیٹھے آسمان کی آواز سننا﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ■ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پھر مجھ پر وحی کا آنا کچھ دنوں کے لئے بند ہو گیا تو ایک روز میں جا رہا تھا" کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی پس میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا، زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ (بخاری کتاب الادب، باب رفع البصر الی السماء جلد ۲)

۱۶ ﴿زمین پر بیٹھے جہنم کی آواز﴾

حضرت ابو ہریرہ ■ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ■ کے ساتھ تھے کہ آپ ■ نے گڑگڑاہٹ کی آواز سنی۔ آپ ■ نے فرمایا، تم ہیں معلوم ہے یہ آواز کیسی تھی؟ ہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ■ نے فرمایا۔ یہ اس پتھر کی آواز ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا یہ اب تک اس میں

گر رہا تھا اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے (مسلم کتاب الجنۃ ۲)

۱۷﴿زمین پر بیٹھ کر حوض جنت کو دیکھنا﴾

حضرت عقبہ بن عامر ■ سے روایت ہے کہ نبی کریم ■ منبر پر جلوہ افروز ہوئے ۔''فقال انی فرط لکم فانا شھید علیکم وانی واللہ لانظر علی حوضی الان وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشر کوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنا فسوا فیھا''المختصرا'' میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں اور بے شک خدا کی قسم! مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ (صحیح بخاری کتاب الجنائز ،باب الصلوۃ علی الشہید جلد ۱)

۱۸﴿آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے پیچھے یکساں دیکھتے﴾

حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ■ نے نماز ادا کی اور منبر پر تشریف لے گئے آپ ■ نے نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا ''انی لا رابکم من ورآئی کما ارا کم ''یقیناً میں تمہیں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح (سامنے سے) دیکھتا ہوں ۔(بخاری کتاب الصلوۃ باب عظۃ الامام الناس)

۱۹ ﴿بعد الوصال بھی دیکھتا ہوں﴾

صحیح بخاری میں حضرت انس ■ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ■ نے فرمایا اپنے رکوع اور سجود کو مکمل طریقہ سے ادا کیا کرو "فو اللہ انی لا راکم من بعدی" یعنی اللہ کی قسم! میں تمہیں اپنے بعد دیکھتا ہوں (اور دیکھتا رہوں گا)۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، مشکوۃ باب الرکوع حدیث نمبر ۱)

امام عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام داؤدی نے "بعدی" کی تفسیر میں فرمایا "یعنی من بعد وفاتی" یعنی بعد از وفات بھی میں تمہیں دیکھتا رہوں گا (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۵ ص ۲۸۱ و نووی ج ۱ ص ۱۸۰)

حضور ■ کا دیکھنا اور سننا عام انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ حضور ■ جو دیکھتے سنتے ہیں اُس طرح کوئی دوسرا دیکھ سن نہیں سکتا۔ "حضرت ابوذر ■ سے روایت ہے کہ حضور ■ نے فرمایا کہ "میں دیکھتا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں وہ جو تم نہیں سنتے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ باب البکاء والخوف فصل ۲) لہذا حضور ■ کی سماعت و بصارت کو عام اپنے آپ پر یا عام بشر کی سماعت و بصارت پر قیاس کرنا انتہائی جہالت و بے وقوفی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام کی قوت سماعت و بصارت عام انسانوں کی طرح محدود نہیں ہوتی بلکہ ابھی احادیث پیش ہو چکیں کہ وہ "اللہ عزوجل کے عطا کردہ نور سے دیکھتے سنتے ہیں" لہذا ان تمام دلائل و براہین سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء و اولیاء کرام قوت سماعت و بصارت وغیرہما کے لئے قریب و بعید کا فرق کچھ اہمیت نہیں رکھتا یعنی وہ جس طرح قریب

سے دیکھتے سنتے یا پکڑتے ہیں بالکل اسی طرح دور سے بھی دیکھتے سنتے ہیں۔

﴿ ما فوق الاسباب استمداد و استعانت ﴾

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے "فان اللہ ھو مولانا و جبریل و صالح المومنین و الملئکۃ بعد ذالک ظھیر ہ (ترجمہ) بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک لوگ (اولیاء اللہ) اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں (تحریم ۴)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی امداد و نصرت کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور مومنین صالحین اور ملائکہ کو نبی پاک ﷺ کیلئے نصرت و امداد کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر مدد نہیں دے سکتے نہ سببیت کے طور پر اور نہ علیت کے طور پر نہ کسب اور مباشرت اسباب کے ذریعے اور نہ دعوات اور توجہات قلبیہ اور روحانی تصرفات کے ذریعے تو ان کے ذکر کا کوئی مقصد ہی نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں میدان بدر میں ملائکہ کا امداد کے لئے آنا اور عملی طور پر امداد کرنا نص قرآنی سے

ثابت اور جنگِ احد میں نبی اکرام ■ پر تلواروں کے ستر حملے کے باوجود محفوظ رہنا بھی حضرت جبرائیل و میکائیل کی امداد و اعانت کا نتیجہ اور ثمرہ تھا اور خیبر کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روحانی تصرف سے قلعہ کے دروازے کو اکھیڑ پھینکنا اور اس کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دینا اور مرحب جیسے ناقابل شکست جنگجو کو ایک ضربت حیدری سے دو لخت کر کے میدانِ کارزار میں تہلکہ مچا دینا اسباب عادیہ ماوراء کارنامہ ہے اور امتیازی کرامت ہے الحاصل اس آیت کریمہ میں ولایت و نصرتِ مطلق ہے اور عملی طور پر بھی تحت الاسباب اور فوق الاسباب ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور صالح المومنین کی طرف سے پائی گئی ہے لہذا استمداد و استعانت کی اباحت اور حلت اس آیت مبارکہ سے بھی واضح ہو گئی۔

﴿فرشتوں کے ذریعے مدد﴾

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ "اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکم مردفین" جبکہ تم اپنے رب تعالیٰ سے مدد طلب کرتے تھے پس اس نے تمہاری فریادرسی فرمائی کہ میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار فرشتہ کے ساتھ جو لگاتار آنے والے ہیں۔ (انفال آیت ۹) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "الن یکفکم ان یمدکم ربکم بثلثة الاف من الملئکة" کیا تمہیں کفایت نہیں کرے گا یہ امر کہ پروردگار تمہاری امداد کرے تین ہزار ملائکہ کے ذریعے (آل عمران ۱۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ■ کی ملائکہ اور صحابہ کرام کے ذریعے امداد فرمائی جو کہ تحت الاسباب اور فوق الاسباب دونوں پر مشتمل ہے۔ اور مکہ شریف میں مغلوب و مقہور اہل ایمان کی بھی نبی اکرم ■ صحابہ کرام، مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہ کے

ذریعے اوران کی خصوصی دعاؤں کے ذریعے امداد فرمائی اور نجات وخلاصی کا

سامان بہم پہنچایا اگر اسباب عادیہ اورغیر عادیہ کے ذریعے امداد دینا درست ہے

تو امداد لینا بھی درست ہے۔میدان بدر میں صحابہ کرام بلکہ خود نبی پاک ■ سے

امداد واعانت کے طلب گار تھے تو اللہ تعالیٰ براہ راست مدد فرماسکتا تھا کسی قسم کے

اسباب کو درمیان میں نہ لائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے امداد دی اور

اسی کو اپنی امداد فرمائی ’لقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ‘ البتہ اللہ تعالیٰ

نے تمہیں مدد دی بدر میں جبکہ تم بے سروسامان اور کمزور تھے (آل عمران ۱۲۳)

تو معلوم ہوا کہ اسباب عادیہ اور غیر عادیہ دونوں بذات خود موثر نہیں بلکہ حقیقی

موثر ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور وہی مدبرِ حقیقی ہے لہذا سبب کو سبب ہی سمجھا جائے

تو عین ایمان اور جان اسلام ہے اور سبب کو علتِ موثر قرار دے دیا جائے تو یہ

اسلام وایمان کے خلاف ہے اور مادی روحانی اور ظاہری وباطنی اسباب میں

تفرقہ کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

حاکم وحکیم دادو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے۔

قرآن پاک کی آیت سے پہلے بیان ہوچکا کہ دشمن خدا شیطان اوراس کے گروہ

کو یہ طاقت وقوت حاصل ہے کہ وہ دور دراز سے دیکھ سن لیتے ہیں تو جب دشمن

خداعزوجل کو اس قدر طاقت وقوت حاصل ہے تو محبوبان خداعزوجل بالخصوص

نبی پاک ■ کو یہ طاقت ہونا ضروری ہے کہ اپنے امتیوں کو شیطان اوراس کر گروہ

کے حملوں بچا سکیں۔

اسی لئے نبی پاک ■ اپنے امتیوں کے اچھے بُرے اعمال سے آگاہ رہتے ہیں

اچھے اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور برے اعمال والوں کے لئے دعا مغفرت اور پرہیزگاری کی دعا فرماتے رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد فرما دیا کہ نبی غیب دان ■ (ہر وقت، ہر حالت میں یعنی سوتے جاگتے، حیات و ممات میں اپنی امت پر نگہبان و گواہ (حاضر و ناظر) ہیں۔ ہمارے ساتھ ہیں اور ہمیں دیکھ رہے ہیں اور اور اہل ایمان کو شیطان کے وسوسوں اور حملوں سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ اس کا بیان قرآنِ پاک میں موجود ہے۔" **واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعدو عینک عنھم** (الخ) اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں (رضامندی چاہتے ہیں) خبردار! تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں (پارہ ۱۵ سورہ الکھف ۲۸ ترجمہ شاہ فہد صفحہ ۸۰۸)

تو یہاں اللہ عزوجل نے نبی پاک ■ کو اپنے ان امتیوں کے ساتھ رہنے اور دیکھتے رہنے (حاضر و ناظر رہنے) کا حکم فرمایا ہے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو پکارنے والے اور اسکی رضا چاہنے والے تو قیامت تک ہوں گے لہذا یہ ساتھ دینے کا حکم (یعنی حاضر و ناظر رہنے کا حکم) تمام امتیوں پر ہے۔ اسلئے حضور ■ اب بھی اپنی قبر مبارکہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اپنے امتیوں پر حاضر و ناظر ہیں۔

"**وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین** اور ہم نے تمھیں سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"" (انبیاء ۱۰۷)" اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ "رحمتہ اللعالمین "سید عالم نبی مکرم حضرت محمد ■ کا وصف خاص ہے اور آپ کے

ساتھ مخصوص ہے اور آپ ساری مخلوق کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے اور ساری مخلوق کے لئے رحمت بھی ہیں اب آپ اس کی تفسیر روح المعانی سے ملاحظہ فرمائیے۔ وما ارسلنکٰ الا رحمتہ للعالمین اکثر صوفیة قدست اسرارھم علی ان المزاد من العالمین جمع الخق و ھو ﷺ رحمتہ لکل منھم الا ان الخظو ط متفاویة و یشترک الجمیع فی انہ علی الصلوٰة و السلام سبت لوجودھم بل قالو ان العالم کلہٗ مخلوق من نورہ۔ ﷺ و قد صرح بذالک الشیخ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ فی قولہ و قد تقدم غیر مرةٍ الیٰ ان الجمیع من نورہ علیہ السلام طہ انی تکونت من نورہ کل الخلیفة۔ (ترجمہ) وما ارسلنک الا رحمتہ للعالیمن ۔ کے بارے میں اکثر صوفیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے اور حضور ■ سارے جہانوں میں ہر ایک کے لئے رحمت ہیں لیکن ہر ایک کی رحمت کا حصہ مختلف اور جدا گانہ ہے البتہ اتنی بات میں سب شریک ہیں کہ حضور ■ سب کے وجود کا سبب ہیں بلکہ صوفیائے کرام نے یہ فرمایا کہ تمام عالمین حضور ■ کے نور سے مخلوق ہیں سیدنا شیخ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ العزیز اپنے قول میں تصریح فرماتے ہیں اور ان کا یہ قول بار بار گزر چکا ہے۔ طہٰ نبی کے نور سے تمام مخلوقات پیدا کی گئی ہیں پھر جمیع افراد اس کے ضمن میں آ گئے اور کوئی ایسا فرد باقی نہ رہا جو اس عموم میں شامل نہ ہو ہو جمیع کائنات کا ایک ایک ذرہ حضور ■ کے نور سے ہے۔ (روح المعانی پارہ ۱۷ ص ۱۰۰) ان آیات کریمہ سے اور ان کی تفاسیر سے پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ■ سب کو فیض پہنچا رہے

ہیں عالم کے ذرے ذرے کی طرف اللہ کے فضل وکرم سے متوجہ ہوتے ہیں ۔مزید تفصیل آگے پیش کی جائے گی۔

﴿ جنتی انگور کے خوشوں پر اختیار وتصرف

نبی کریم ■ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ■ نے نماز پڑھی ۔(دوران نماز آپ ■ نے ہاتھ اوپر آسمان کی طرف کیا اور پھر پیچھے ہو گئے) ۔بعد نماز لوگ عرض گزار ہوئے ۔یا رسول اللہ ■ آپ نے اپنی جگہ کوئی پر (کھڑے کھڑے) کوئی چیز پکڑی تھی ؟ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے ۔''فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا ''(یعنی) آپ ■ نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ پکڑنے لگا تھا اور اگر میں اسے لے لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے ۔(صحیح بخاری ج ۱ حدیث ۷۰۹، مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ الخسوف ص ۱۲۹).

☆ امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہی حدیث چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ روایت فرمائی مسلم شریف کتاب الکسوف ج ۱ ص ۲۹۶)

تو معلوم ہوا کہ حضور ■ کے اختیارات صرف قریب ونزدیک یا ایک دوملکوں تک محدود نہیں بلکہ آپ ■ ہزاروں سال کی مسافت کی دوری پر آسمانوں سے اوپر

موجود جنت تک آپ کی رسائی اور آپ کے اختیارات وتصرفات باذن الٰہی حاصل ہیں۔

﴿حالت نیند اور اندھروں میں یکساں دیکھنا﴾

اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب منزہ الغیوب ■ کو وہ صلاحیتیں عطا فرمائیں ہیں کہ آپ ﷺ نیند کی حالت میں بھی اپنی اُمت سے غافل نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ ■ کی آنکھ سوتی تھی دل نہیں سوتا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "تَنَامُ عَینِی وَلَا یَنَامُ قَلبِی" یعنی میری آنکھ سوتی ہے میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح بخاری ج ١)۔

اور اسی حدیث کی تفسیر میں مجدد الف ثانی محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "اس میں (حضور ■ کی) اپنے اور اپنی امت کے حالات سے (ہمیشہ) باخبر رہنے کی خبر ہے لہذا حضور ■ کے حق میں نیند ناقص وضو نہیں۔ کیونکہ نبی اُمت کا نگران ہوتا ہے اور غفلت اس منصب کی شان کے لائق نہیں (مکتوبات شریف، دفتر اول مکتوب ١٩٩)

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "بے شک رسول اللہ ﷺ رات کے اندھیروں میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ (مدارج النبوت ج ١ ص ٨۔ جواھر البحار ج ٢ ص ٨٠)

معراج شریف کی رات دور سے اندھیرے میں آپ ■ نے حضرت موسیٰ کو

قبر کے اندر دیکھا چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوا تو میں (براق پر) بیٹھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی (قبر پر) سے گزرا۔ (تو انہیں) لال لبنی ریت کے پاس دیکھا تو وہ کھڑے ہوئے اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم شریف۔ کتاب الفضائل ص ۷۱)

﴿قریب و بعید تصرفات و اختیارات﴾

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ اللہ عزوجل نے جس چیز کا مالک ان بزرگوں کا بنایا ہے وہ قریب و دور سے ان پر تصرف بھی فرما سکتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کون ہے جو مجھے بلقیس کا تخت لا کر دے۔

(۱) "قال من عفریت من الجن انا اتیک به قبل ان تقوم من مقامک، وانی علیه لقوی امین" ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دونگا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں طاقت رکھتا ہوں امانتدار (بھی) ہوں (النمل ۳۹ ترجمہ تھانوی)

وہ قوی ہیکل جن کہہ رہا ہے کہ مجھ میں اتنی طاقت (اور مجھے یہ اختیار) ہے کہ میں اس دور دراز پڑے ہوئے تخت کو اجلاس ختم ہونے سے قبل مافوق الاسباب لاکر آپ کی خدمت میں حاضر کر دونگا۔

سعودیہ والے کے ترجمہ قرآن میں اسی آیت کے تحت ہے کہ "اس سے معلوم ہوا کہ وہ یقیناً جن ہی تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مقابلے میں غیر معمولی

قوتوں سے نوازا ہے کیونکہ کسی انسان کیلئے چاہے وہ کتنا ہی زور آور ہو، یہ ممکن نہیں کہ وہ بیت المقدس سے مآرب یمن (سبا) جائے اور پھر وہاں سے تخت شاہی اٹھالائے ۔اور ڈیڑھ ہزار میل کا یہ فاصلہ جسے دو طرفہ شمار کیا جائے تو تین ہزار میل بنتا ہے۔۴،۳ گھنٹے میں طے کرلے۔ایک طاقت ور سے طاقت ور انسان بھی اول تو اتنے بڑے تخت کو اٹھا ہی نہیں سکتا اور اگر وہ مختلف لوگوں یا چیزوں کا سہارا لے کر اٹھوا بھی لے تو اتنی قلیل مدت میں اتنا سفر کیوں کر ممکن ہے۔(پھر مزید لکھا) یعنی میں اسے اٹھا کر لا بھی سکتا ہوں اور اس کی کسی چیز میں ہیرا پھیری بھی نہیں کروں گا۔(صفحہ ۱۰۵۳ سورۃ النمل زیر آیت) قوی ہیکل جن کا جواب سن سلیمان علیہ السلام میں فوراً اس کو اپنی بارگاہ میں دیکھنا چاہتا ہوں اس لئے فرمایا کوئی اور ہے جو یہ کام سرانجام دے سکے؟

(۲)"قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک "جس کے پاس کتاب کا علم تھا (عرض) اس (علم والے) نے (اس جن سے) کہا میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کرسکتا ہوں (النمل ۴۰ ترجمہ تھانوی)

☆غیر مقلد اہلحدیث نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن پر لکھا ہے کہ اس کے تخت پر ملکہ بلقیس اجلاس کیا کرتی تھی، وہ سونے اور قسم قسم کے موتیوں سے جڑا ہوا تھا۔اس کے دونوں کناروں میں یاقوت اور زمرد مغزی کی طرح لگا ہوا تھا۔وہ تخت 80 گز لمبا اور 40 گز چوڑا تھا۔چھ سو عورتیں اس تخت کی خدمت کے لئے مقرر تھیں۔اور علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان بیت المقدس ملک شام میں تھے اور ملکہ

بلقیس کا تخت یمن میں تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کا ولی آصف بن برخیا اپنی جگہ سے غائب بھی نہیں ہوا مگر تخت لے آیا۔

وہ تخت آنکھ جھپکنے سے بھی قبل آپ کی بارگاہ میں اللہ عزوجل کے اس ولی آصف بن برخیا نے حاضر کر دیا۔اور جب تخت آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے آ گیا تو حضرت سیلمان علیہ السلام نے فرمایا "قال ھذا من فضل ربی" تو یہاں یہ بات بالکل واضح ہو گی کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو اختیارات عطا فرمائے ہیں اوران پر دور دراز سے بھی تصرف کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔اوردوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامت کا ولی کے قصد وارادہ سے سر زد ہونا ثابت ہو گیا۔کیونکہ ان کے قصد وارادہ سے اس کا ظہور رہوا،درباریوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام اور بادشاہ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے عرض کیا میں لا دیتا ہوں اور آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے لا دیتا ہوں اور حضرت سیلمان علیہ السلام کا مطالبہ بھی درباریوں سے یہی تھا کہ تم میں سے کون لاتا ہے؟جب پیغمبر علیہ السلام اس کو اپنے درباریوں کا فعل قرار دیں اور سرکش دیو بھی اپنا دائرہ قدرت وعمل بیان کرے اور حضرت آصف بھی اپنی خداداد قدرت کا کرشمہ بتلائیں کہ مجھے اس کے لانے میں پلک جھپکنے کے وقت کی بھی ضرورت نہیں بلکہ جھپکنے سے بھی پہلے لا دیتا ہوں۔

یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت سیلمان علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے اس کے بعض بندے اختیارات وتصرفات کے مالک ہوتے ہیں ورنہ ان سے طلب کروانا لغو ٹھہرے گا۔اور قوی ہیکل جن اور اس ولی کا اقرار کرنا بھی ان کے اختیارات وتصرفات کی دلیل ہے۔اور جب وہ تخت لے آئے تو سیلمان علیہ السلام نے ان پر شرک کا فتوی نہیں لگایا بلکہ فرمایا""قال ھذا من فضل

دیں، یعنی یہ جو اس کے نیک بندوں کو اختیار و تصرف ہے وہ اللہ عزوجل کا فضل اس کی عطا (باذن اللہ عزوجل) ہے۔ لہذا اولیاء اللہ سے اس طرح کے افعال کے صدور کو شرک کہنا۔ قرآن اور پیغمبران علیہ السلام کی تعلیمات کو کفر و شرک قرار دینا ہے معاذ اللہ عزوجل۔

نیز اولیاء اللہ کی قدرت و طاقت کا جنات اور شیاطین سے زائد ہونا بھی ثابت ہو گیا اور اسباب عادیہ سے مافوق اور ماوراء امور میں پیغمبر علیہ السلام کی طرف سے استمداد و استعانت بھی ثابت ہو گئی اور حضرت آصف کی طرف سے امداد و اعانت بھی۔ اب یہ کہنا کہ اس میں آصف علیہ السلام کا کچھ دخل نہ تھا صرف اسم اعظم پڑھنے کی وجہ سے ہوا تو یہ حیلہ بھی لغو ہے۔ کیونکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسم اعظم کی وجہ ہی سے آیا تو پھر قوی ہیکل جن کس اسم کے زور سے لانے کا دعوی کر رہا تھا؟ اور اگر لانیوالا صرف اللہ تعالیٰ تھا حضرت آصف وغیرہ کا کچھ دخل نہ تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان سے مطالبہ ہی غلط ہو گیا۔ آپ کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے کہنا چاہیے تھا کہ تو تخت لادے خواہ وہ کسی کے ہاتھ پر لائے یا براہ راست لائے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اللہ عزجل کے اولیاء کرام کا کرامات پر اختیارات دیئے گئے ہیں۔ جب چاہیں ان کا صدور فرما سکتے ہیں۔

معجزات و کرامت اختیاری

بعض منکرین یہاں یہ چکر چلتے ہیں کہ معجزہ و کرامت پر انبیاء و اولیاء کو کچھ اختیار نہیں ہوتا تو اس سلسلہ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے معجزات کے باذن الہٰی جس کو چاہتے زندہ فرما دیتے، بینا کر دیتے، شفا عطا کر دیتے اور حضرت آصف بن برخیا کی کرامت کے بلقیس علیہ السلام کا تخت فورا

پیش کر دیا یہ واضح ثبوت ہیں کہ معجزہ و کرامت پر انہیں اختیار حاصل ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مخالفین حضرات !شیاطین و کفار جادوگروں کیلئے تو یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ انہیں استدارج و جادو کے ذریعے خلاف عادت افعال پر قدرت حاصل ہے لیکن انبیاء کرام و اولیاء عظام کیلئے تسلیم کرتے ہوئے انکا رو حجت بازی شروع کر دیتے ہیں۔یہ عجیب منطق ہے کہ شیاطین وکفار جادوگروں کو اپنے ان افعال پر اختیاری تسلیم کیا جائے لیکن انبیاء و اولیاء کرام کو معجزات و کرامات میں بے اختیار۔لاحول ولا قوۃ۔

مزید تفصیلی علمی و تحقیقی جواب مناظر اسلام حضرت مولانا اشرف علی سیالوی صاحب کی کتاب "گلشن توحید و رسالت" میں ملاحظہ کیجئے۔جس میں مخالفین کا بھرپور ردِ بلیغ فرمایا گیا ہے اور ان کی تمام حجتوں کا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔

﴿جھنم کے عذاب میں تخفیف﴾

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور اقدس ■ سے عرض کی کہ حضور ■ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع دیا۔کیونکہ وہ بے حضور ■ کی حمایت کرتا تھا اور آپ ■ کیلئے لوگوں سے جھگڑتا تھا تو رحمت عالم ■ نے ان الفاظ میں جواب دیا" وجدته في غمرات من النار فاخرجته الى ضحضاح" یعنی میں نے اسے آگ کی گہرائی میں پایا تو اسے (ابو طالب کو آگ کے اوپر والے طبقے میں لے آیا۔(صحیح مسلم ج احدیث ۴۱۹)

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں"هو في ضحضاح من نار و لو لا انا لكان في الدرك الاسفل من النار (بخاری ج احدیث

۱۰۶۵ ۱مسلم ج ۱ حدیث ۴۱۸)جب دنیا میں رہتے ہوئے نبی پاک ■نا معلوم سالوں سال کے فاصلہ تک مدد کر سکتے ہیں اور جہنم سے ابو طالب کو اللہ عزوجل کی عطا سے نکال کر ہلکی آگ میں کر سکتے ہیں تو کیا مدینہ شریف میں رہتے ہوئے یہ گھنٹے دو چار گھنٹہ کے فاصلہ تک اپنی امت کی مشکلات دور نہیں کر سکتے؟ نجدی تو کہتا ہے کہ کوئی دور سے مدد نہیں کر سکتا لیکن یہاں نبی پاک ■مدینہ شریف میں رہتے ہوئے دور سے مدد فرما رہے ہیں۔اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ نبی پاک ■ کے طریقہ کو ماننے والے حق پر ہیں یا وہ لوگ (یعنی مانعین)جو نبی ■ کے طریقہ کو شرک بتاتے ہیں؟ (معاذ اللہ عزوجل)اور سنیوں تم کو مبارک ہو جب ایک کافر ابو طالب نبی پاک ■کی حمایت کرنے پر انعام دیا گیا تو پھر ہم اہلسنت والے تو کلمہ پڑھتے ہوئے ہر وقت نبی پاک ■کی حمایت میں رہتے ہیں جہاں کئی کوئی نجدی نبی پاک ■کی توہین کرتا ہے۔وہیں ہم الحمد للہ نبی پاک ■کی شان بلند کرتے ہیں۔لہذا تم کو مبارک ہو کہ انشاء اللہ تمھاری اس حمایت سے نبی پاک ■خوش ہو کر تمہاری ضرور شفاعت فرمائیں گئیں اور جنت میں بلند مقام عطا فرمائیں گے۔

دور دراز کی مسافت سے امداد

عمر بن سالم خزاعی (صحابی رضی اللہ عنہ) چالیس افراد کو ساتھ لے کر نبی اکرم ■ سے امداد حاصل کرنے کے لئے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے تو راستہ میں قریش اور بنو بکر نے مل کر ان پر حملہ کر دیا اور اس وقت ان صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تین دن کی مسافت بعیدہ کے باوجود فریاد کی اور آپ ■نے اس کی فریاد او راستغاثہ پر لبیک لبیک نصرت نصرت فرمایا۔یعنی میں تمھاری امداد و

نصرت کیلئے حاضر ہوں اور تجھے نصرت وامداد ہوگئی۔

چنانچہ امام طبرانی معجم الصغیر میں راوی ہیں کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''انها قالت بات عندی رسول الله ﷺ ليلة فقام ليتو ضا للصلوة فسمعة ﷺ يقوم في متوضاه لبيك لبيك لبيك ثلاثا نُصرتَ نُصرتَ نُصرتَ ثلاثا فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول في متوضاك لبيك لبيك لبيك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا كانك تكم انسانا فهل كان معك احد فقال ﷺ هذا را جز بنى كعب يستصر خنى ويزعم ان قريشا اعانت عليهم بنى بر (الٰى)(مواهب لدنيه مع زرقانى جلد ۲ ص ۲۹۰)

وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ■ نے میرے پاس رات گزاری پس اٹھے تا کہ نماز کے لئے وضو کریں تو میں نے آپ ■ کو وضو والی جگہ میں تین مرتبہ نصرت (تمہاری مدد کی گئی) فرماتے سنا۔ جب آپ ■ باہر تشریف لائے میں (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا یا رسول اللہ ■ آپ نے وضو والی جگہ تین مرتبہ لبیک (میں مدد کیلئے حاضر ہوں) اور تین مرتبہ نصرت (تمہاری مدد کی گئی) فرماتے سنا جیسے آپ کسی سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ کیا وضو خانے میں کوئی آپ ■ کے ساتھ تھا (تو) آپ ■ نے فرمایا یہ بنوکعب کا رجز خواں ہے جو مجھے امداد و استعانت کیلئے (دور سے) پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر کی امداد کی ہے۔ (تا) قالت ميمونه رضى الله عنها فا قمنا ثلاثا ثم صلىٰ بالناس صبح اليوم الثالث مسمعت الراجز ينشده. يا رب

انی ناشد محمدا۔ حلف ابینا ربیعه الا تلوا (الیٰ) وجعلوا لی فی کداء رصداً وزعموا ان لست ادعوا حداً فانصرھداک اللہ نصراً بداً۔ وادع عباداللہ یو توا مدداً فیھم رسول اللہ قد تحردا۔ ان خسفا وجھه تربدا۔ ''حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم تین ٹھہرے اور تیسرے دن آپ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے رجز خوان کو آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھتے سنا۔ اے میرے رب میں محمد ■ کو بلانے والا ہوں جبکہ ہمارے باپ اور آپ کے باپ کے درمیان اور ہمارے درمیان عہدِ قدیم سے باہمی دوستی اور امداد و اعانت کا معاہدہ چلا آ رہا ہے (تا) اور بنو بکر نے میرے لئے کداء (مکہ مکرمہ کی قریبی پہاڑ) میں نگران اور پہرے دار مقرر کر رکھے تھے اور انہوں نے یہ باطل خیال کیا کہ میں کسی کو نہیں پکاروں گا۔ پس مدد فرمایئے دائمی اور نہ ختم ہونے والی مدد اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بھی بلایئے کہ وہ معاون و مددگار بن کر آئیں (اور صرف سریہ کو روانہ نہ کرنا بلکہ) اللہ کے رسول خود اس لشکر میں ہوں درآنحالیکہ وہ ہم پہ ظلم کرنے والوں پر غضبناک ہوں۔ اگر ان کو اپنی ذات اور حلیفوں کے بارے میں مشقت کا سامنا کرنا پڑے تو غیظ و غضب کا مظاہرہ کرتے ہیں

(وکذا نقله علامه ابن حجر عسقلانی فی الاصابه جلد ۲ ص ۵۳۷، طبرانی صغیر ۲۰۱، طبرانی کبیر، مواھب لدنیه ج ۱۔ زرقانی شرح مواھب، مدارج النبوۃ ج ۲۔ مختصر سیرۃ الرسول عبداللہ بن محمد بن عبدالوھاب نجدی)

اس روایت سے صحابی رسول ■ کا تین دن کی مسافت بلکہ مکہ مکرمہ کے قرب و

جوار سے نبی مشکل کشاء سے استغاثہ کرنا اور امداد و اعانت کے لئے پکارنا اور آپ کا سننا اور جواب دینا اور نصرت و امداد اور غلبہ و کامیابی کی بشارت دینا ثابت ہو گیا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"نبی اکرم ■ کے عمرو بن سالم کے پہنچنے سے قبل اس کے متعلق خبر دینے میں نبوت کے معجزات میں سے واضح معجزہ اور امتیازی علامت ہے پس یا تو آپ ■ کو وحی کے ذریعے اس کی اطلاع دے دی گئی اور آپ نے اس کو جان لیا جو رجز خوان اپنے دل میں فریاد کے لئے مضمون تیار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے متعلق کلام کر رہا تھا تو آپ ■ نے اس کے استغاثہ اور فریاد کا جواب دیا یا وہ دورانِ سفر یہ رجز یہ اشعار پڑھتا آ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ■ کو اس کا کلام اس کے پہنچنے سے تین دن پہلے سنا دیا اور اس میں کوئی استبعاد اور حیرانگی کی بات نہیں کیونکہ ابو نعیم نے مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ نبی کریم ■ نے فرمایا بیشک میں البتہ آسمان کی چیخ اور چرچراہٹ سنتا ہوں اور اس کے چیخنے اور ایسی آواز نکالنے پر اس کی ملامت نہیں کی جا سکتی (صفحہ ۲۹۰ جلد ۳)

اگر حضرت عمرو بن سالم خزاعی رضی اللہ عنہ نے صرف دل میں خیال کیا تھا اور آپ کو معلوم بھی ہو گیا اور آپ ■ نے لبیک لبیک اور نصرت فرمانا شروع کر دیا تو اس سے مدعا اولویت کے طور پر ثابت ہو جائے گا کہ فریادی ابھی فریاد کرتا ہی نہیں صرف دل میں خیال کرتا ہے اور ارادہ کرتا ہے مگر اس رحمت مجسم ■ کو فوراً پتہ بھی چل جاتا ہے اور اغاثہ و فریاد رسی پر آمادہ اور کمر بستہ بھی ہو جاتے ہیں یا صرف اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں صلاح و مشورہ کرتا ہے اور پروگرام

بنا تا ہے مگر ادھر سے اجابت پہلے ہی پائی جاتی ہے تو بالفعل فریاد اور استغاثہ پر بطریق اولیٰ فریادرسی اور حاجت روائی اور مشکل کشائی پائی جائے گی اور اگر تیسری صورت پائی گئی تو اس کی دلالت مدعا پر واضح ہے اور علامہ زرقانی نے حدیث مرفوع نقل کر کے دور سے سن سننے کا استبعاد دور کر دیا کہ جو ہستی پاک آسمان جتنی دوری سے سن سکتے ہیں وہ مکہ مکرمہ کی دوری یا تین دن کی مسافت سے کیوں نہیں سن سکتے جبکہ صرف پہلے آسمان کی نچلی سطح کی مسافت زمین سے پانچ سو سال کی راہ ہے اور اوپر والا کنارہ ہزار سالہ راہ ہے اور اگر ساتویں آسمان کی چیخ سنی تھی تو سات ہزار سالہ مسافت سے سن لی تو اس قدر دور سے سن سکنے والے نورانی کانوں کیلئے زمینی مسافتوں کی کیا حیثیت ہے؟

جبکہ زمین کا محیط صرف چوبیس ہزار میل ہے اور مدینہ منورہ سے شرق وغرب میں منتائے ارض تک صرف بارہ بارہ ہزار میل کی مسافت ہے بلکہ کرہ ارض کے افقِ حقیقی کی مسافت مشرق ومغرب میں صرف چھ چھ ہزار میل ہے اگر اوپر والے حصہ کا اعتبار کریں اور اگر نچلا حصہ ارضی بھی ساتھ شامل کریں تو مدینہ منورہ سے نیچے دوسری سمت تک کا قطر تقریباً ساڑھے سات ہزار میل بنے گا اور زمین کے سطح سمندروں کے دو حصے بارہ بارہ ہزار میل تک کی مسافت کے ہوں گے۔

﴿اللہ و رسول اور ایمان والے مدد گار﴾

''انما ولیکم اللہ و رسولہ الذین امنو'' تمہارا مددگار تو اللہ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں (المائدہ ۵۵) اہل علم پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ کارساز، حاجت روا، مشکل کشاء، فریادرس، حامی و ناصر یہ الفاظ بظاہر اگرچہ مختلف ہیں لیکن ان کا مدلول اور مفہوم ایک ہی لفظ ''ولی'' ان سب کو شامل ہے

کیونکہ ولی کا معنی لغوی طور پر دوست اور مددگار ہے ''الولی'' یعنی ولی کا معنی محبت رکھنے والا، دوست، مددگار (قاموس جلد ۴ ص ۴۰۴۔ موضح القرآن صفحہ ۱۳۵ سطر ۱۷)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اور مومنین (اولیاء اللہ) کا مددگار وولی ہونا ثابت ہوا اور پہلے آیات واحادیث پیش ہو چکی کہ فرشتوں نے بدر وحنین کے موقع پر مدد کی اور اب بھی فرشتے ہماری حفاظت ومدد پر مامور ہیں اور اولیاء اللہ بھی مدد کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف اعینونی میں ہے۔ اس آیت میں بھی مطلق ولایت کا ذکر ہے لہذا اس سے انبیاء و اولیاء کرام کا مددگار ہونا ثابت ہوا۔

اب یہ کہنا کہ یہ مددگار صرف قریب سے ہیں دور سے اختیارات، استمداد و استعانت کچھ بھی ان کو حاصل نہیں تو یہ قرآن وحدیث سے مذاق کرنا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ■ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ■ لوگوں میں کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو جو کتاب اللہ میں ایسی شرائط لگاتے ہیں جو کہ کتاب اللہ میں نہیں جو شرط کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے وہ باطل ہے اگر چہ وہ سو شرائط بھی ہوں (مشکوۃ ص ۲۴۹. مسلم شریف کتاب العتق ص ۴۹۴)

لہذا اپنی طرف سے قریب و دور یا مافوق یا ماتحت الاسباب کی قید لگا بھی غلط بیانی ہے۔ لیکن چلئے اس بات کے ثبوت کیلئے بھی آیات واحادیث کا مطالعہ کیجئے کہ کیا دور سے اختیارات وتصرفات اولیاء اللہ یا انبیاء کرام کو حاصل ہے؟

فرشتے حفاظت کرتے ھیں

" وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً " اللہ تعالیٰ تم پر حفاظت کرنے والے بھیجتا ہے۔(پ ۷ انعام ۶۱) معلوم ہوا کہ اللہ نے فرشتوں کو یہ اختیار و تصرف دیا کہ وہ حفاظت کرتے ہیں اور ہماری مدد کرسکتے ہیں۔

☆ تھانوی صاحب نے بھی لکھا کہ یہ حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں جو ہماری حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔

☆ خود غیر مقلدین کے علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ "مشکلات میں اعانت اور حاجتیں پوری کرنا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و اجازت اور حکم و رضا سے ہو انبیاء و اولیاء کو لائق نہیں اور جو ان سے یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے یہ کلام نادرست ہے۔ کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم و قضا اور ارادہ و اختیار سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں نہ کہ اپنی قدرت و اختیار سے۔(ہدیۃ المہدی۔ صفحہ ۵۵،۵۶)

☆ یہی علامہ وحید الزمان فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے" اذا انفلتت دابہ احدکم فی الارض فلاۃ فلینا دیا یا عباد اللہ اعینونی " یعنی جب تم میں سے کوئی شخص راہ چلتے بھول جائے تو ندا کرے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔(ہدیۃ المہدی۔ صفحہ ۵۵،۵۶)

☆ دیوبندیوں کے مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ "اس حدیث میں عباد اللہ سے فرشتے یا مسلمان جن مراد ہیں جو انسانوں کی نظروں سے مخفی مگر وہاں قریب ہی موجود ہوتے ہیں (صفحہ ۲۱۱ کفایت المفتی جلد دوم)

☆ دیوبندیوں کے پیر و مرشد امداد اللہ مہاجر مکی نے اپنی کتاب "کلیات امدادیہ" کے صفحہ ۸۴ پر یہی حدیث لکھی ہے۔

☆ امام محمد بن الجزری رضی اللہ عنہ کی کتاب "حصن حصین" کے اردو ترجمہ و تشریح

میں مولانا محمد عاشق الٰہی دیوبندی لکھتے ہے "جب جانور بھاگ جائے تو یوں آواز دے "اعینونی یا عباد اللہ رحمکم اللہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اللہ تم پر رحم کرے (بزار عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) لفظ رحمکم اللہ ابن ابی شیبہ میں زیادہ ہے جو ابن عباس پر موقوع ہیں۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ جب مدد کا ارادہ کرے (خواہ کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو) تو یوں پکارے "یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی ' اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو (طبرانی فی الکبیر عن زید بن علی رضی اللہ عنہ) اور اس کا تجربہ کیا گیا ہے (جب کبھی حیرانی کے موقع پر کسی نے اس طرح کی آواز لگائی تو اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ ضرور ظاہر ہو گیا۔ "طبرانی فی الکبیر" (بحوالہ حصن حصین صفحہ ۲۰۲ ترجمہ عاشق الٰہی دیوبندی)

☆ حضرت علامہ یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں مجھے ہمارے شیوخ کبائر میں سے بعض نے بتلایا

کہ ان کی سواری جو غالباً خچر تھی بھاگ نکلی اور وہ یہ حدیث جانتے تھے تو انہوں نے اس طرح کہا یعنی "یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا" تو اللہ تعالیٰ نے اس کو فوراً ان پر روک دیا۔ فحبسها الله في الحال " اور فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں خود ایک جماعت کے ساتھ تھا تو ان کا ایک جانور بھاگ نکلا اور وہ اس کو پکڑنے سے عاجز آ گئے تو میں نے یہ کلمات کہے "فوقفت في الحال بغير سبب سوى هذا الكلام" تو وہ جانور فوری طور پر کھڑا ہو گیا صرف اس کلام کے ساتھ کسی دوسرے سبب کے بغیر۔ (کتاب الاذکار امام نووی صفحہ ۱۰۰)

☆غیر مقلدین اہلحدیث کے نواب صدیق حسن خان بھوپالی صاحب اپنی کتاب'' نزل الابرار صفحہ ۳۳۵''میں یہی روایت نقل کرتے ہیں کہ''عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضور ■ نے فرمایا کہ جب ویرانے میں تم میں سے کیسی کی سواری گم ہوجائے تو اسے یوں پکارنا چاہیے''یا عباد اللہ احسبوا یا عباد اللہ احسبو فان اللہ عزوجل فی الارض حاضر ابحسبہ الخ' ' اے اللہ کے بندوں اسے روکو اے اللہ کے بندوں اسے روکو بے شک اللہ عزوجل کیلئے زمین میں روکنے والے ہیں جو اس کو روکتے ہیں۔اسی روایت کو سنی نے روایت کیا اور اس کی تخریج امام بزاز امام ابو یعلی اور طبرانی نے کی،اور مجمع الزوائد میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی معروف بن حسان ہیں جو ضعیف ہیں'' اور اس روایت کے بعد خود بھوپالی صاحب اپنا مشاہدہ و تجربہ لکھتے ہیں کہ''میں نے بھی ایک موقع پر گھوڑا گم ہوجانے کے بعد ایسا ہی کیا تو میری حاجت پوری ہوئی''(نزل الابرار صفحہ ۳۳۵)

باقی نواب صاحب کا معروف بن حسان راوی پر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ معروف بن حسان کے بارے میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہ ضعیف ہیں اور ضعف کا سبب اور وجہ نہیں بتائی گی اسلئے یہ جرح مبہم ہے جو قابل قبول اور معتبر نہیں۔ثانیاً اگر بالفرض ضعف تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی مخالف کا مدعا پورا نہیں ہوتا کیونکہ ضعیف سے حکم استحباب ثابت ہوتا ہے تو اباحت تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔جیسا غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی صاحب فرماتے ہیں''حدیث ضعیف جو موضوع نہ ہو اس سے استحباب اور جواز ثابت ہوسکتا ہے۔(فتاویٰ نذیریہ ص ۲۶۵)اور پھر بھوپالی صاحب کا اپنا تجربہ گھوڑے کو

روکنے والا اسی حدیث پر اعتماد کے پیش نظر تھا۔لہٰذا اگر ضعیف بھی ہو تب بھی استحباب و جواز ثابت ہوگیا۔(نوٹ:مزید اس حدیث کی سند و صحت کے بارے میں علامہ اشرف علی سیالوی صاحب کی کتاب ''گلشن توحید و رسالت جلد۲ صفحہ ۲۷۰'' ملاحظہ کیجئے)۔

☆علامہ ملا علی قاری ''الحرز الثمین شرح حصن حصین'' میں فرماتے ہیں کہ ''ھذا حدیث حسن یحتاج الیہ المسافرون و انہ مجرب '' یہ حدیث حسن اور اس کی طرف مسافروں کو محتاجی ہے اور یہ مجرب ہے۔اور عباد اللہ کے متعلق فرمایا کہ ''المراد بھم الملئکہ او المسلمون من الجن اور جال الغیب المسلمون بالابدال ''یعنی ان عباد سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا رجال غیب جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔(حرز ثمین)

علامہ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ''رجال غیب کا رئیس اور سردار قطب غوث،فرد اور جامع کہلاتا ہے جس کو اللہ عزوجل نے چاروں آفاق اور ارکان دنیا میں اس طرح دائر اور مدبر و متصرف بنایا ہے جیسے کہ فلک سماوی اور بالائی افق میں گردش اور تاثیر ہے۔۔۔ الخ (فتاوی حدیثیہ ۲۷۶)تو جب رجال سے مدد طلب کرنا جائز ہے تو غوث و قطب سے تو بدرجہ اولٰی جائز ہے۔

☆یہ حدیث۔''اعینو نی یا عباد اللہ'' یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ مندرجہ ذیل کتب کے اندر موجود ہے

[۱] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۱۰/ ۲۱۷ حدیث نمبر ۱۰۵۱۸ .[۲]ابن السنی فی عمل الیوم حدیث نمبر ۵۰۹ صفحہ نمبر ۱۷۰ .[۳] ابو یعلی جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۷۷

حدیث ۵۲۶۹ .[۴] البزاز فی مسند کشف الاستار ۳۴/۴ حدیث ۳۱۲۸ . [۵] البیھقی فی شعب الایمان جلد اول حدیث ۱۶۷ .[۶] ابن ابی شیبه فی المنصف جلد ۱۰ حدیث ۹۷۷۰ .[۷] حصن حصین .

قرآن میں بھی اللہ عزوجل نے ارشاد فرمادیا کہ "تمھارے مددگار اللہ اور رسول اور اہل ایمان ہیں" (مائدہ ۵۵) تو واضح ہوگیا کہ قریب و دور سے یا ایسے مقامات پر بھی جہاں کوئی بھی نہ ہو فرشتے اور نیک جنات اور (رجال) اولیاء اللہ علیہم الرضوان اللہ عزوجل کے اذن سے ہماری مشکل کشائی فرما سکتے ہیں اور ان کو مدد کے لئے پکارنا "یا علی مدد کہنا، یا غوث اعظم مدد کہنا انہی قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالی کے حکم وقضا اور ارادہ و اختیار سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں نہ کہ اپنی قدرت واختیار سے۔

اعتراض :اس حدیث میں تو صرف سفر کی صورت میں مدد مانگنے کا حکم ہے لیکن تم سنی تو ہر حال میں مدد مانگتے ہو لہذا یہ شرک ہے سفر میں شرک نہیں۔

جواب :چلو الحمدللہ عزوجل ! تم منکرین اس بات پر تو متفق ہوئے کہ حالت سفر میں انبیاء و الیاء کرام مدد فرما سکتے ہیں۔

2☆ حیرت ہے کہ مخالفین کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ شرک تو ہر جگہ شرک ہوتا ہے خواہ گھر میں ہے، سفر میں ہے ۔ اگر مخالفین کے نزدیک یہ شرک ہے تو پھر سفر میں یہ شرک کیسے ایمان وتوحید بن گیا؟

3☆ حالت سفر میں کوئی ظاہری سبب نہیں ہوتا بلکہ وہاں ویرانی و تنہائی ، سخت مصیبت اور پریشانی کا سامنا ہوتا ہے بلکہ حدیث میں سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا گیا

ہے اس لئے فرمایا گیا کہ سفر میں اس طرح مدد مانگنا لہٰذا جب سخت پریشانی و ویرانی اور عذاب میں مدد مانگنا جائز ہے تو پھر دیگر حالات میں بھی بالکل جائز ہے ۔قرآن وحدیث میں کہا حکم ہے کہ سفر میں تو جائز ہے لیکن گھر میں شرک ہو جائے گا اگر مخالفین کے پاس ایسا ثبوت ہے تو پیش کریں ورنہ اپنی خود ساختہ تکفیر کو اپنے پاس سنبھال کر رکھیں ۔اپنی ذاتی تاویل اور خود ساختہ قید و بند پیش کر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانا بہت بڑی جہالت و گمراہی ہے۔

اعتـــراض:اللہ عزوجل نے سفر والوں کیلئے رجال الغیب جنات اور فرشتے مقرر کیے ہوتے ہیں ۔جو ہر وقت وہاں موجود ہوتے ہیں لہٰذا یہ غیبی پکار و مدد ہر گز نہیں۔

جواب :یہ بھی ایک دھوکا ہے ورنہ یہ بتایا جائے کہ کیا ہر ہر مسافر کے ساتھ آغاز سفر سے اختتام سفر تک فرشتے جنات یا رجال تمام لمحات میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں؟ کہ اس سے ایک لمحہ بھی دور نہیں ہوتا کہ کہیں اس مسافر سے دور یا غائب ہونے کی صورت میں غیبی پکار و استمداد نہ بن جائے اور شرک نہ ہو جائے۔

☆حدیث کے وہ الفاظ بتائے جائیں جس سے مخالفین کا مدعا ثابت ہوتا ہے ورنہ خود ساختہ تاویل اپنے پاس رکھیں۔لہٰذا یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ خواہ مسافر کسی مقام پر بھی ہو یہ مقربین ان کی مدد ان کی پکار سن کر قریب و بعید سے مدد فرما دیتے ہیں۔

اعتـــراض:اس حدیث میں تو فرشتوں اور جنات کا ذکر ہے اور تم انبیاء و اولیاء کو بھی شامل کر دیتے ہو اور انہیں پکارتے ہو۔

جواب :اگر تمھاری بات تسلیم بھی کر لی جائے تو ایسی صورت میں بھی تمھارا مدعا

ثابت نہیں ہوتا

بلکہ ہمارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے بندے (فرشتے جنات وغیرہ) مدد کرسکتے ہیں اور ان سے امداد و استعانت بالکل جائز ہے کوئی کفر وشرک نہیں۔

☆چلو تم فرشتوں اور جنات کی امداد و استعانت کو تو قبول کرو۔ اور اپنی کتب و فتویٰ جات اور اپنی عوام کو آج کے بعد یہ کہا کرو کہ ان سے مدد مانگنا تو جائز ہے لیکن انبیاء و اولیاء کرام سے جائز نہیں۔

☆جب ادنیٰ سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو اعلیٰ سے تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے جب فرشتے و جنات جو کے ہمارے نبی پاک ■ کے امتی و خادم ہیں ان سے استمداد جائز ہے تو پھر ان کے آقا و سردار محمد مختار ■ سے کیونکر شرک و ناجائز ہو سکتی ہے؟ منکرین کی عجیب منطق ہے کہ امتی و خادم تو با اختیار و با تصرف ہو لیکن ان کا نبی و آقا ■ بے اختیار اور مجبور و مکسور ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔

☆اسی طرح اللہ عزوجل نے فرشتوں اور جنات کی طرح اولیاء کرام علیہم الرضوان کو بے شمار قوتیں اور طاقتیں عطا فرما رکھی ہیں بلکہ جنات سے زیادہ قوت و طاقت اللہ عزوجل کے مقرب بندوں (اولیاء) کو حاصل ہیں دیکھیے قرآن پاک سورۃ نمل میں جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ میں بلقیس کا تخت حاضر کر دوں گا آپ کے دربار برخاست ہونے سے قبل تو اس وقت ایک ولی کامل حضرت آصف بن برخیا نے فرمایا کہ میں وہ تخت پلک جھپکنے سے قبل پیش کر دوں گا اور پھر ایسا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ جنات سے زیادہ اولیاء کرام کی روحانی قوتیں اور طاقتیں ہیں لہذا اگر جنات کیلئے یہ

جائز وتسلیم ہیں تو ان سے اعلیٰ قوتیں اور طاقتیں رکھنے والوں کیلئے بھی جائز ہی ہیں۔

☆اب اگر کوئی یہ کہے کہ مرنے کے بعد کا کوئی ثبوت نہیں تو اولاً تو ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں حیات وممات کا کوئی ذکر ہی نہیں اور اسی طرح نہ ماتحت و مافوق کی خودساختہ تا دیل ہے جو مدعی ہو دلیل پیش کرے۔اسلئے ہم کہتے ہیں کہ ہر حال میں خواہ ظاہری حیات ہو یا بعد الوصال انبیاء واولیاء سے استمداد بالکل جائز ہے۔قرآن وحدیث پر وہابیہ کی خودساختہ قید کیا اہمیت رکھتی ہے؟ پھر یہ طاقتیں اور قوتیں اللہ عزوجل کی عطا کردہ ہیں اور یہ کمالات واوصاف بعد الوصال بھی انہیں حاصل ہوتے ہیں، منکرین یہ بتائیں کہ کیا نبی پاک ﷺ کی نبوت اور کسی ولی کی ولایت بعد الوصال ختم ہو جاتی ہے ہرگز نہیں تو پھر ان کے کمالات واوصاف کیسے ختم ہو جاتے ہیں۔لہذا یہ اعتراض محض ہیرا پھیری ہے۔

☆اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۔اللہ کاموں کی تدبیر فرماتا ہے۔(یونس ۳)

لیکن یہ تدبیر بھی اللہ نے بندوں کو عطا فرمائی ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا " انکی قسم جو جہاں کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔(پ ۳۰ سورۃ نازعات ۵)

تفسیر بیضاوی شریف اور دیگر تفاسیر میں ہے "یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بندوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیر ہائے حضرت قدس تک جلد

رسائی پاتی ہیں اب تو اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔ (تفسیر بیضاوی ،تفسیر کبیر ،تفسیر روح البیان ، تفسیر مظہری ،تفسیر عزیزی) بحمداللہ تعالیٰ بعد الوصال یہ پاک ہستیاں فرشتوں کی طرح عالم میں تصرف کرنے اور تدبیر کرنے والوں میں سے ہو جاتی ہیں۔

﴾**نـــوٹ** : اس حدیث پر تمام تجثیوں اور اعتراضات کی مکمل تفصیل کیلئے کتاب ''هداية المتذبذب الحيران في الاستغاثه باولياء الرحمان'' مناظرہ اہل سنت حضرت علامہ اشرف علی سیالوی مدظلہ العالی کا مطالعہ کیجئے﴿

﴾حضرت علی مدد گار﴿ رضی اللہ عنہ

نبی کریم ■ نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ''وهو ولي كل مؤمن ''اور وہ (علی) ہر ایمان والے کے یارومددگار ہیں (ترمذی شریف ،مشکوۃ شریف ج ۳ حدیث ۵۸۲۹)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ■ نے فرمایا ''من كنت مولاه فعلي مولاه'' ، جس کا میں مددگار (مشکل کشا) ہوں اُس کے علی بھی مددگار (مشکل کشا) ہیں (احمد ،ترمذی ،مشکوۃ ج ۳ حدیث ۵۸۳۰)

اور ایک اور روایت میں آتا ہے حضور ■ نے ارشاد فرماتے ہیں ''من كنت وليه فعلي وليه'' ،جس کا میں مددگار ہوں علی اس کے مددگار ہیں (کرم اللہ تعالی وجهه الكريم احمد و لنسائي و الحكم عن بريدة رضي الله تعالى

عنه بسند صحیح)۔

حضرت شاہ ولی اللہ ''جواہر خمسہ'' حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اعمال کا وظیفہ کرتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے استاد علم حدیث مولانا ابو طاہر مدنی و شیخ محمد سعید لاہوری سے اس کے اعمال کی اجازت حاصل کی (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ۱۳۸) اور اسی جواہر خمسہ میں یہ نادعلی والا عمل بھی ہے کہ ''ناد علیا مظھر العجائب تجدہ عونا لک فی التوائب کل ھم و غم سینجلی بو لا یتک یا علی یا علی یا علی'' یعنی پکار علی کو جن کی ذات مظہر عجائب ہے جب تو انہیں پکارے گا تو انہیں مصائب وافکار میں اپنا مددگار پائے گا پریشانی و رنج ابھی (یعنی فوراً) دور ہوتا ہے آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی (جواہر خمسہ) اسی لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تو بعد الوصال بھی یہ مدد ثابت کرتے ہوئے نادعلی پر عمل کرتے ہیں۔

☆ حدیث شریف میں آتا ہے'' ان اللہ تعالیٰ عبادان ناختصھم بحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئک الامنون من عذاب اللہ'' بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی حاجت روائی کیلئے مقرر کیا ہے لوگ اپنی حاجتیں پوری کروانے کے لئے بقرار ہو کر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ بندے اللہ کے عذاب سے امان میں ہوتے ہیں (الجامع الصغیر، الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بسند حسن)

﴿جنگ حنین میں مافوق الاسباب استمداد﴾

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے جنگ حنین میں حضور

■ کی معیت میں جہاد کیا۔صورت ایسی پیش آئی کہ اصحاب کے قدم اکھڑ گئے۔اس وقت جب کافروں نے ہجوم کرکے حضور ■ کو گھیرلیا آپ ■ اپنی سواری سے اتر آئے اور زمین سے ایک مشت خاک لے کر ان کے مونھوں پر ماری اور شامت الوجوہ فرمایا ان میں سے ہر آفریدہ کی دونوں آنکھوں میں مٹی بھر گئی اور پیٹھ دے کر بھاگ گئے۔(راوہ مسلم،مشکوۃ ص ۵۲۴)

اس سے بڑھ کر اور کیا مشکل کشائی ہوگی کہ نبی پاک ■ نے تنہا ایک لشکر کو بھاگا دیا۔اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مشکل کشائی فرمائی۔اب کم از کم نجدی یہ تو مان لیں کہ نبی پاک ■ اپنی زندگی میں تو مشکل کشاہ تھے۔

بعد الوصال انبیاء و اولیاء کرام کے تصرفات

مانعین حضرات یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کرام اولیاء کرام کی یہ باتیں ان کی زندگی میں تو ٹھیک ہیں لیکن ان کی زندگی کے بعد ان کی یہ روحانی طاقتیں ختم ہو جاتیں ہیں تو حضرات گرامی!عرض ہے کہ یہ بات ذہن میں اس لئے پیدا ہوئی کہ ہم نے انسانیت کے مفہوم کو نہ سمجھا۔ہم نے خیال کیا کہ یہ گوشت اور پوست ہی انسان ہے۔یہ غلط ہے۔یاد رکھیئے کہ یہ مفہوم انسانیت،حقیقت انسانیت نہیں،حقیقت انسانیت وہ چیز ہے جو مرنے کے بعد بھی زندہ اور باقی رہتی ہے۔یہ جسم اور روح کا مجموعہ ہمیں انسان نظر آتا ہے ان دونوں میں جو اصل حقیقت ہے وہ روح ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ عام بندوں کا جسم تو گل سڑ جاتا ہے اگر جسم کو اصل حقیقت قرار دے دیا جائے تو پھر یہ تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ اصل حقیقت روح ہے اور اگر روح کو فانی قرار دیا جائے تو یوں سمجھے کہ قبر کا

عذاب اور ثواب سب کچھ ختم اور حساب کتاب بھی نہ ہوا اور پھر حشر نشر کیسا؟
کیوں کہ ثواب وعذاب تو روح کے لئے

ہے اگر روح کو فانی مان لیں تو سارا دین ختم ہو کر رہ جائے۔ معلوم ہوا کہ روح باقی ہے تو حقیقت انسانیت اس روح کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دیں ہیں جسم اور روح۔ ان میں جسم فانی ہے اور روح باقی ہے پس فانی کے اثرات اور صفت بھی فانی۔ کیونکہ موصوف فانی ہو تو اس کی صفات بھی فانی ہوتی ہیں لہٰذا بدن فانی تو اس کے سب کمالات بھی فانی ہیں۔ اب بتایئے کہ مظہرِ تجلیاتِ صفاتِ الٰہی اور آیینہ جمالِ رب ہونا صفت روح کی ہے یا جسم کی؟ یقیناً یہ صفات روح کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ موصوف جب باقی ہے تو اسکی صفت بھی باقی ہوگی۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ نیکی کے کام ہیں یہ سب

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ کا ذکر ہے اور یہ روح کی غذا ہیں تو کیا مرنے کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دوسری نیکیاں ختم ہو جائیں گی؟ یا باقی رہیں گی؟ یقیناً باقی رہیں گی۔ تو بھائی مرنے کے بعد تمہاری تمام روحانی صفتیں باقی رہیں اور انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے وصال کے بعد ان کے تمام روحانی کمالات ختم ہو جائیں یہ عجیب بات ہے۔ پس ان حضرات کی قبور کے اندر بھی روحانیت زندہ ہوتی

ہے اور روحانی کمالات بھی باقی ہوتے ہیں۔ ہم پھر منکرین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا موصوف کے ساتھ اس کی صفتیں بھی ختم ہو گئیں یا نہیں؟ اگر کہیں کہ صفتیں بھی معدوم ہو گئیں تو یہ حضور علیہ السلام کی ابدی نبوت کا انکار ہو گا اور اگر ختم نبوت اور آنحضرت ■ کی ابدی نبوت کو منکرین تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کا

ایمان ہونا چاہیے کہ حضور اکرم ■ کی نبوت و رسالت غیر محدود و ہر مقام پر موجود ہے اور موجود سے مدد کے تو وہ بھی قائل ہیں لہذا کم از کم نبی پاک ■ کو تو مشکل کشاہ، داتا مانو۔ اور پھر ولیوں کی ولایت سے مانعین کو کیا دشمنی ہے؟ اس کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

بحال حقیقی عالم و مدرک اور سامع و فاہم صرف روح اور نفس انسانی ہے خواہ حالتِ حیات ظاہریہ دنیویہ ہو، خواہ برزخیہ یا حیاتِ اُخرویہ۔ وہی روح مکلف اور مخاطب احکام ہے اس کے لئے جزاء و ثواب ہے اور اسی پر عذاب و عتاب ہے بدن ان تمام امور میں اس کے تابع ہے روح دائمی و ابدی ہے نہ اس پر فنا ہے اور نہ اس میں افتراق و انتشار کا امکان۔ فناء و ہلاکت اور افتراق و انتشار صرف بدن اور اس کے اجزاء و اعضاء کیلئے ہے بدن میں علم و ادراک اور دیگر صفات روح کے تعلق کی مرہوں منت ہیں اور وہ تعلق موت کے بعد اور قبر میں مدفون ہونے کے بعد بھی قائم رہتا ہے لہذا بدن میں ان صفات کا تحقق بھی ضروری ہے خواہی بدن کی ہیت باقی رہے یا بدل جائے، کیونکہ صحۃ حیات وغیرہ کیلئے بنیاد (عام) جسمانی کا برقرار رہنا ضروری نہیں۔

لہذا جب حقیقت انسانیت روح ہے اور اس کے تمام کمالات وصفات باقی ہیں تو پھر حیات و ممات کا فرق کرنے ہی لغو و باطل ہے پس جب دنیا میں اختیارات و تصرفات ان کے لئے ثابت ہے تو بعد الوصال بھی یہ تمام تصرفات و کمالات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے زندگی ہیں کیونکہ حقیقت زندہ ہے۔

قریب و دور یکساں دیکھنا

عن ثوبان ان نبی ﷺ قال ان اللہ زوی لی الارض حتی رایت

مشارقها و مغاربها و اعطانی الکنزین الاحمر والا بیض

، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ■ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے تمام مشرق اور تمام مغرب دیکھ لئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ و سفید دو خزانے عطا فرمائے۔ (مسلم، کتاب الفتن ۲)

■ ان نوعیت کی احادیث پہلے پیش ہو چکی ہیں جن سے صراحتا معلوم ہوا کہ حضور دور دراز رہنے والے افراد اور اشیاء و کیفیات کو بھی اس طرح دیکھتے ہیں جیسے نزدیک والے افراد اور اشیاء و کیفیات کو۔

■ حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ''ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی یوم القیامة کانما نظر الی کفی هذا'' بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (جمع المسند الرسالة المستطرفة صفحه ۴۳ فی کتاب الفتن والملاحم. جمع الجوامع للسیوطی، المواهب اللدنیه جلد ۲ ص ۱۹۲، شرح للزرقانی جلد ۷ ص ۴، کنز العمال جلد ۶ ص ۹۵، شرح دیوان ابن لفارض للنابلسی صفحه ..و عنه فی جواهر البحار جلد ۳ ص ۳۰۶، بحواله مقام رسول ﷺ)

اعتراض: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کے بعد لکھا ہے کہ ''سنده

ضعیف''۔

جواب :اس حدیث کوتین محدثین کرام نے اخراج کیانعیم بن حماد(متوفی ۲۲۸ھ) دوسرے امام طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) اور تیسرے امام ابونعیم احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ)۔طبرانی اور ابونعیم کی روایت یوں ہے''ترجمہ''بے شک اللہ عزوجل نے ساری دنیا میرے سامنے کردی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں' 'اس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کیلئے روشن فرمائی جیسے مجھ سے قبل انبیاء کیلئے روشن کی تھی(راوہ الطبرانی فی الکبیر و ابو نعیم فی الحلیه عن بن عمر ▬ زیارت جامع صغیر للسیوطی ،الفتح الکبیر للنبهانی ۱/ ۳۴۰،کنز العمال ۶/ ۱۰۵،انباء المصطفے یسدنا اعلیٰ حضرت)

"سندہ ضعیف" والا جملہ نعیم بن حماد کی روایت سے متعلق ہے جو کنزالعمال جلد۶ ص ۹۵ پر ہے یہ فتویٰ "سندہ ضعیف "والا طبرانی اور ابونعیم کی روایت کے مندرجہ کنزالعمال جلد ۶ ص ۱۰۵ کے بعد نہیں تو جب معلوم ہوا سندہ ضعیف نعیم بن حماد کی روایت کے متعلق ہے نہ طبرانی اور ابونعیم کی روایت سے تو ایک حدیث کا ایک سند سے ضعیف ہونا اس بات کو کب مستلزم ہے اس کی سب سندیں ضعیف ہیں؟

☆دوسرا اگر بالفرض یہ تمام اسناد ضعیف بھی ثابت ہو جائیں تو پھر بھی ہمارا مدعا ثابت ہے وہ یوں کے اصول حدیث کا یہ مسلم قانون ہے حدیثِ ضعیف تعددِ طرق سے قوت پاتی ہے بلکہ حسن بن جاتی ہے(دیکھیے مرقاۃ شرح

مشکوۃ جلد ۲ ص ۴۱ آخر فصل الثانی)اور قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں ''ان الحسن یجوزا العمل بہ عند الجمہور'' (نیل الا و طار جلد ا ص ۲۲ و نحوہ فی مقدمہ الشیخ و اشعتہ اللمعات و غیرھم)

☆ آخری بات یہ ہے کہ ''سندہ ضعیف'' یہ جرح مبہم ہے جس میں اس کی تفصیل نہیں کہ نعیم کی روایت کیوں ضعیف ہے، اس میں کون سا راوی ضعیف ہے اور اس راوی کی وجہِ ضعیف کیا ہے۔ کیا اس میں ایسا طعن تو نہیں جو بعض محدثین کرام کے نزدیک طعن ہی نہ ہو۔ اور جرح وطعن مبہم سے حدیث مجروح نہیں ہوتی بلکہ وہ قابل عمل رہتی ہے (دیکھو منالابی البرکات نسفی صاحب تفسیر مدارک، پھر اس کی شرح نور الانوار صفحہ ۱۹۶)

الحمدللہ عزوجل! ہم نے مختصراً معترضین کے اعتراض کا جواب پیش کر دیا ہے اگر مزید تفصیلی کسی نے دیکھنی ہو تو منظور احمد فیضی صاحب کی کتاب ''مقام رسول ﷺ'' صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ کریں۔

﴿نبی پاک ﷺ حاضر و ناظر ھیں﴾

نبی پاک ■ اپنی امت پر حیات و ممات ہر حال میں حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے مختصراً دلائل حاضر ہیں۔

☆ ''یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا '' اے نبی ہم نے آپ کو گواہ (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا (پ۲۲ ع ۳) ☆ انا ارسلنک شاھدا و مبشرو نذیرا'' ہم نے آپ کو (امت کیلئے) حاضر و ناظر (نگران و مطلع) بنا کر اور بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث فرمایا (الفتح آیت ۸)

☆ "ویکون الرسول علیکم شهیدا "اور یہ رسول تمھارے نگہبان و گواہ (حاضر و ناظر) ہیں۔(القرآن)

شاہد کے معنی حاظر و ناظر ہیں کیونکہ شاہد شہود اور شہادت سے مشتق ہے۔مفردات امام راغب میں ہے"شہود اور شہادت کا معنی حاضر ہونا مع مشاہدہ بصر یا بصیرت کے ساتھ(مفردات ج ۲ ص ۲۷) لہذا "شاھدا" یا "شہیدا" میں آنکھ سے دیکھنا اور حاضر ہونا شرط ہے۔

قرآن پاک کی معتبر تفاسیر روح المعانی،ابوسعود و جمل میں "شـــاهــدا" کے بارے میں ہے کہ "آپ ﷺ جن کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ان پر گواہ بن گئے۔آپ ﷺ ان کے حالات کو (ہمیشہ) دیکھتے ہو ۔ان کے اعمال کا(ہمیشہ) مشاہدہ فرماتے ہو۔جو کچھ بھی تصدیق و تکذیب ان سے صادر ہورہی ہے اس پر گواہ بن رہے ہو اور ہدایت اور گمراہی میں سے جس پر بھی لوگ ہیں اس پر بھی گواہ ہو اور یہ گواہی آپ ﷺ قیامت کے روز ادا فرماؤ گے اور یہ گواہی اُمت کے حق میں بھی قبول ہوگی اور مخالفت میں بھی ۔(یعنی تمام امتوں پر آپ گواہ ہیں)(تفسیر روح المعانی ۲۲ /۴۵، تفسیر ابوسعود ۷/ ۱۰۷ تفسیر جمل ۳/۴۴۲)

جب اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو پوری امتوں پر گواہ بنایا ہے تو یہ ضروری ہے کہ آپ ﷺ ان سب کے حالات پر سوتے جاگتے،حیات و ممات میں حاضر و ناظر رہیں کیونکہ معتبر گواہ وہی ہوتا ہے جو موقع پر موجود (حاظر) ہو اور اس نے تمام واقعایات کو اپنی آنکھوں (بصارت سے) دیکھا ہو۔قرآنی لغت کی معتبر کتاب مفردات امام راغب میں ہے کہ "شہادت وہ قول ہے جو اس علم کے بعد صادر

ہو جو علم بینائی یا بصارت کے مشاہدہ سے حاصل ہوا ہو۔(المفردات فی غریب القرآن ۲۶۸)

البحرالرائق میں ہے کہ ”شہادت مشاہدہ سے اسم ہے اور مشاہدہ نام ہے کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر مطلع ہونے کا،اسلئے شہادت (گواہی) کی ادائیگی میں مشاہدہ (دیکھ کر) خبر دینے کی شرط لگائی گئی ہے۔(البحرالرائق ۷/۵۵)

نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ ”گواہی میں اصل یہ ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو تو اس پر حاضر ہوا ہو،اس کی خبر دینا (نہایہ ۲/۵۱۴)

اسلئے گواہ (شاہد) وہی ہوتا ہے جو موقع پر حاضر و ناظر (موجود اور دیکھ رہا) ہو۔مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ”بلا مشاہدہ کے شرعاً شہادت (گواہی) جائز نہیں (الافاضات الیومیہ ۲/۲۸۱)

اور یہی قانون عدالت کا ہے کہ عینی گواہ (جس نے اپنی آنکھ سے واقعہ دیکھا ہو) کی گواہی زیادہ معتبر ہوتی ہے۔اور یہی قانون بروز قیامت اللہ تعالیٰ کا ہو گا۔جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ”تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے“ وجئنابک علی ھؤلاء شہیدا ”اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں گے(القرآن)

تو بروز قیامت دوسری امتوں پر امتِ محمدیہ گواہی دہ گی اور کہیں گے کہ ہم کو ہمارے نبی ■ نے بتایا ہے تو دوسری امتیں اعتراض کریں گیں کیونکہ وہ نبی پاک ■ سے سنے ہوئے کی گواہی دے رہے ہونگیں تو جب وہ اعتراض کریں گے تو نبی پاک ■ کو بلایا جائے گا اور آپ گواہی دیں گے تو پھر کوئی اعتراض نہ کرے گا کیونکہ آپ ■ سب پر عینی گواہ ہیں۔اور ”رسول اللہ ■ اپنے امتیوں کے حالات

سے پورے واقف ہیں"(دیکھئے تفسیر عثمانی ص ۲۷۔مزید وضاحت کے لئے جاء الحق کا مطالعہ کیجئے)

امام ملا علی قاری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "(علیکم شہیدا) یعنی رسول اللہ ■ تم پر مطلع ہیں تمہارے افعال دیکھ رہے ہیں اور تمہارے اقوال کا تزکیہ فرمائیں گے (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱۰/۲۶۴)

بحرحال ان آیات واحادیث وتفاسیر سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی پاک ■ اب بھی وصال قبر شریف میں رہتے ہوئے اپنی امت کے حالات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

۔"حاضر و ناظر" خالص علمی اصلاح ہے اور علماء "عالم" پر "حاضر" کا اطلاق کرتے رہتے ہیں۔شامی میں ہے کہ "یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے اسلئے کہ حضور علم کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔یا حاضر یا ناظر کا معنی ہوگا اے جاننے والے،اے دیکھنے والے (فتاوی شامی ۳/۳۲۷)

نبی پاک ■ کو حاضر و ناظر کہنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ آپ ■ اپنے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ اس نظریہ کا تعلق آپ ■ کی نورانیت و روحانیت کے ساتھ ہے یعنی آپ ■ کا جسم اطہر تو قبر انور میں موجود ہے لیکن آپ ■ اپنی نورانیت و روحانیت کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں۔حاضر و ناظر کی تعریف مختصراً یہ ہے کہ قوت قدسیہ والا ایک مقام میں رہ کر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح تمام عالم کو دیکھئے اور قریب و بعد کی آواز سن سکتا ہو اسے "ناظر" کہتے ہیں اور ایک ہی ساعت میں عالم کی سیر کرنے پر قادر ہو اور یہ اختیار خواہ روحانی ہو یا نورانی یا علمی ہو۔اسے "حاضر" کہتے ہیں۔

(مزید وضاحت کیلئے کتاب جاء الحق کا مطالعہ کیجئے۔یا مزید تفصیل کے لئے "گلشن توحید و رسالت جلد دوئم کا مطالعہ کیجئے)
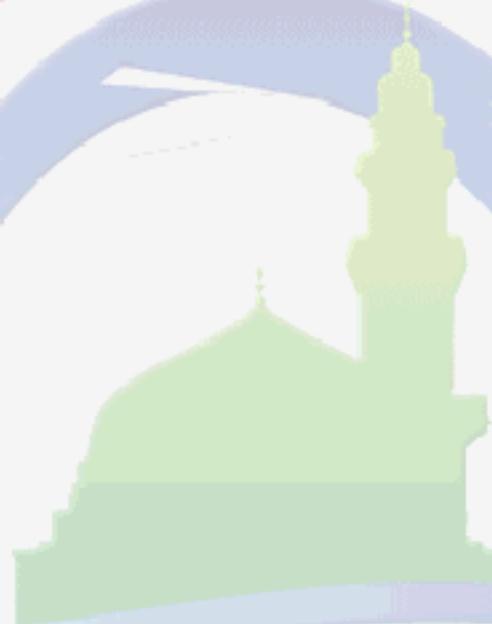
﴿بعد الوصال جہان کے کاموں کی تدبیر کرنا﴾

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حقیقۃً تو تدبیر فرمانے والا اللہ عزوجل ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۔اللہ کاموں کی تدبیر فرماتا ہے۔(یونس ۳) لیکن یہ تدبیر بھی اللہ نے بندوں کو عطا فرمائی ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" انکی قسم جو جہاں کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔(پ ۳۰ سورۃ نازعات ۵) تفسیر معالم التنزیل شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مدبرات الامر ملائکہ (فرشتے) ہیں کہ ان کاموں

پر مقرر کیے گئے جن کی کاروائی اللہ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی عبد الرحمٰن بن سابط نے فرمایا دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔ جبرائیل ،میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جبرائیل تو ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا لشکروں کو فتح و شکست دینا اس کا تعلق ہے) اور میکائیل باراں و روئیدگی پر مقرر ہیں (کہ بارش برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں) اور عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں اور اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں۔ (معالم)

☆اور تفسیر بیضاوی شریف میں ہے "یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بندوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی ( ) اور دریائے ملکوت میں شناوری ( ) کرتی حظیر ہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں اب تو اپنی بزرگی و طاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔ (تفسیر بیضاوی ،تفسیر کبیر ،تفسیر روح البیان ، تفسیر مظہری،تفسیر عزیزی) بحمد اللہ تعالیٰ اولیاء کرام بعد الوصال عالم میں تصرف کرتے اور اسکے کاموں میں تدبیر فرماتے ہیں۔

اے مسلمانو! یہ تمام ہستیاں تو نائبان بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے ہیں۔ ان کے اس قدر تصرفات و اختیارات باذن اللہ عزوجل ہیں تو پھر حاکم و امام حبیب خدا ■ کی کیا شان ہوگی۔

امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی "مواہب لدنیہ" میں فرماتے ہیں کہ "نبی پاک ■ خزانہ راز الٰہی و جائے نفاذ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور ■ کے

دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور ■ کی سرکار سے۔خبردار ہو میرے باپ قربان ہوں ان پر جو بادشاہ و سردار ہیں اس وقت سے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی آب و گل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے۔وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کے خلاف نہیں ہوتا تمام جہان میں کوئی بھی ان کے حکم کو پھیرنے والا نہیں۔(مواہب لدنیہ)

اے مسلمانو!نبی پاک ■ کا حکم کیونکر کوئی پھیر سکے۔یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔صحیحین بخاری و مسلم و سنن نسائی وغیرہ میں حدیث صحیح جلیل ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے پیارے محبوب ■ سے عرض کرتی ہیں "یارسول اللہ میں حضور ■ کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور ■ کی خواہش (پورا کرنے) میں جلدی و شتابی کرتا ہوا۔

بہرحال جب حضور ■ کے غلاموں (فرشتوں اور ولیوں) کیلئے عالم میں تصرف کرنا اور کاروبار جہان کی تدبیر کرنا ثابت ہے اور وہ شرک نہیں۔(حالانکہ یہ صفت بھی بالذات اللہ تعالیٰ کی ہے قال تعالیٰ یدبر الامر) تو ان کے آقا و مولیٰ (جو کمال کا مرکز و مصدر اور اصل ہیں اور ہر نعمت کے قاسم ہیں) کیلئے یہ کمال ثابت ہو تو کیوں شرک لازم آتا ہے؟ شرک مقید بافراد و ازمان و امکان نہیں ہوا کرتا۔شرک ہر مکان میں شرک ہی ہوگا اور شرک ہر زمان میں شرک ہی ہوگا اور اگر بعض غیر اللہ کیلئے کسی کمال و صفت کا اثبات شرک ہے تو غیر اللہ کے ہر فرد کیلئے اسکا اثبات شرک ہوگا۔اور اگر بعض غیر اللہ کیلئے کسی کمال کا اثبات شرک نہیں تو غیر اللہ کے ہر فرد کیلئے اسکا اثبات شرک نہ ہوگا۔یہ اور بات ہے کہ عدم ثبوت کی وجہ سے اس کیلئے ثابت نہ ہو۔بہرحال اگر بالفرض اثبات کیا جائے تو

شرک ہرگز نہ ہوگا۔

﴿یامحمد یا محمد یا نصراللّٰہ انزل﴾ ﷺ

حضرت ابوعبیدہ بن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ تو جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اس خطرناک صورتحال نے مسلمانوں کو پریشان کردیا۔ حضرت کعب بن ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا اٹھاتے ہوئے پکارا۔ "یامحمد یا محمد یا نصر اللہ انزل" یعنی یا محمد یا محمد ■ اے اللہ کی امداد نزول فرما۔ مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور کمال ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ (محمد بن عمر الواقدی فتوح الشام)

﴿صحابہ کرام کا مدد کیلئے یا محمداہ پکارنا﴾

اسی طرح نبی پاک ■ کے وصال کے بعد جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ مسلیمہ

کذاب سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو تعداد کم ہونے کی وجہ سے سخت مشکلات کا سامنے کرنا پڑا" روایت میں آتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے رفقہ نے جب ایسی نازک حالت دیکھی تو پھر انہوں نے مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق نعرہ لگایا اور اس میں وقت یا محمد ■ کا نعرہ لگاتے تھے "ثم نادای بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ" (البدائیہ و النھائیہ جلد ششم ص ۳۲۴، تاریخ ابن اثیر جلد ۲، تاریخ طبری جلد ششم ص ۲۵۰)

اور یہ ندا اس وقت فرمائی جب وقتی طور پر اہل اسلام کے پاؤں اکھڑے اور مسیلمہ کے لشکری حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمہ تک آپہنچے لیکن اس کے بعد اہل اسلام کو ان پر فوقیت اور برتری حاصل ہونے لگی اور بالآخر فتح ونصرت نے ان کے قدم چومے اور مسیلمہ قتل ہو کر واصلِ جہنم ہوا اور اس کا لشکر بھی تباہ و برباد ہو گیا۔

اگر بعد الوصال مسافت بعیدہ سے استمد اد واستعانت شرک ہوتی تو حضور ■ کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کبھی مدد نہ مانگتے۔اور الحمد للہ عزوجل! صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقہ پر ہی آج اہلسنت والجماعت قائم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔**فان امنو بمثل ما امنتم به فقد اهتدو وان تولو فانماهم فی شقاق** ترجمہ۔پس تم اگر ایسا ایمان لاؤ۔ جیسے وہ (صحابہ کرام) لائے تو تم ہدایت پر ہو اور اگر ایسا نہ لائیں۔تو ان کے اندر بغض ہے۔(سورۃ بقرہ)

معلوم ہوا جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح ایمان رکھے وہ ہدایت پر ہے اور دوسرا گمراہی پر اور ان کے دلوں میں بغض وعناد ہے اور نفاق کی بیماری جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ■ کے صدقے انہیں ہدایت نصیب فرمائے (امین)

پاؤں سن ہو جائے تو؟

1) امام محمد اسماعیل بخاری المعروف امام بخاری رحمتہ اللہ اور امام حجتہ احمد بن محمد ابو بکر بن السنی اپنی متصل سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا تو ان سے

ایک شخص نے کہا کہ جس ہستی سے آپکو زیادہ محبت ہے اُس کو یاد فرمایئے۔ پس

آپ نے پکارا

''یا محمد ■''امام ابوبکر السنی اپنی روایت میں لکھتے ہیں کہ راوی کہتے ہیں کہ (جب

انھوں نے یا محمد ■ پکارا) فوراً پاؤں درست ہوگیا گویا کہ اس کا بندھن کھول کر

اسے آزاد کردیا گیا ہو (الادب المفرد امام بخاری' کتاب عمل الیوم

والیلتہ، اما ابو بکر السنی')

(ب) اور امام ابوبکر السنی کی دوسری روایت میں سند موصول کے ساتھ یوں ہے

کہ ''عبدالرحمٰن بن سعید سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ

کے پاس تھا تو آپ کا پاؤں سن ہوگیا تو میں نے کہا کہ آپ کے پاؤں کو کیا ہوگیا

ہے؟ تو فرمانے لگے کہ یہاں سے اس کا پٹھا اکٹھا ہوگیا ہے تو میں نے کہا کہ

لوگوں میں اپنی محبوب ترین ہستی کو پکارو۔ فقال یا محمد' تو انھوں نے کہا یا

محمد تو اسی وقت پاؤں کھل گیا۔ (عمل الیوم و اللیتہ امام ابو بکر السنی)

(ج) انھی امام ابو بکر السنی کی روایت میں سند متصل کے ساتھ ایسی ہی ایک

حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں' فقال یا محمداہ' یعنی یا محمد ■ میں آپ

سے استغاثہ و فریاد کرتا ہوں [یعنی آپ کو غوث بناتا ہوں] (کتاب عمل

الیوم و الیلتہ، امام ابو بکر السنی)

یہی حدیث امام المحدثین قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمتہ اللہ نے اپنی کتاب

الشفا بتعریف حقوق المصطفی ■ صفحہ ۳۹۱ میں لکھی ہے۔

حدیث ابن عمر یہ تعامل اہل علم ہے چنانچہ علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب

حضرت ابن عمر نے یا محمداہ پکارا تو فوراً ان کا پاؤں اچھا ہوگیا'' وھذا یقتضی

صحة ماجربوه۔۔۔وهذا مماتعاهله اهل المدينة (یعنی) اور یہ ان کی تجربہ شدہ بات کی صحت کا مقتضی ہے اور اس (بوقت دفع درد حضور ■ کو ندا کرنا اور آپ سے استغاثہ) یہ اہل مدینہ کا عمل ہے (نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۶۸۷)

اور اسی طرح ملا علی قاری ■ نے فرمایا کہ صحابی ابن عمر نے استغاثہ کے ضمن میں اظہار محبت کا قصد کیا ہے (شرح شفا اللقاری جلد ۳ صفحہ ۳۵۵)

حدیث میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ "یا محمداہ ■" مذکورہ ہیں اور نحوی قاعدہ کے مطابق یہاں نام اقدس ■ کے آخر میں "ا" "استغاثہ (فریاد) کا ہے جس کا معنی مانگنا اور فریاد کرنا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور ■ کو غوث یعنی مددگار بنایا جاسکتا ہے اور آپ ■ اللہ کی عطا سے مدد فرماسکتے ہیں

☆ حدیث بالا کو غیر مقلدین کے مسلمہ بزرگوں قاضی محمد شوکانی نے تحفۃ الذاکرین صفحہ ۲۰۷، اور علامہ وحید الزمان نے ھدیۃ المھدی صفحہ ۵۰ میں یہ (روایت) نقل کی۔

الحمد للہ عزوجل ہم نے مختصر امگر مدلل انداز میں قرآن و احادیث شریفہ کی روشنی میں اس موضوع پر دلائل و براہان پیش کردیئے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اللہ عزوجل کے محبوب بندوں (انبیاء کرام اور اولیاء عظام) کو باذن الٰہی عزوجل اختیارات و تصرفات حاصل ہیں۔

......زبان میری ہے بات اُن کی......

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین اہل سنت کی کتب سے چند حوالے پیش کردیئے جائیں تاکہ جو کفر و شرک کے فتوؤں کی بچھاڑ ہم اہل سنت پر کی جاتی ہے وہی

اپنے دیوبندی وہابی علماء پر کریں اور انصاف و ایمان داری کا حق ادا ہو سکے لیکن قارئین کرام آپ یقین کیجئے کہ مخالفین حضرات ہم اہل سنت و جماعت پر تو فتوے لگائیں گے لیکن جب خود انہی کے علماء و اکابرین سے ہمارا عقیدہ و نظریہ ثابت ہو جائیں تب سکوت اختیار فرمالیں گے اور انہیں کافر و مشرک کہنے کی بجائے سچا پکا مسلمان ہی جانیں گے۔ اکابرین و بزرگان علماء دیوبند کے کثیر التعداد ایسے واقعات ان کی کتب میں دیکھے جاسکتے ہیں جیسا کہ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''زلزلہ'' میں دیوبندی واقعات درج فرمادیئے۔

﴿بعد وصال مدد﴾

☆ اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب میں ایک واقع لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندی نانوتوی صاحب بعد وصال جسد عنصری (جسم ظاہری) کے ساتھ مولانا رفیع الدین صاحب کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا ''کہ محمود حسن کو کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے''۔ (خلاصہ۔ ارواح ثلاثہ ص ۲۴۲)

﴿مرنے کے بعد مدد کے لئے آنا﴾

☆ اسی طرح دیوبندی کتاب سوانح قاسمی میں ایک واقعہ اس طرح ہے کہ ایک جگہ ایک دیوبندی مولوی صاحب کا اور ان کے مخالفین کا مناظرہ ہو گیا۔ اور قاسم نانوتوی صاحب جو کہ وفات فرماچکے تھے مرنے کے بعد اپنی قبر سے تشریف لا کر اپنے دیوبندی مناظر کی مشکل کشائی کرتے ہیں جس کی بناء پر دیوبندی مناظر کو فتح ہوگئی اور اس کے بعد یہ قاسم نانوتوی صاحب اس دیوبندی مناظر کی آنکھوں سے اوجھل ہو گے۔ خلاصہ (سوانح قاسمی جلد ا ص ۳۳۰ تا ۳۳۲)

﴿دیوبندی عقیدہ﴾

☆مولوی احسن گیلانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ "وفات یافتہ بزرگوں کی روحون سے امداد کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہلسنت و الجماعت کا ہے۔آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالی اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں۔۔۔تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے لے تو قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے۔(حاشیہ سوانح قاسمی جلد ا ص ۳۳۲)پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں(حاشیہ سوانح قاسمی جلد ا ص ۳۳۲)

﴿اشرف علی تھانوی کی مدد﴾

☆خواجہ عزیز الحسن صاحب نے اپنے اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک جگہ نمائش لگی ہوئی تھی جہاں ایک صاحب نے اپنی دکان لگائی لیکن نمائش میں آگ لگ گئی تو تھانوی صاحب اچانک نمودار ہوئے اور اس کا سامان (بکسوں) اٹھا کر باہر لے آئے اس طرح اس صاحب دکان کا سامان بچ گیا۔(اشرف السوانح جلد ۳)

دیکھیے ان واقعات میں دیوبندی مولویوں کیلئے اختیارات وتصرفات میلوں دور سے ،زندگی میں اور مرنے کے بعد تسلیم کیے گئے ہیں اب یہ تمام اختیارات و تصرفات اور غیبی وادراک کی جو قوتیں سرکار کائنات ■ اوران کے مقربین کے حق میں تسلیم کرنا علماء دیوبند کیلئے کفر وشرک ہے وہی اپنے دیوبندی علماء کیلئے جائز ثابت کی جارہی ہیں۔

گویا علماء دیوبند خود جو بھی کریں سب جائز، توحید وایمان ہے اور اگر ہم سنی اپنے نبی مختار ■ اور اولیاء کرام کے لئے کہیں تو یہ لوگ کفر وشرک کی بچھاڑ کر دیتے ہیں۔کیا یہی مخالفین کی توحید واسلام ہے کہ خود جو چاہیں کریں کوئی مسئلہ نہیں کسی قسم کا فتویٰ نہیں لیکن ہم کریں تو فتوے ہی فتوے۔لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ محض علماء دیوبند کی ضد وہٹ دھرمی ہے ورنہ نہ ہی ایسے عقائد ونظریات کفر ہیں اور نہ شرک۔بلکہ بالکل جائز ہیں جیسا کہ اس کتاب میں ہم نے دلائل پیش کر دیئے۔الحمدللہ۔

اہلحدیث و دیوبندی امام

☆ علماء دیوبند و اہلحدیث کے متفقہ و مسلمہ امام اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ "اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں دریائے احدیث کی گہری نہ میں کھینچ لے جاتی ہے تو انا الحق (میں خدا ہوں) اور لیس فی جنبی سوی اللہ (میرے ہر دو پہلو میں بجز اللہ کے کچھ نہیں) کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے...... اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا کیوں کہ وہ ایسا بھید ہے جس سے بولنے والی زبان گونگی ہے اور زنہار خبردار اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا کیونکہ جب وادی مقدس کی آگ سے ندائے انی انا اللہ رب العلمین صادر ہو تو پھر اشرف موجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ وتعالیٰ کا نمونہ ہے اگر انا الحق کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب اور مقبول ہونا اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں

موجود ہے لئن سالنی لا عطینه ولئن استاذنی لا عبد نه یعنی اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے گا تو ضرور اسے پناہ دوں گا (صراط مستقیم صفحہ ۳۳۔۳۴۔ اسماعیل دہلوی)۔ وہابی ذرا خط کشیدہ الفاظ پڑھیں کہ وہابی امام اسماعیل دہلوی مجوزبین واولیاء کرام کو آفتوں اور بلاؤں کا دور کرنے والا (یعنی مشکل کشاء) تسلیم کر رہے ہیں۔

﴿دیوبندی پیر و مرشد حاجی صاحب﴾

علماء دیوبند کے مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے پیرو مرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں!

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

بس اب چاہو ڈوباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ! (گلزار معرفت ۷)

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

اے حبیب کبریا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

اے میرے مشکل کشاء فریاد ہے (کلیات امدادیہ)

دیوبند مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا

نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار (قصائد قاسمی)

اب دیوبندی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے پیرو مرشد پر بھی کفر و شرک کا فتویٰ لگائیں اور اگر نہیں تو پھر ہم اہل سنت نے تمھارا کیا بگاڑا ہے کہ خواہ مخواہ ایسا عقیدہ جو تمھارے گھر سے بھی ثابت شدہ ہے اس پر اپنے گھر کو چھوڑ کر صرف ہمیں کافر و مشرک بناتے چلے جاتے ہو؟ معاذ اللہ

﴿بعد وصال مٹھائی کی مدد﴾

☆اشرف علی تھانوی صاحب اپنے دادا صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "شروع میں بہت عرصے تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا۔ کسی بارات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آکر بارات پر حملہ کیا ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے۔ انھوں نے اُن ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا شروع کئے ،چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر بے سرو سامانی تھی یہ مقابلہ میں شہید ہو گئے ......شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن اُن کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لئے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔(اشرف السوانح جلد ا ص ۱۵)

﴿دہلوی کے پیر ،علم غیب ،اختیارات﴾

☆ علما وہابیہ کے امام اسماعیل دہلوی اپنے پیر و مرشد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاالدین نقشبندی کی روحوں کے درمیان ایک مہینے تک اس بات پر جھگڑا چلتا رہا کہ دونوں میں کون سید احمد

بریلوی کی روحانی تربیت کیلئے اپنی کفالت میں لے، دونوں بزرگوں کی روحوں میں سے روح کا اصرار تھا وہ تنہا میری نگرانی میں عرفان وسلوک کی منزل طے کریں۔ بالآخر ایک مہینہ کی آویزش کے بعد دونوں میں مصالحت ہوئی کہ مشترک طور پر یہ خدمت انجام دیں۔ چنانچہ ایک دن دونوں حضرات کی روحیں ان پر جلوہ گر ہوئیں اور پوری قوت کے ساتھ تھوڑی دیر تک ان پر عرفان توجہ کا عکس ڈالا یہاں تک کہ اتنے ہی وقفے میں انہیں دونوں سلسلوں کی نسبتیں حاصل ہوگئیں (صراط مستقیم فارسی ۱۶۶)

مولوی اسماعیل دہلوی وہابی دیوبندی اہلحدیث کے نزدیک بہت معتبر و مسلمہ بزرگ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ غیبی خبر نہیں؟ حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ نقشبندی کی ارواح طیبات کو کیوں کر خبر ہوگئی کہ ہندوستان میں سید احمد بریلوی نامی ایک وہابی شخص ہے جس کی روحانی تربیت کا اعزاز اس قابل ہے کہ اس کی طرف سبقت کی جائے۔

پھر نہ صرف مذکورہ دونوں بزرگوں کیلئے غیب کا علم تسلیم کیا گیا بلکہ بعد الوصال ان کیلئے عظیم تصرف بھی تسلیم کیا گیا۔ اور پھر وہ دونوں بزرگ اس وہابی سید احمد بریلوی کے پاس آئے بھی اور نسبتیں بھی عطا ہوئیں۔ گویا جب وہابی علماء کے گھر کی بات آتی ہے تو سب جائز و روا اور کسی قسم کا کفر و شرک نہیں بلکہ عین ایمان اور ایسے واقعات سے اپنے وہابی مولویوں کی بزرگی ثابت کی جاتی ہے لیکن جب کوئی سنی نبی پاک ■ کیلئے یا کسی نیک ولی کیلئے ایسا واقعہ بیان کردے تو کفر و شرک کے بادل گرجنا و برسنا شروع ہوجاتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں مسلک پرستی اور ضد و ہٹ دھرمی۔ لاحول ولاقوۃ۔

﴿اسمعیل دهلوی کا مقام﴾

یاد رہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کو وہابیوں کے ہاں بہت بلند مقام حاصل ہے ۔ وہابیوں کی مستند و معتبر کتاب "تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان" میں ایک جواب میں لکھا گیا کہ "بے شک حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی ایک عالم باعمل سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے فدا کار عاشق اور متبحر فاضل صوفی مشرب متقی بزرگ تھے ان کی تصنیفات مثل صراط مستقیم ، منصب امامت ، تقویۃ الایمان وغیرہ وغیرہ...... الخ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ۲۳۶)۔

اسی طرح غیر مقلدین اہلحدیث نے شیخ الکل فی الکل محدث نذیر دہلوی نے اپنے "فتاویٰ نذیریہ" میں اور غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری نے "فتویٰ ثنائیہ" میں اسماعیل دہلوی کو شہید، بزرگ اور بہت بڑا عالم دین تسلیم کرتے ہیں۔ لہذا اب اس واقعہ کا کوئی وہابی انکار نہیں کرسکتا۔

﴿دیوبندی مرشد کی مدد اور پنڈت﴾

علماء دیوبند کی وہی کتاب "درس حیات" میں لکھا ہے کہ "ایک پنڈت مرشدِ کامل کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا۔ اچانک کسی مجذوب عورت سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے گڑھول کا پتہ بتایا کہ وہاں کیلئے روانہ ہوئے۔ اس کے بعد کا واقعہ خود مصنف کی زبانی سنیے ، لکھا ہے کہ "دوپہر کا وقت تھا اور گرمی کا زمانہ تھا جو گیارہ اسٹیشن سے پیدال گڑھول جارہے تھے۔ گرمی کے دنوں میں دوپہر کے وقت لوگ عموماً گھروں کے اندر پناہ گزین ہوتے ہیں۔ باہر راستے میں چلتے ہوئے لوگ نہیں ملتے یہ کئی جگہ راستہ بھولے اور ہر جگہ ایک ہی صورت کے ایک ہی شخص نے ظاہر ہو کر راستہ بتلا دیا" (درس حیات ۲۹۹ بحوالہ زلزلہ ۱۸۰)

اب اُس کے بعد کا قصہ سنیئے۔ ''جب گڑھول پہنچے اور حضرت کے جمال جہاں آراء پر نظر پڑی تو دیکھا کہ یہ تو وہی ہیں جنہوں نے راستے میں کئی جگہ ظاہر ہو کر رہنمائی فرمائی تھی۔ عقیدت جوش میں آئی۔ بے اختیار عرض کیا بادشاہ! میرے حال پہ رحم کیجئے اور مجھ کو راستہ بتلائیے۔ (درس حیات صفحہ ۳۰۰ مذکورہ) تب ''حضرت نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا کہ گڑھول آتے ہوئے جہاں کہیں راستہ بھولا بادشاہ آپ نے ظاہر ہو کر راستہ بتلایا۔ اب اپ پوچھتے ہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ آپ کو سب معلوم ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ (درس حیات ۳۰۰ مذکورہ)

﴿ دیوبندی پیر صاحب کی غیبی مدد ﴾

ایک دیوبندی مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے ''انفاس قدسیہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں دیوبندی شیخ الہند مولوی حسین احمد مدنی صاحب کے حالات درج ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں مولوی حسین احمد صاحب کے کسی مرید کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جو اسے آسام کے ایک پہاڑی علاقے میں پیش آیا تھا۔ اب پوری کہانی انہی کے الفاظ میں سنیئے۔ ''بالی زندی مولوی بازار کے ایک صاحب آزادی سے قبل ڈھاکہ سے شیلانگ بذریعہ موٹر جارہے تھے صوبہ آسام کا ایک اکثر حصہ پہاڑی ہے اس میں موٹر یا بس چلنے کا راستہ ہے وہ بہت تنگ ہے فقط ایک گاڑی جا سکتی ہے دو کی گنجائش نہیں۔ یہ صاحب حضرت کے مرید تھے جب نصف راستہ طے ہو گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک گھوڑا بڑے اوردوں سے آرہا ہے۔ اس شخص اور دیگر تمام حضرات کو خطرہ پیدا ہوا کہ اب کیا ہو گا موٹر روک لی لیکن اس کے باوجود بھی بڑی تشویش تھی کیونکہ گھوڑا بلا سوار

بڑی تیزی سے دوڑ آرہا تھا۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس شخص نے اپنے دل میں سوچا
کہ اگر پیر و مرشد ہوتے دعا کرتے، ابھی سوچا ہی تھا کہ حضرت شیخ گھوڑے کی
لگام پکڑے کہیں غائب ہو گئے۔ (انفاس قدسیہ ص ۱۸۶ بحوالہ زلزلہ ۱۴۵)

اب خود ہی انصاف کیجئے کہ اگر خود علماء دیوبند کے بزرگوں کی فضیلت و کرامت
بیان کرنی ہو تو وہابیوں کو نہ تو کوئی شرک نظر آتا ہے اور نہ کفر۔ بلکہ سب جائز و
رواء۔ لیکن اولیاء کرام کے بارے
میں یہی سب کچھ شرک دکھائی دیتا ہے۔

...... یاد دھایانی "زلزلہ" ......

وہابی دیوبندی علماء کرام کو "انبیاء و اولیاء" کے اختیارات و تصرفات کا نظریہ کفر و
شرک نظر آتا ہے لیکن اگر آپ علماء دیوبند وہابی حضرات کی کتب کا مطالعہ کریں تو
یہ تمام اختیارات و تصرفات اپنے وہابی علماء کے لئے ثابت کرتے نظر آتے ہیں
اور یہی سب کچھ اپنے وہابی مولویوں کے بارے میں خوشی خوشی تسلیم کرتے ہیں۔
رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "زلزلہ" اور "زیر و
زبر" کا مطالعہ کر
کے دیکھ لیجئے جس میں وہابیوں کے بزرگوں کے ایسے درجنوں حوالے درج
ہیں۔ جن میں علم غیب، اختیارات و تصرفات کا کھلے عام اقرار کیا گیا ہے۔ اور
آج دن تک علماء دیوبند کو آج دن تک اس کتاب "زلزلہ" سے خلاصی نہ مل سکی۔
اسی طرح اگر علمی و تحقیقی بحث کا مطالعہ کرنا ہے تو "ھدایة المتذبذب
الحیران فی الاستغاثه باولیاء الرحمان' 'مناظرہ اہل سنت حضرت
علامہ اشرف علی سیالوی مدظلہ العالی کا مطالعہ کیجئے۔ بلکہ میں اپنے تمام قارئین

کرام سے عرض کروں گا کہ کم از کم زلزلہ کتاب اور زیر وزبر کتاب کا لازمی لازمی مطالعہ کیجئے۔تاکہ حق و سچ مزید نکھر کر آپ کے سامنے آ جائے۔

اب آخر میں معترضین کے ایک دو اشتہارات اور سوالات کے جوابات پیش کر دو دیتے ہیں۔جو کہ اکثر و بیشتر مخالفین کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔اہل علم و انصاف تو ہماری اب تک پیش کی جانے والے تحریر سے ہی ان سوالات کے جوابات سمجھ لیں گے لیکن عوام الناس کی آسانی اور مخالفین کی تسلی کے لئے مختصراً جوابات پیش خدمت ہیں۔

﴿ایک پمفلٹ کا جواب﴾

کچھ عرصے قبل ایک اشتہار شائع کیا گیا اور اس اشتہار کو مخالفین نے اب کتابوں میں بھی شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔اس اشتہار میں ایک سوال کی دس شکل بنا کر اعتراضات قائم کیے گے۔ہم انشاء عزوجل اس کا مختصراً لیکن مدلل جواب پیش کرتے ہیں۔لیکن اس سے قبل چند گزارشات کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

﴿عقل ہوتی تو نہ یوں رسواء ہوتے﴾

اس اشتہار کو لکھنے والے سائلین (منکرین) میں ذرا بھر عقل ہوتی تو وہ انبیاء کرام واولیاء عظام کی طاقتوں وقوتوں کو عام انسانوں پر قیاس نہ کرتے۔لیکن سائل یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ جس طرح وہ خود مجبور ولاچار ہے اسی طرح انبیاء واولیاء بھی معاذ اللہ عزوجل مجبور ولاچار ہیں اور جسطرح سائل کو کسی قسم کی روحانی صلاحیت و قوت حاصل نہیں اسی طرح انبیاء کرام و الیاء عظام کو بھی کسی قسم کی صلاحیتیں حاصل نہیں۔معاذ اللہ عزوجل۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بارے میں یہودیوں کا یہ عقیدہ ونظریہ تھا کہ "یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بند ہیں۔(پ ۶ مائدہ ۶۴) یعنی وہ کسی کو کچھ نہیں دیتا نہ ظاہری طاقتیں اور نہ باطنی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ایسے ہی بیہودہ قول کے رد میں ارشاد فرمایا۔(یعنی یہ بات نہیں جو یہودی کہتے ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے جو چاہے عطا کرتا ہے (مائدہ نمبر ۶۴) علامہ سید محمود آلوسی بغدادی ████ فرماتے ہیں "(یعنی) اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں وہ عطا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے لہٰذا وہ حسب حکمت جسے چاہے ظاہری علوم بھی عطا کرتا ہے (جن سے ڈاکٹر، حکیم، وزیر و حاکم بنتے ہیں) اور باطنی علوم بھی عطا کرتا ہے (جن سے ولی، غوث، قطب، ابدال بنتے ہیں) جس کو وہ ان علوم کا اہل جانتا ہے۔(روح المعانی سورۃ المائدہ)

پس یہی نظریہ وعقیدہ سائل (منکریں) کا معلوم ہوتا ہے یا تو اللہ عزوجل کو عاجز و مجبور مانتا ہے کہ وہ کسی کو اس قسم کی طاقتیں نہیں دے سکتا یا پھر مانتا تو ہے لیکن اس پر بغض انبیاء واولیاء کا اس قدر غالبہ ہے کہ اس کو تسلیم نہیں کرتا اور سخت وسوسوں کا شکار ہوئے بیٹھا ہے۔

☆ سائل سے ہم پوچھتے ہیں انگلیوں سے پانی نکلنا ممکن ہے کہ نہیں؟ یقیناً عام انسان کیلئے ناممکن لیکن نبی پاک ■ کی پانچوں انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ (صحاح ستہ)

☆ کیا تھوک لگانے سے آنکھیں، پنڈلیاں، زخم وغیرھا فوراً ٹھیک وتندرست ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں لیکن نبی پاک ■ کی لعاب دہن سے ان کا تندرست ہونا ثابت ہے۔ (صحاح ستہ)

☆ کیا کسی انسان کا دل نکال کر باہر رکھا جائے اور پھر دھو کر دوبادہ لگایا جائے تو بغیر کسی آکسیجن یا طبی امداد کے ایسا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں لیکن نبی پاک ■ کا قلب مبارک باہر نکال کر طشت پر رکھا کر دھویا گیا اور پھر لگایا گیا۔ (صحاح ستہ)

☆ کیا کوئی انسان مردہ زندہ کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس کا ثبوت قرآن سے ثابت ہے۔

☆ کیا کسی انسان کے لئے ممکن ہے کہ دس فٹ کے فاصلہ پر سے اکیلے منوں وزنی کوئی چیز آنکھ جھپکنے سے قبل لا سکے؟ ہرگز نہیں لیکن قرآن پاک کے مطابق ایک ولی اللہ کے لئے ایسا کرنا ثابت ہے۔ (القرآن وتفاسیر)

ایسے کہیں معجزات وکرامات قرآن واحادیث میں موجود ہیں تو سائل (منکرین) کو چاہیے کہ اپنی عقل پر ناز کرتے ہوئے اور عام انسان پر قیاس کرتے ہوئے ان سب کا بھی انکار کردے کیونکہ یہ سب عام انسانوں سے ناممکن ہیں۔ اور اگر سائل (منکرین) ان کو تسلیم کرتا ہے تو کیا ان کو انسانی عقل تسلیم کرسکتی ہے؟ اگر سائل (منکرین) کی عقل ان کو تسلیم کرتی ہے اور یقیناً کرنا بھی پڑے گا تو پھر انہی قوتوں وصلاحیتوں کا سائل (منکرین) ان سوالات میں کیوں منکر ہو رہا

ہے؟ جب مذکورہ معجزات وکرامت میں سائل (منکرین) ان کو عام انسانوں پہ قیاس نہیں کرتا بلکہ تسلیم کرلیتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دور سے سننا، دیکھنا وغیرہ کو عام انسانوں پر قیاس کر کے انکار کر رہا ہے؟ حالانکہ یہ سب شرعاً وعقلاً جائز و ممکن ہیں۔

﴿دس سوالوں کا ایک جواب﴾

سائل (مانعین ومنکرین) نے یہ اعتراض کر کے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کیا ہے کیونکہ انبیاء کرام و اولیاء عظام کا دور سے دیکھنا، سننا، مشکل کشائی کرنا، ایک لمحہ میں ہزاروں کی آواز یا مختلف زبانیں سمجھ لینا، سوتے ہوئے بھی فریاد کو سن کر فریاد رسی کرنا، دلوں کے خیالات سے آگاہ ہو جانے وغیرھا یہ سب انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات ہیں اور معجزہ وکرامت کہتے ہی اسے ہیں جو عام انسانوں کی قدرت وپہنچ سے باہر ہوں لہذا یا تو سائل معجزات وکرامات کا منکر ہے یا پھر سخت جاہل ہے جس کی وجہ سے وہ انبیاء کرام و اولیاء کرام کے ان معجزات وکرامت کو اپنے اوپر (عام بشر) پر قیاس کرتے ہوئے ان کا انکار کر رہا ہے اور ان باتوں کو ناممکن ومحال تصور کر کیے ہوئے ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔

﴿جن کے مشکل کشاء نہیں وہ کون؟﴾

یہاں پر صرف دو آیات پیش خدمت ہیں کہ جن کا کوئی مددگار نہیں، مشکل کشاء نہیں وہ قرآن کے مطابق کون ہیں؟

(۱) ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا (ترجمہ) ”اور جسے اللہ لعنت کرے تو ہرگز اسکا کوئی یار (مددگار، مشکل کشاہ) نہ پائے گا (النساء ۵۲) اس

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ [۱] جس پر اللہ کی لعنت ہو اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا [۲] اور جس پر اللہ کا فضل و رحمت ہوتی ہے تو اس کے یار، مددگار، مشکل کشا بھی ضرور ہوتے ہیں

(۲) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے' (یعنی) جس کو اللہ راہ دے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو **تجد لہ ولیا مرشدا**' ہرگز اس کا کوئی حمایتی (مددگار) راہ دیکھانے والا نہ پاؤ گے (الکھف ۱۷) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ [۱] جو گمراہ ہیں ان کا کوئی ولی و مرشد (حمایتی و مددگار) نہیں ہوتے۔[۲] اور جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے اس کے ولی و مرشد (حمایتی و مددگار) ہوتے ہیں اور اس آیت کے مطابق جن کے ولی و مرشد ہوتے ہیں وہی سیدھی راہ پر ہوتے ہیں۔

اب سائل خود فیصلہ کرلے کہ جب اس کا کوئی مشکل کشاء (ولی ونصیر) نہیں تو پھر قرآن کا کیا حکم ہے۔ اللہ عزوجل سمجھ عطا فرمائے۔ اب سائل کے سوالات کے جوابات مختصرا ملاحظہ کیجئے۔

﴿سائل کے سوالات کے جوابات﴾

سوال 1: اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کرسکتی ہے تو بتائے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟

سنی جواب: جی ہاں باذن الٰہی عزوجل! اللہ کے نیک بندے (انبیاء کرام اولیاء عظام) مشکل کشائی فرما سکتے ہیں اور ہزاروں کیا لاکھوں میل کی مسافت سے زندگی میں بھی اور بعد الوصال بھی اپنے فریادوں کی نہ صرف آوازیں سن سکتے ہیں بلکہ امداد و استعانت بھی کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ دور دراز

سے سننے کے بارے میں آیات و احادیث تفصیلاً گزر چکی ہیں۔ ہم یہاں دوبارہ مختصراً ان کی طرف اشارہ کردیتے ہیں۔

۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کا ایک ولی آصف بن برخیا جب دور دراز کی مسافت سے حضرت بلقیس علیہ السلام کا تخت لاسکتا ہے تو دور سے سننا یا دیکھنا تو ادنٰی سی بات ہے۔ جب اتنا بڑا تصرف حاصل ہے تو سننا دیکھنا تو بدرجہ اولٰی ثابت ہے۔

۔ نبی پاک نے ایک فریادی کی تین دن کی مسافت کی دور دراز سے فریاد سنتے ہوئے "لبیک لبیک نصرت نصرت" فرکر اس کی مشکل کشائی فرمائی (طبرانی صغیر/کبیر، مواہب لدنیہ، زرقانی شر، مدارج النبوۃ، مختصر سیرۃ الرسول)

۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر۔ کتاب المغازی باب غزوہ موتہ کی حدیث کے مطابق نبی کریم ■ نے دور دراز کی مسافت پر موجود میدان جہاد میں لڑانے والوں کو دیکھا۔

۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث کے مطابق نبی پاک ■ نے اپنے چچا ابو طالب کو آگ کی گہرائی میں پایا تو اسے (ابو طالب کو) آگ کے اوپر والے طبقے میں لے آیا۔ (صحیح مسلم ج احدیث ۴۱۹)

پس اولیاء کرام اور نبی پاک مشکل کشاء ■ کا دور دراز کی مسافت سے دیکھنا سننا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا۔

۔ مسلم کتاب الجنۃ ۲ حدیث کے مطابق حضور ■ اور صحابہ کرام زمین پر کھڑے ستر سال پہلے جہنم (جو کہ ہزاروں سال کی مسافت پر ہے اس) میں گرائی جانے والی چٹان کی آواز سنی۔

۔ اسی طرح حصن حصین وغیرھما کی حدیث ''اعینونی یا عباد اللہ اعینونی
' اے اللہ کے بندو میری مدد کرو'' اس سے دور دراز سے سننا دیکھنا اور امداد و
استعانت کرنا بھی ثابت ہوا۔

۔ مشکوۃ شریف باب الکرامات، دلائل النبوۃ۔ امام بیہقی، دلائل النبوۃ۔ امام ابی نعیم
، البدایہ والنہایہ کی روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق ▬ کی آواز حضرت
سہاریہ نے مقام نہاوند میں سن لی۔ اور حضرت عمر فاروق نے مقام نہاوند کی مکمل
صورت حال بھی ملاحظہ فرمائی تھی۔

۔ بخاری شریف باب التواضع اور مشکوۃ کی روایت کہ ''جب اُسے اپنا محبوب بنالیتا
ہوں تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا، دیکھتا
، پکڑتا اور چلتا ہے (صحیح بخاری) معلوم ہوا کہ فرائض کی پابندی اور نوافل کی
کثرت سے بندہ مقام محبوبیت پر فائز ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار سے
منور ہوجاتا ہے اور وہی انوار اس کے حواس اور اعضاء و آلات بن جاتے ہیں اور
جب حقیقت حال یہ ہوئی تو لامحالہ اس کا دیکھنا سننا اور چلنا، پہنچنا اور پکڑنا، بولنا
اور سوچنا لامحالہ عام لوگوں سے مختلف ہوگا اور چونکہ یہ انوار مقام محبوبیت کا ثمرہ
اور نتیجہ ہوتے ہیں اور بندہ محبوب وفات و وصال کے بعد بھی محبوب ہوتا ہے تو
وفات و وصال کے بعد بھی اس کے علوم و ادراکات اور شعور و احساسات اور
قدرتیں اور طاقتیں عام اہل اسلام سے زائد اور فائق اور قوی تر
اور موثر ترین ہوں گی۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اور اسی طرح جب کوئی بندہ
نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرلیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ

تعالیٰ نے "کنت له سمعا و بصرا" فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن سکتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور و قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے (تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ سے ولی اللہ (آصف بن برخیا) کا دور سے نہ صرف دیکھنا بلکہ تصرف و اختیار بھی ثابت ہے لہذا اولیاء اللہ کا بھی بطور کرام دور دراز کی مسافت سے دیکھنا سننا اور تصرف کرنا ثابت ہوا۔

سوال 2: اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلوں پر آواز سن سکتا ہے تو پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں؟ مثلاً انگریزی، پشتو، فارسی وغیرہ

سنی جواب: سائل صاحب کو شاید معجزہ و کرامت کی تعریف ہی نہیں آتی اس لئے وہ بار بار اپنی جہالت ظاہر کر رہا ہے۔ کیا سائل اس بات کا منکر ہے کہ کسی نبی سے بطور معجزہ اور ولی سے بطور کرامت یہ بات ناممکن ہے؟ جناب یہ باتیں معجزات و کرامات میں سے ہیں اور معجزہ و کرامت کہتے ہی اسے ہیں جو عام انسانوں کی قدرت و پہنچ سے باہر ہوں لہذا یا تو سائل معجزات و کرامات کا منکر ہے یا پھر سخت جاہل ہے۔

اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو تمام زبانیں سکھائی "وعلم آدم الاسماء کلھا" کے تحت تفسیر خازن میں ہے کہ "و قیل علمه واللغات کلھا" اور ان کو تمام زبانیں سکھا دیں، امام فخر الدین رازی کی تفسیر میں بھی ہے کہ یہاں

مراد" سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہوں گے جن کو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے عربی فارسی روی۔(تفسیر کبیر) تو جب حضرت آدم علیہ السلام کے لئے مختلف زبانیں جاننا ثابت ہے تو امام الانبیاء سردار الانبیاء کیلئے بدرجہ اولیٰ ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ■ نہ صرف انسانوں کی بولیاں جانتے ہیں بلکہ چرندوں، پرندوں اور جانوروں کی زبانیں بھی جانتے تھے، جیسا کہ احادیث سے اونٹ کی فریاد کو سمجھنا، ہرنی کی فریاد سمجھنا، چڑیا کی فریاد سننا وغیرھما ثابت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعد الوصال تو ایک عام انسان جس نے پوری زندگی عربی کا لفظ بھی نہیں پڑھا ہوتا جب قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات عربی میں دیتا ہے تو ہم سائل سے پوچھتے ہیں کہ یہ عربی زبان اس کو بذات خود حاصل ہوگی کہ باذن الٰہی؟ اگر بذات خود بغیر اذن الٰہی تو خالص کفر اور اگر بطور اذن الٰہی تو جو خدا عزوجل کفار و عامی کو منکر و نکیر کے سوالات کے جوابات دینے کیلئے عربی زبان سمجھا سکتا ہے کیا وہ ایک نبی یا ولی کو انگریزی، پشتو یا فارسی میں کی جانے والے فریاد نہیں سمجھا سکتا؟ اسی طرح جب کوئی مسلمان اللہ عزوجل کا محبوب بن جاتا ہے تو اللہ عزوجل کی آنکھوں، کانوں، ہاتھوں اور پاؤں کا نور بن جاتا ہے یعنی انہیں اتنی طاقتیں اور صلاحتیں عطا فرما دیتا ہے کہ وہ عام انسانوں کے اعضاء جسمانی کی طرح کام نہیں کرتے بلکہ اللہ کی عطا کردہ قوتوں اور طاقتوں اور صلاحیتوں سے کام کرتے ہیں لہذا وہ دور دراز سے جس طرح دیکھ سن سکتے ہیں اسی طرح مختلف زبانین بھی اسی نور فراست (طاقتوں اور قوتوں) سے بطور کرامت سمجھ لیتے ہے۔اب سائل (منکر) یا تو اللہ عزوجل کے اس عطا

کردہ نور کو کمزور و لاچار سمجھ بیٹھا ہے یا پھر ان احادیث کو سمجھ نہیں پایا۔

☆حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب دنیا میں کوئی بیوی اپنے شوہر سے لڑائی کرتی ہے تو جنت میں موجود اس کی ہونے والی بیوی (حور) اس پکار کر ملامت کرتے ہے۔(مفہوم حدیث) سائل کہیں یہ نے سمجھ بیٹھے کہ لڑائی صرف ہاتھاپائی یا مار کوٹائی ہی کا نام ہے بلکہ اپنے شوہر کو برے الفاظ کہنا، بدتمیزی بھی لڑائی ہی ہے۔لہذا اگر کوئی دنیاوی عورت فارسی، پشتو، ہندی، اردو، انگریزی میں اپنے شوہر کو بُرا بھلا کہے گی تو جنت میں موجود اس مرد کی ہونے والی بیوی حور اس دنیاوی عورت کی زبان کو سمجھ کر اسے ملامت کرتی ہے۔

اسی طرح کاتب وکاتبین (حساب کتاب) کے فرشتوں بھی ہمارے تمام زبانوں سے واقف ہوتے ہیں اسی لئے انگریزی، اردو، فارسی، پشتو میں جو ہم اچھی بات کرتے ہیں تو وہ ہمارے اچھے اعمال نامہ میں بطور نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر انہی زبانوں میں ہم معاذ اللہ عزوجل گالیاں، جھوٹ بولیں یا غیبتیں کریں تو وہ ہمارے بڑے اعمال نامے میں تحریر کی جاتی ہیں۔

آخر میں پھر میں وہی بات سمجھاؤ گا کہ جب ان کا سننا دیکھنا ہے ہی بطور معجزاو کرامت تو پھر یہ اعتراض ہی باطل ہے کیونکہ معجزہ و کرامت کہتے ہی اسے ہیں جو کسی عام بشر سے صدور نہ ہو سکے۔لہذا اگر ان کو وہ زبان بالفرض معلوم نہیں بھی تو بطور معجزہ و کرامت اس فریاد کو سن و سمجھ لیتے ہیں اور مشکل کشائی و حاجت روائی فرماتے ہیں۔لہذا یہ کوئی ناممکن بات نہیں۔اور پھر جب حوروں اور فرشتوں کا مختلف زبانوں کا جاننا ثابت ہوا تو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کیلیے بطور معجزہ و کرامت تسلیم کرنے سے کون سی دلیل شرعی مانع ہے؟

سوال نمبر 3: اگر یہ بات بھی ثابت کردی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات اسی لمحہ اور سمجھ لے گا یا اس کے لئے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئیگی؟

سنی جواب: اللہ عزوجل کے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی قوتوں، طاقتوں، صلاحیتوں کو اپنے آپ پر قیاس کرنا بہت بڑی بد نصیبی ہے اور پھر معجزات وکرامات ایسے فعل ہوتے ہیں جو عام انسان کرنے سے عاجز ہوں جیسا کہ چاند کے دو ٹکڑے کرنا، سورج کو واپس پلٹنا، مردے زندہ کرنا، اندھوں کو بینا کرنا، بلقیس علیہ السلام کا تخت آنکھ جھپکنے سے قبل لے آنا وغیرھا۔ لہذا سائل (منکرین) ہمیں یہ بتائیں کہ کیا وہ معجزات وکرامات کے منکر ہیں؟ کیا بطور معجزہ وکرامت ایسا ہونا ناممکن ومحال ہے؟ اگر ناممکن ہے تو جواب قرآن و حدیث سے پیش کرے۔ لیکن یقیناً اللہ عزوجل کی عطا کردہ طاقتوں سے اس کے بندے ایک ہی وقت میں ہزاروں کی آوازیں سن سکتے ہیں۔

☆ کیا سائل (منکرین) نے حدیث شفاعت نہیں پڑھی یا سنی کہ بروز قیامت تمام امتیں (اول تا آخر) انبیاء کرام کی بارگاہوں سے ہوتیں ہوئیں نبی پاک ■ کی خدمت میں حاضر ہونگیں۔ اور آپ ■ قطار میں کھڑے کیے بغیر سب کی فریاد کو بیک وقت سن کر سب کی مشکل کشائی فرمائیں گے۔

؎ قسمت میں لاکھ پیچ ہوں سو بل ہزار کج　　　یہ ساری گتھی ایک تیری سیدھی نظر کی ہے

☆ رسول اللہ ■ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی مجھ پر (درود) وسلام بھیجتا ہے تو اللہ

تعالی میری روح (توجہ) کو میری طرف لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔(ابوداؤد شریف ج ا ص ۲۸۶ مسند احمد بن حنبل) لہذا حضور ■ کا بذات خود لاکھوں کڑوروں سلام پڑھنے والوں کی آوزوں کو سننا ثابت ہے۔حالانکہ نہ قطار کی ضرورت نہ کھڑے ہونے کی۔یہ تو شان مصطفوی ■ ہے آیئے سائل (منکرین) صاحبان نبی پاک ■ کی خادموں کی شان ملاحظہ کیجئے۔

☆ نبی پاک ■ کی قبر پر کھڑے خادم فرشتے کی قوت سماعت کے بارے میں غیر مقلدین اہلحدیث امام ابن قیم نے ''جلاالافہام'' امام سیوطی نے جامع صغیر ص ۹۴ اور الحاوی اللفتاوی جلد نمبر ۲ غیر مقلدین کے علامہ محمد ناصر الدین البانی نے ''سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ ۱۵۳۰'' میں اور دیوبندی عالم مولانا ذکریا نے تبلیغی نصاب ،باب فضائل درود حدیث لکھی کہ ''رسول اللہ ■ نے فرمایا! اللہ تعالی کی مخلوق میں ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اس نے کل مخلوقات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔وہ فرشتہ میری وفات کے بعد میری قبر پر قیامت تک کھڑا ہوگا پس میرا جو بھی امتی مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ اس امتی اور اسکے باپ کا نام (فلاں بن فلاں) لے کر عرض کرے گا اے محمد ■! آپ ■ پر فلاں بن فلاں نے نے درود بھیجا ہے''

☆ اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تمام لوگوں کو اور ان کے باپوں کو بھی جانتا ہے۔

☆ ایک ہی وقت میں لاکھوں کڑوروں درود شریف پڑھنے والوں کو دیکھ اور سن بھی رہا ہوتا ہے۔

☆ اور نبی پاک ■ بھی اسی لمحہ اس کے پیش کردہ تمام درود و سلام کو قبول کرتے

ہوئے سن رہے ہوتے ہیں۔یہ نہیں کہ حضور ■ ایک ترتیب سے سنتے ہیں بلکہ فوراً سن کرفرماتے ہے"وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" لہذا جس طرح اس فرشتہ کا ایک ہی وقت میں لاکھوں کروڑوں کا سننا ثابت اسی طرح نبی پاک ■ کا ایک ہی وقت میں لاکھوں کروڑوں کا قبول کرنا ثابت ہے۔الحمد للہ عزوجل۔

2: جسم سے روح نکالنے والا فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔رسل اللہ ■ نے فرمایا کہ پوری دنیا اس کے سامنے طشت کی مانند ہے وہ جہاں سے چاہے اروح کو پکڑ لیتا ہے(شرح الصدور،البدایہ والنھایہ جلد ا،تفسیر روح المعانی)تو معلوم ہوا کہ خادم کے اندر اتنی قدرت وطاقت ہے کہ بیک وقت لاکھوں کروڑوں کی ارواح قبض کرسکتا ہے قطار میں ذی روح کو کھڑا نہیں کرواتا۔

3: قبر میں حساب کتاب کے فرشتے جمہور کے مذہب کے مطابق منکر اور نکیر صرف دو فرشتے ہیں جو ایک ہی وقت میں لاکھوں کروڑوں سے سوال کررہے ہوتے ہیں۔نہ قطار لگاتے ہیں نہ باری باری ہر ایک کے پاس جاتے ہیں۔

لہذا جب فرشتوں جو نبی پاک ■ کے امتی وخادم ہیں ان کے لئے یہ طاقتیں و قوتیں خود سائل(منکرین) بھی مانے بغیر نہیں رہ سکتے تو پھر نبی پاک ■ اور آپ کے امتیوں (اولیاء کرام) کے لئے کیسے ناممکن ومحال ہیں؟لہذا بطور معجزہ و کرامت بیک وقت لاکھوں کی آوازیں سننا عقلاً وشرعاً جائز وممکن ہے۔ہاں اگر سائل(منکر) کے پاس کوئی شرعی ممانعت ہے تو پیش کرے۔

اب ہم سائل سے پوچھتے ہیں کہ

☆ کیا عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے والوں کو قطار میں کھڑا کرتے

ہیں؟☆ کیا بیک وقت ہزاروں کروڑوں کی ارواح قبض کر لیتے ہیں کہ نہیں؟

☆ کیا قبر نبوی ■ میں مقرر خادم فرشتہ ایک ہی لمحہ ہزاروں کروڑوں کی آزین سن لیتا ہے کہ نہیں؟

☆ کیا یہ خادم فرشتہ کسی خاص ترتیب سے یعنی اول، دوئم، سوئم کی ترتیب سے سنتا ہے؟☆ کیا منکر و نکیر دو فرشتے قبروں میں قطار لگوا کر سوالات کرتے ہیں؟ سائل (منکر) جوابات قرآن یا حدیث کی روشنی میں پیش کرے۔

سوال 4: کیا اس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لیسٹ ہونی چاہیے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے تاکہ اس کے مطابق ہم اپنی مشکل پیش کریں یا وہ نیند میں بھی سنتا ہے۔

سنی جواب: سائل (منکر) ان دسواں سالوں میں بار بار جس بدترین جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ معجزات و کرامات کا دبے لفظوں انکار کر رہا ہے یا پھر معجزہ و کرامت سے ناواقف ہے۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ ہرگز ہرگز ایسے اعتراض نہ کرتا۔

بحرحال جب دور دراز سے دیکھنا سننا ممکن ہے تو سوتے ہوئے یا نیند کی حالت میں بھی بطور کرامت آوازیں سننا ممکن ہے۔ کیونکہ یہ افعال باذن الٰہی ہوتے ہیں اور جب اللہ عزوجل کا اذن ہو جائے تو پھر نیند میں تو کیا مردے بھی سننے اور جواب دینے لگتے ہیں بلکہ مردے تو کیا چرند پرند بھی انسانی کلام کو سمجھ کر دوڑے آتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں کہ حضرت خلیل نے بارگاہ رب جلیل میں عرض کیا کہ مولا مجھے دکھا دے کہ تو مردے کس طرح زندہ فرمائے گا تو حکم ہوا کہ چار

پرندوں کوذبح کرکےان کے گوشت چاروں پہاروں پر رکھو‘ ثم ادعھن یا تینک سعیا‘ ‘پھرانہیں پکارو دو ڑتے ہوئے آئیں گے ۔(مفہوم القرآن)لہذا جب اذن مل جائے تو پھر نیند تو نیند بعد موت کے بھی سننا ممکن ہے۔

☆نبی پاک ■ حالت نیند میں بھی دیکھتے سنتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری شریف مین ہیکہ ’’تنام عینی ولا ینام قلبی ‘‘یعنی میری آنکھ سوتی ہے میرا دل نہیں سوتا (جلد ا)مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اس میں (حضور■ کی)اپنے اوراپنی امت کے حالات سے (ہمیشہ)باخبر رہنے کی خبر ہے لہذا حضور■ کے حق میں نیند ناقص وضو نہیں (مشکوۃ)کیونکہ نبی امت کا نگران ہوتا ہے اور غفلت اس منصب کی شان کے لائق نہیں ۔(مکتوبات شریف دفتر اول)

آپ■ آرام فرمارہے تھے حضرت بلال جاگ رہے تھے ان کے پاس شیطان آیا اس نے انہیں بچوں کی مانند تھپکیاں دے کر سلا دیا یہ سارا منظر آپ■ نے نیند کی حالت میں دیکھا اور تھپکیوں کی آواز سنی پھر آٹھ کر سب کچھ بیان فرما دیا ۔(مشکوۃ شریف)

دوسری بات یہ ہے نیند وموت تو جسم پر طاری ہوتی ہے روحانیت ونورانیت پر نہیں ۔اور حدیث بیان ہوچکی کہ اللہ کا نور ان اولیاءکرام کے ہاتھ ،پاؤں ،کان وغیرہ بن جاتا ہے اور وہ اللہ کی نور سے دیکھتے سنتے ہیں ۔لہذا ایا تو سائل (منکر)یہ ثابت کرے کہ اس عطا کردہ نور (روحانی قوتیں وطاقتیں) پر بھی نیند طاری ہوجاتی ہے اور وہی تمام لوازمات جو جسم بشری پر طاری ہوتے ہیں اس پر بھی طاری ہوتے ہیں ۔اس صورت میں تو اللہ عزوجل کے نور کو کمزور ولاچار ماننا

لازم آئے گا جو یقیناً سائل کو بھی منظور نہ ہوگا تو دوسری صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نور پر نیند وموت سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔لہذا حالت نیند وموت میں بطور معجزہ و کرامت سننا ممکن ہے۔

☆ آخری بات یہ ہے بعد الوصال تو نیند کا تصور ہے ہی نہیں تو سائل کو چاہیے کہ وفات شدہ انبیاء و اولیاء کرام کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا کرے۔چاہے رات کو کرے یا دن کو،صبح کرے یا شام کو،بعد الوصال نیند نہیں ۔اور پھر بعد الوصال تو عام روح کی طاقت اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھ لیتی ہے حتا کہ تینوں سوالوں کے جوابات کے بعد جنت و جہنم تک زمین میں قبر کے اندر سے دیکھ لیتی ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر مردہ تینوں سوالوں کے جواب صحیح دیتا ہے تو اس کو جہنم دیکھائی جاتی ہے اور پھر فوراً اس کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے تب اس کو اصلی مقام جنت دیکھائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی تیرا مقام ہے اور جو تینوں سوالات کے جوابات نہیں دہ پاتا اس کو پہلے جنت دیکھائی جاتی ہے اور پھر جہنم ۔اور پھر ہمیشہ کیلئے جہنم کا دروازہ اس پر کھول دیا جاتا ہے۔(کما قال۔صحاح ستہ)

پس بعد الوصال قرب و بعید کا فرق عام انسان کے لئے ختم ہو جاتا ہے تو حضرات انبیاء کرام و اولیاء کرام تو ان سے افضل و اعلیٰ ہیں۔لہذا جب ادنیٰ کیلئے یہ ثابت تو اعلیٰ کیلئے بدرجہ اولیٰ یہ اس سے بھی افضل و اولیٰ ثابت۔الحمدللہ عزوجل۔

سوال 5:ایک شخص بولنے سے قاصر ہے وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ گلا بند ہو چکا ہے اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل پیش کرے تو کیا وہ اس کی فریاد بھی سن لے گا؟

سنی جواب : سائل (منکر) نے پھر جہالت کا مظاہر پیش کیا بندہ خدا جب اللہ عزوجل انہیں (انبیاء و اولیاء کو) بطور معجزاو کرامت دور سے دیکھا و سننا سکتا ہے تو کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں کہ دل کی فریاد بھی سنا دے؟

☆ 'وما ارسلنک الا رحمة للعالمین' نبی پاک ■ تو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا خواہ انسان ہوں، فرشتے ہوں، جنات، حیوان ہوں بلکہ تمام مخلوقات کیلئے آپ رحمت ہیں۔

اور رحمت اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جب با زبان و بے زبان، جنات، انسان و حیوان سب کی زبانیں اور حالات و کیفیات سے واقف ہوں۔ دلوں کے حالات و خیالات اس کی نظروں کے سامنے ہوں اور فریاد خواہ مخفی و پوشیدہ ہی ہوں ان کو سنتا و جانتا ہو۔ ورنہ وہ کسی صورت رحمت نہیں بن سکتا۔

لہذا نبی پاک ■ کیلئے دور سے سننا دیکھنا، دلوں کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے ورنہ رحمت اللعالمین کیسے ہو سکتے ہے؟ دیکھے جانور چرند و پرند نبی رحمت ■ کی بارگاہ میں فریاد لے کر حاضر ہوئے اور ان پر رحم کیا گیا، صحابہ کرام اپنی فریاد و حاجات لے کر نبی پاک ■ کی بارگا میں جاتے تو نبی رحمت ■ فریاد دری و حاجت روئی فرماتے۔ جیسا کہ تفصّل دلائل پچھلی کتاب میں گزر چکے۔

اور اس رحمت پر قریب و نزدیک یا کسی زمانے کے ساتھ مقید بھی نہیں اسی لئے نبی رحمت ■ نے اپنے چچا ابو طالب کو ہزاروں سال کی مسافت و دوری پر جہنم کی گہری آگ سے کم آگ میں منتقل کیا (بخاری و مسلم) لہذا رحم کرنے والے کیلئے علم، اختیارات و تصرفات، قریب و دور سے دیکھنا، دلی خواہشات اور فریادوں پر مطلع ہونا ضروری ہے۔ اور سائل (منکر) بھی تسلیم کرتا ہے کہ نبی پاک ﷺ

صرف رحمت نہیں بلکہ رحمت اللعالمین ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ھل ترون قبلتی ھھنا واللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم وانی لاراکم وراء ظھری" "تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا رخ اس طرف ہے اللہ کی قسم نہ تمہارا رکوع مجھ پر مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (جو دل کی کیفیت ہے اور سینہ کا راز ہے) مجھ سے پوشیدہ ہے اور بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں (صحیح بخاری جلد ا ص ۱۰۲) وفی روایتہ مسلم عنہ ۔فانی اراکم امامی و من خلفی' 'پس بے شک میں تمہیں آگے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی (ویسے ہی) دیکھتا ہوں (صحیح مسلم ،خصائص الکبری) ایک روایت میں ہے کہ 'فو اللہ انی لاراکم من بعدی' 'یعنی اللہ کی قسم میں تمہیں اپنے بعد دیکھتا ہوں' (صحیح بخاری ا/۱۰۲ ا مشکوۃ باب الرکوع حدیث ا) امام عینی فرماتے ہیں کہ امام داؤدی نے 'بعدی' کی تفسیر میں فرمایا "یعنی من بعدی وفاتی' 'یعنی بعد از وفات بھی میں تمہیں دیکھتا رہوں گا (عمدۃ القاری ۵/۲۸۱ و نووی ا/۱۸۰) اور ہم پہلے طبرانی شریف وغیرہ کی حدیث بیان کر چکے کہ "حضور ﷺ تمام دنیا کو قیامت تک ہونے والے سب حالات کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہے ہیں" پس جب معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ اب بھی دل کی کیفیات (خشوع ہو دل ہی میں کوئی رنج و غم یا خواہش) سب پر مطلع ہیں۔

☆ آیت مبارکہ "وعلمک ما لم تکن تعلم" کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے کہ "وعلمک ما لم تکن تعلم من امور الدین و الشرائع ومن خفیات الامور اومن امور الدنیا والشرائع"

☆تفسیر مدارک ''وعلمک ما لم تکن تعلم من امور الدین و الشرائع ومن خفیات الامور وضمائر القلوب''

☆تفسیر خازن ''وعلمک ما لم تکن تعلم یعنی من احکام الشرائع وامور الدین وقیل علمک من علم الغیب ما لم تکن تعلم و قیل معناہ وعلمک من خفیات الامور واظلعک علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین و کیدھم مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما یعنی ولم یزل فضل اللہ علیک یا محمد عظیما''

تو دیکھو نبی پاک ﷺ کو احکام شرع اور امور دین اور علوم غیب اور خفیات امور اور ضمائر قلوب وغیرہا جن کو اب تک حضرت محمد ﷺ نہیں جانتے تھے تعلم فرمائے اور اللہ عزوجل کا نبی پاک ﷺ پر فضل عظیم ہے۔ لہذا سائل کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے۔

☆حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو بغیر بولے بتا دیتے تھے کہ ان کے پیٹ میں کیا ہے اور وہ گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہیں ''اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران ۴۹ پ ۳)

لوگ تو اپنے گھروں میں اپنا سامان جمع کرتے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو بتا دیتے تھے۔ اور ان باتوں میں ایمان رکھنے والوں کیلئے بڑی نشانی ہے لیکن سائل ان نشانیوں کا منکر بنا بیٹھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی تو ان نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لے آئے لیکن سائل کی بدبختی کہ ان نشانیوں کا منکر

بنا ہوا ہے۔لہذا جب دور دراز گھروں میں چھپی ہوئی چیزیں بیان کر سکتے ہیں تو پھر سامنے آئے ایک بے زبان شخص کی فریاد بھی سن سکتے ہیں۔

کیونکہ وہ نور فراست سے سنتے دیکھتے ہیں ''امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے قرآن پاک میں موجود قول باری تعالیٰ ''ان فی ذلک لایت للمتوسمین'' کے تحت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے ''قال رسول اللہ ﷺ اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله ثم قراء ان فی ذالک لایت للمتوسمین '' یعنی نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) بیشک اس میں آیات اور دلائل ہیں آثار اور علامات کے ساتھ استدلال کرنے والوں کے لئے۔

☆حدیث ساریہ والی حدیث شریف میں تو سائل کا منہ توڑ جواب موجود ہے کہ حضرت ساریہ نے فریاد نہیں کی بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بغیر ان کی فریاد و پکار کے مطلع ہو گئے اور ان کی مشکل کشائی فرمائی۔

لہذا معلوم ہوا کہ لازمی نہیں کہ آواز دی یا فریاد کی جائے تب ہی مشکل کشائی و حاجت روائی کی جائے تب ہی انبیاء کرام و اولیاء عظام کو معلوم ہوتا ہے بلکہ بغیر فریاد و آواز کے بھی فریاد رسی و مشکل کشائی ہو جاتی ہے۔

مزید تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ فیض احمد اویسی صاحب کی کتاب ''دلوں کا راز'' کا مطالعہ کریں۔

سوال 6: انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کر سکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کی

کیا ضرورت ہے؟ اور اگر غیر اللہ ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

سنی جواب: انبیاء و اولیاء کے بغض میں سائل (منکر) اس قدر اندھا و پاگل ہو گیا ہے کہ ایسے اعتراضات کرنے لگا جس سے خود اللہ تبارک و تعالیٰ ،انبیاء کرام ،اولیاء عظام بلکہ خود اسی اپنی ذات پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ معاذ اللہ۔

☆ قرآن پاک میں ہے کہ "جبکہ تم اپنے رب تعالیٰ سے مدد طلب کرتے تھے پس اس نے تمہاری فریاد رسی فرمائی کہ میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار فرشتہ کے ساتھ جو لگ تار آنے والے ہیں (انفال آیت ۹) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "کیا تمہیں کفایت نہیں کرے گا یہ امر کہ پروردگار تمہاری امداد کرے تین ہزار ملائکہ کے ذریعے (آل عمران ۱۲۵) معلوم ہوا کہ اللہ بھی مدد کر سکتا ہے لیکن اس نے فرشتوں کو ذریعہ بنایا ہے لیکن نہ تو نبی پاک ■ اور نہ کسی صحابی نے کہا کہ "اے اللہ تبارک و تعالیٰ خود مدد و مشکل کشائی فرما سکتا ہے تو فرشتوں کی کیا حاجت ؟

اور اگر فرشتے مدد کر سکتے تھے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟ بلکہ فرشتوں کی مدد اللہ عزوجل ہی کی مدد ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل تخت بلقیس کو فوراً لا سکتا تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے امتیوں کو لانے کا حکم دیا۔ سائل (منکر) کے مطابق تو حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب یہ کام اللہ کر سکتا تھا جو مافوق الاسباب بھی ہے تو انہوں نے ولی اللہ سے کرنے کا کیوں کہا اور سائل ہمیں بتائے گا کہ حضرت سلیمان جب اس ولی سے یہ کام

کرو ار ہے تھے تو اللہ عزوجل کی ذات سے بے نیاز ہو گے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ فرمایا "یہ اللہ کے فضل سے ہے" یعنی اولیاء اللہ کی ان طاقتوں کو اللہ عزوجل کی وعطاو فضل قرار دیا۔ اللہ عزوجل مردے زندہ کا سکتا ہے، اندھوں کو بینا کر سکتا ہے لیکن یہ سب کچھ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں صادر فرمایا۔ تو کیا سائل یہ کہے گا کہ ان کاموں میں اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرینگی کیا ضرورت؟ اور جب اللہ عزوجل یہ سب کر سکتا تھا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا باطل یا کفر و شرک ٹھہرا؟ معاذ اللہ۔ اسی طرح صحابہ کرام ہزاروں مشکلات و مصائب میں نبی پاک ■ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے لیکن کسی نے یہ نہیں کیا کہ یہ سب کچھ اللہ عزوجل کرسکتا ہے تو نبی پاک ■ کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت؟ لیکن ایک سائل (منکر) ہی کو یہ عقل سوجی! لاحول ولاقوۃ۔

☆ ہم سائل سے پوچھتے ہیں کہ عزوجل نے بغیر عورت کے انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا کہ نہیں؟ اور بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا کہ نہیں؟ تو پھر جب اللہ عزوجل اس پر قادر ہے تو کیا ضرورت ہے مرد و عورت اللہ عزوجل کو چھوڑ (بقول سائل کے) ایک دوسرے سے رجوع کرتے ہیں اس امید پر کہ ان کے رجوع کرنے ہی سے اولاد پیدا ہوگی جبکہ اللہ عزوجل نطفہ کے بغیر بھی اولاد عطا فرمانے پر قادر ہے۔

خود سائل (منکر) کی پیدائش سے قبل اسکی والدہ نے اس کے والد کی طرف رجوع کیا، پھر وقت پیدائش لیڈی ڈاکٹر وغیرہ کی طرف رجوع کیا گیا بلکہ خود

سائل بھی اپنی بیوی کی طرف ، بیماری میں ڈاکٹر کی طرف ،خطرہ میں پولیس کی طرف ،بھوک میں کھانے کی طرف ، پیاس میں پانی کی طرف بلکہ پیدائش سے بعد الموت تک ہزاروں کاموں میں غیر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور کرے گا۔لیکن تعجب ہے کہ کہ اس قدر کثرت سے غیر اللہ کی طرف رجوع کرنے والا یہ کہتا ہے کہ "غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔اور سائل یہ سمجھتا ہے کہ غیر کی طرف رجوع کرنے سے اللہ عزوجل سے بے نیاز ہونا لازم آتا ہے تو پھر خود سائل بھی ان کاموں میں کیا اللہ عزوجل سے بے نیاز ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ سائل یہ سمجھتا ہے کہ اللہ عزوجل اور انبیاء و اولیاء کی امداد و استعانت ایک دوسرے کی ضد و مخالف ہیں معاذ اللہ۔جو کہ سائل کی بدترین جہالت ہے۔لیکن اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا" بیشک تم اللہ تعالٰی، رسول اور اولیا تمھارے مددگار ہیں (المائدہ ۵۵) معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی کارسازی بالاصالت ہے اور رسول اللہ ■ اور اولیاء کا مددگار ہونا بالنیابت ہے آیت مبارکہ میں ترتیب اس پر شاھد ہے لہذا رسول اللہ ■ اور اولیاء اللہ کی مشکل کشائی ،کارسازی غیر خدا کی کارسازی نہیں بلکہ اللہ ہی کارسازی و مشکل کشائی ہے۔

پس جس طرح نبی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ، نبی کا دینا اللہ کا دینا، نبی کا مارنا اللہ کا مارنا، نبی کا ہاتھ اللہ عزوجل کا ہاتھ ہے تو اسی طرح نبی پاک ■ اور اولیاء کرام کی امداد و استعانت بھی اللہ عزوجل ہی کی امداد و استعانت ہے۔(مزید وضاحت پیچھے کتاب میں موجود ہے)۔

سوال 7: اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا خدا نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں ایسی صورت میں تو ہمارے پاس فہرست ہونی چاہیے کہ کون سی مشکلات خدا حل کرنے پر قادر ہے اور کون سی مشکلات غیر اللہ حل کرنے پر قادر ہے تا کہ اس کے مطابق سائل اپنی مشکل پیش کر سکے۔

سنی جواب: اول تو اس کا جواب سوال نمبر 6 کے تحت آیت "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا" کے تحت ہو چکا۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء و اولیاء کرام کی مشکل کشائی اصل میں اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی مشکل کشائی ہے نہ کہ علیحدہ علیحدہ۔ سائل (منکر) کا سوال تو تب قابل قبول ہوتا جب ان دونوں میں مخالفت پائی جاتی۔ ہم سائل سے پوچھتے ہیں کہ

☆ کیا رسول اللہ ■ کی اطاعت اللہ کی اطاعت نہیں؟

☆ کیا رسول اللہ کا غنی کرنا اللہ کا غنی کرنا نہیں؟

☆ کیا رسول اللہ ■ کا دینا اللہ کا دینا نہیں؟

☆ کیا فرشتوں کی امداد اللہ کی امداد و مشکل کشائی نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ تمام مشکلات و مصائب میں یہ ذریعہ واسطہ (وسیلہ) ہیں حقیقی متصرف و مدبر مالک حقیقی ہی ہے۔ اور دنیا میں کوئی بھی بڑا او چھوٹا کام نہیں جس میں اللہ عزوجل نے ذریعہ و وسیلہ نہ بنایا ہو بھوک میں روٹی، پیاس میں پانی، بارش کیلئے فرشتے، ہوا کیلئے فرشتے، موت کیلئے فرشتے، ہدایت کیلئے انبیا و اولیاء کرام، اولاد کیلئے ماں باپ، بیماری کیلئے ادویات، عذاب وحساب کیلئے فرشتے، امداد و استمداد کیلئے فرشتے، روشنی کیلئے سورج چاند ستارے، حتا کہ بروز

قیامت بھی مشکلات سے چھٹکارا پانے کیلئے مقبولین کی شفاعت کا وسیلہ لازمی ہوگا،معلوم ہوا کہ کوئی مشکل ایسی نہیں جسے اللہ عزوجل حل نہ فرما سکتا ہو لیکن کوئی کام بھی ایسا نہیں جسے بغیر ذریعہ وسیلہ کے حل کرتا ہو۔

لیکن سائل باہوش وحواس سنے اور اپنی جہالت کو دور کرے کہ ''خواہ اسباب ظاہرہ ہوں یا باطنی ہوں یا روحانی ، دوائیں ہوں یا غذائیں ،حکیم وڈاکٹر ہوں یا حکام و امراء اور انبیاء ورسل ہوں یا اولیاء واصفیاء یہ سب حقیقی موثر اور حقیقی مدبر ومتصرف نہیں ۔حقیقی موثر ومتصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے اور باقی سب اس کے امر اور اذن سے ہی تاثیر کرتے ہیں لہذا معمولی سے معمولی دنیوی چیز کی طلب میں بھی اگر نظر اللہ کی عطا اور منع سے ہٹ جائے اور صرف بندے پر نظر رہے تو یہ شرک ہے اور بڑی سے بڑی نعمت کی عطا میں اگر نظر اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے اور غیر کو صرف کو صرف عطاء باری میں واسطہ سمجھ لیا جائے تو یہ کفر وشرک نہیں ہے ۔جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا مردے زندہ کرنا ،اندھوں کو بینا کرنا خود سائل (منکر) بھی تسلم کرتا ہے تو کیا ان کا زندہ کرنا اللہ عزوجل ہی کا زندہ کرنا نہیں ؟اور کیا بغیر اذن الٰہی ایسا کرتے تھے؟اور ان کی اور اللہ عزوجل کی سائل کے نزدیک علیحیدہ علیحیدہ فہرست ہے؟ہرگز نہیں۔

کیا سائل (منکر) بھوک میں روٹی کی طرف ،خطرے میں پولیس کی طرف ،بیماری میں حکیم کی طرف رجوع نہیں کرتا تو کیا ان کاموں کو اللہ عزوجل کی قدرت (یا فہرست) سے خارج تسلیم کرتا ہے؟ کیا یہ سب باوجود ظاہری اسباب کہ باذن الٰہی موثر ہیں اور ان سب کی طرف رجوع کرنا اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا ہے کیونکہ اسی نے ان کو موثر بنایا یا (سائل کے نزدیک)بذات خود حقیقی

طور پر یہ موثر ہیں؟ شق دوم تو خالص شرک اور شق اول کا انکار سائل ہرگز نہیں کر سکتا۔

سنی الزامی سوال

☆ سائل (منکر) ہمیں ایسی فہرست مہیا کرے جس میں اللہ عزوجل بغیر ذریعہ (ڈائریکٹ) مخلوقات کو نوازتا یا عطا کرتا ہو۔

☆ اور اگر اللہ عزوجل کی قدرت یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی ذریعے سے ہی عطا فرماتا ہے تو کیا اس جود و کرم یا عطا کو اللہ کی قدرت (فہرست) میں شامل کریں گے یا اس ذریعہ (مخلوق) کی فہرست میں؟

☆ اگر سائل (منکر) کے نزدیک مخلوقات (جو ذریعہ وسیلہ ہیں ان کا) عطا کرنا یا کچھ دینا اللہ عزوجل ہی کا دینا اور اللہ ہی کی فہرست میں داخل ہے تو پھر انبیاء و اولیاء کرام (جو ذریعہ و وسیلہ ہیں ان کا) عطا کرنا خدا کی فہرست سے خارج ہو کر علیحدہ فہرست کیوں ہوگی؟ وجہ فرق بیان کرنا سائل کے ذمہ ہے۔

☆ سائل کے نزدیک بچوں کی پرورش و حفاظت ماں باپ کی فہرست، خطرہ میں حفاظت و امداد پولیس و حکماء کی فہرست، علاج میں تندرستی اور روایات کی فہرست میں شامل ہیں؟ کیا مخلوقات کے صدور کی وجہ سے یہ تمام کام مخلوقات کی فہرست میں داخل ہیں یا خدا کی؟

پس جب یہاں سائل (منکر) علیحدہ علیحدہ فہرست کی حجت بازی نہیں کرتا اور یقیناً یہ تسلیم کرتا ہے کہ بے شمار کاموں میں یہ تمام مخلوقات محض ذریعہ وسیلہ ہیں تو پھر انبیاء و اولیاء کے معاملے میں ان تمام باتوں سے آنکھیں بند کر کے ایسا فضول اعتراض کرنا صرف انبیاء و اولیاء کرام کے فضائل و کمالات کا انکار کرنے

کے سوا کچھ نہیں۔

سوال 8: کیا خدا کے سوا جو ہستی مشکل سے نکال سکتی ہے وہ مشکل میں ڈال بھی سکتی ہے یا اسکی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کر سکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

سنی جواب: پہلی بات تو یہ ہے ہم اہل سنت ہر ہر شئی میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو موثر حقیقی مانتے ہیں نہ آنکھ کو دیکھنے میں موثر، نہ کان کو سننے میں موثر، نہ پانی پیاس بجھانے میں موثر نہ روٹی بھوک دور کرنے میں موثر نہ آگ جلانے میں موثر بلکہ ان تمام امور میں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام کاموں کا حقیقی متصرف و مدبر صرف اور صرف اللہ عزوجل ہے اگر اس کا اذن ہو گا تو نفع، کامیابی یا مشکل کشائی ہو گی اور اگر اس کا اذن نہیں ہو گا تو ہر گز ہر گز کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ پس جس طرح انبیاء و اولیاء کے ذریعہ مشکل کشائی ممکن ہے اسی طرح ان کے ذریعہ مصائب و مشکلات میں مبتلا کرنا بھی ممکن ہے۔

☆ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء سانپ بن کر جادوں گروں کیلئے مصیبت بن گیا اور وہی عصاء مومنین کیلئے ان جادو گروں سے نجات (مشکل کشائی) کا ذریعہ بھی بن گیا۔

☆ اسی طرح میدان بدر میں اور غزوہ حنین میں کفار کی طرف مٹھی بھر مٹی پھینک کر نبی پاک ■ نے انہیں سخت مشکل میں مبتلا کر کے پسپائی پر مجبور کر دیا اور ان کو شکست سے دو چار کر کے اہل اسلام کو فتح اور کامیابی اور غلبہ و کامرانی سے بہرہ ور فرمایا۔

☆ حضرت عمر فاروق نے حضرت ساریہ کو آواز دیکر جہاں مشکل کشائی فرمائی

وہیں اہل کفار کے لئے ان کی یہ آواز (امداد) شکست ومصیبت کا ذریعے بھی بنی۔
لیکن یہ ذریعے وسبب ہے حقیقت میں تو مشکلات میں ڈالنا اور نکالنا اللہ عزوجل ہی کا کام ہے۔

سوال 9: بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا، بالفرض ایک ہستی مشکل دالنے پر مصر ہے اور دسری حل کرنے پر تو دونوں میں سے کون سی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے گی؟

سنی جواب: یہ تقسیم سائل (منکر) کا اپنا اختراع ہے اس کا نہ کوئی مسلمان قائل ہے اور نہ کارخانہ قدرت میں اسکی کوئی گنجائش۔ دوسرا ہم انبیاء و اولیاء کرام کے باذن الٰہی اختیارات وتصرفات کے قائل ہیں اور جب ان کو طاقتیں وقوتیں ہیں ہی اللہ عزوجل کی طاقتیں وقوتیں تو پھر مخالفت کیسی؟ اور کوئی نبی یا ولی اللہ عزوجل کے مقابلے پر کوئی ادنیٰ سا فعل بھی انجام نہیں دیتا۔ لہذا سائل (منکر) کا یہ سوال ہی باطل ومردود ہے۔ پہلے تو سائل (منکر) کے ذمہ یہ بات ہے کہ وہ ایسا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش کر جس میں اللہ عزوجل نے مشکل میں کسی کو ڈالا ہو اور اس کے مقابلے میں انبیاء و اولیاء نے مخالفت کی ہو یا اللہ نے مشکل کشائی فرمائی ہو اور انبیاء و اولیاء نے اللہ کے مقابلے میں مصیبت میں مبتلا کر دیا ہوں۔ جب ایسا کوئی ثبوت ہی نہیں اور نہ ہوئی اس بات کا قائل تو سائل کا خواہ مخواہ جہالت وگمراہی کی وادیوں میں گھومنا ہے۔

سوال 10: کسی بھی برگذیدہ یا گنہگار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کیلیے اللہ کو آواز دی جائے گی یا مشکل کشاء کو؟

سنی جواب: یہاں پر تو سائل (منکر) نے اپنی تمام جہالتوں کی حد کردی کیونکہ استمداد و استعانت اور بخشش کے معاملے الگ الگ ہیں۔ سائل (منکر) ہمیں یہ تو بتائے کہ مشکل کشائی کے مسئلہ کو بخشش کے مسئلہ سے کیا واسطہ؟ مشکل کشائی، فریاد رسی، حاجت روائی اللہ عزوجل کی ایسی صفت ہے جس میں نیابت جاری ہے جیسا کہ پچھلی کتاب میں قرآن و حدیث کے دلائل موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ بالاصالت مشکل کشاء، فریاد رس اور حاجت روا ہے اور انبیاء اور اولیاء اللہ بالتبع ہیں، لیکن شان غفاری تو خاصہ خداوندی ہے جس میں نیابت نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "من یغفر الذنوب الا اللہ" 'کون ہے گناہ بخشنے والا سوائے اللہ کے' لہذا جس کام میں نیابت نہیں اس میں مسلمان اصل ہی کو پکارے گا اور جہاں نیابت ثابت ہے جیسا کہ امداد و استعانت اختیارات و تصرفات جن کا ثبوت پچھلی کتاب میں بیان ہو چکا ان میں نائب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بخشش والی ذات تو صرف اللہ عزوجل ہی ہے لیکن انبیاء و اولیاء کرام کے وسیلے سے اللہ تبارک وتعالیٰ خصوصی نظر کرم فرماتا ہے۔ جیسا کہ جنازہ میں ہی بعد دعا نبی پاک ■ کی ذات بابرکات پر صلوۃ وسلام کا وسیلہ پیش کیے بغیر نماز جنازہ قبول نہیں۔

اور سائل (منکر) کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ خود نماز جنازہ بھی تو غیر اللہ ہی کے ذریعے بخشش کی دعا و ذریعہ نجات کا سبب ہے پس جنازے میں بھی بخشش و مغفرت کی دعا و التجا بارگاہ خداوندی میں ہی ہوتی ہے لیکن غیر اللہ (یعنی مسلمانوں) کے ذریعے ہی۔

﴿......پمفلنٹ نمبر 2......﴾

اعتراض: غوث اعظم، داتا، مشکل کشا، غریب نواز صرف اللہ۔ غیر اللہ کو کہنا شرک ہے۔

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ غوث، داتا، مشکل کشا، دستگیر وغیرہ کے الفاظ اللہ عزوجل کے اسماء ذات و اسماء صفات میں سے نہیں اور نہ قرآن و احادیث یہ صرف اللہ عزوجل کیلئے مختص ہے اور نہ ہی ان الفاظ کا اطلاق غیر اللہ کیلئے قرآن وحدیث نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اگر سائل (منکرین) کے پاس کوئی ممانعت پر دلیل موجود ہے تو پیش کرے اور پھر جب انبیاء و الیاء کرام کا باذن الٰہی معاون ومددگار، فریاد رس، مشکلوں اور مصیبتوں کو دور کرنے والے ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو ان الفاظ کا اطلاق بھی ان کیلئے بالکل جائز ہے۔ لہذا یہ ہرگز ہرگز شرکیہ الفاظ نہیں۔ بلکہ مخالفین کا زبردستی مسلمانوں کو ان الفاظ کی وجہ سے کافر ومشرک بنانا ہے۔ معاذ اللہ

﴿نبی پاک ﷺ کا فرمان مشرک کون؟﴾

ہمارے نبی غیب دان ■ نے چودہ سو سال قبل ہم مسلمانوں کو یہ بتا دیا تھا کہ ایک شخص (گروہ) ایسا نکلے گا جو دین اسلام (توحید وسنت) کے نام پر اہل حق مسلمانوں کا قتال کرے گا اور ان پر (کفرو) شرک کے فتوے لگائے گا حالانکہ یہ گمراہ فرقہ خود ان (کفر کے) فتوؤں کا حق دار (یعنی خود دین سے خارج) ہوگا۔ "نبی غیب دان ■ نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آجائے گی اور اسلام کی چادر اس

نے اوڑھ لی ہوگی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا بہکا دیگا وہ اسلام کی چادر سے صاف نکل جائے گا اور اسے پس پشت ڈال دیگا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دیگا اسے شرک سے متہم و منسوب کر دیگا (یعنی قرآن وحدیث کا نام لیکر مسلمانوں پر خواہ مخواہ کے کفر وشرک کے فتوے لگائے گا۔راوی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی شرک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ شرک کی تہمت لگایا ہوا یا شرک کی تہمت لگانے والا؟ آپ ■ نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانیوالا شرک کا زیادہ حق دار ہے۔یہ سند جید ہے۔(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۵)

لہذا اس فرمان پر مخالفین پر غور وفکر کرنا چاہیے کہ کہیں مخالفین اسی گروہ میں شامل تو نہیں جو خواہ مخواہ مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دیتے ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کے شرک کے فتوے جو خواہ مخواہ مسلمانوں پر لگائے جاتے ہیں ان کے حق دار یہ فتوے لگانے والے خود ہوتے ہیں۔لیجئے اب مختصرا جواب ملاحظہ کیجئے۔

1 **غوث اعظم**: عربی اردو کتب میں یا قرآن واحادیث میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ غوث کا لفظ اللہ تعالٰی کا ذاتی نام ہے یا ذات باری تعالٰی کیلئے مختص ہے۔

دوسرا یہ کہ غوث عربی کا لفظ ہے اسم مذکر ہے اس کا معنی فریاد کو پہنچنے والا، فریاد رس ومعاون کے ہیں اور غوث کا ایک معنی کتب لغت میں ''اہل تصوف میں ولایت الٰہی کا درجہ'' بھی ہے۔(علمی اردو لغت ص ۱۰۴۰ و فیروز اللغات ۹۴۲ و اظہار اللغات ۷۵۰ و المنجد ۷۲۱ و مصباح اللغات ۶۱۱ و فرہنگ آصفیہ ج ۳ ص ۳۱۶)

معلوم ہوا کہ اس کا معنی فریادرس و معاون (مددگار) وغیرہ ہیں اور ہم نے اس کتاب میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ انبیاء و اولیاء کرام بھی غوث (فریاد کو سننے والے ،معاون و مددگار) ہوتے ہیں۔

☆ علماء دیوبند و اہلحدیث کے امام اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں پیر عبد القادر جیلانیؒ کیلئے ''غوث اعظم'' کے الفاظ استعمال کیے۔ ان کے بارے میں فتویٰ جاری کرو۔

☆ اسی طرح علماء دیوبند کے مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب نے ''تذکرۃ الرشید'' میں۔

☆ اور اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی ''ملفوظات حکیم الامت میں غوث اعظم کا لفظ لکھا۔ لہذا ان سب پر بھی کفر و شرک کا فتوی لگانا سائل (منکرین) پر لازم آئے گا۔

اعتراض: اعظم کا مطلب ہے بڑا لہذا غوث اعظم کا مطلب ہوا سب سے بڑا فریاد سننے والا حالانکہ سب سے بڑا فریاد سننے والا تو اللہ عزوجل ہے لہذا یہ لفظ کفریہ و شرکیہ ہے۔

جواب: سائل (منکر) زبردستی مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے کا شوق پورا کر رہا ہے۔ حالانکہ نہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان یہ کہتا ہے اور نہ اس کا یہ نظریہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی اللہ عزوجل سے بھی بڑے فریاد سننے والے ہیں معاذ اللہ۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ چونکہ حضور غوث اعظم اپنے وقت میں سب ولیوں سے بڑے و سردار تھے اسلئے انہیں اولیاء کرام کی نسبت سے بڑا (اعظم) کہا جاتا ہے نہ ہی صحابہ کی نسبت سے، نہ ہی انبیاء کرام کی نسبت سے اور نہ اللہ

عزوجل کی نسبت سے۔یہی اہل سنت کا مدعیٰ ہے اور اس کے خلاف ہمارے ذمہ ایسا نظریہ لگانا جس کے ہم قائل ہی نہیں خواہ مخواہ زبردستی ہم مسلمانوں کو مشرک وکافر بنانا ہے۔

دوسرا اگر اس لفظ کی وجہ سے یہی لازم آتا ہے کہ اس کے اطلاق سے وہ اللہ عزوجل سے یا نبی پاک ﷺ سے بڑے قرار دیئے جاتے ہیں تو پھر سائل کے ہم مسلک علماء بھی حضرت عمر فاروق کیلئے لفظ ''**فاروق اعظم**'' کا لفظ استعمال کرتا ہے۔جس کے معنی ہے سب سے بڑا فرق کرنے والا'' حالانکہ سب سے بڑا فاروق تو اللہ عزوجل ہے اسی طرح صدیق اکبر''سب سے بڑا سچا'' حالانکہ سب سے بڑا سچا اللہ عزوجل ہے۔اسی طرح **امام اعظم** (سب سے بڑا رہنما) قائد اعظم (سب سے بڑا قائد،رہنما) کے الفاظ خود سائل بھی استعمال کرتا ہے تو اپنے کلیہ کے مطابق خود سائل پر یہ تمام فتوے لاگو ہوتے ہیں۔پس سائل یہاں پر یہی کہے گا کہ فاروق اعظم وصدیق اکبر اللہ عزوجل کی نسبت سے یا انبیاء کرام کی نسبت سے بڑے (اعظم) نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام کی نسبت سے بڑے (اکبر) ہیں امام اعظم علماء کی نسبت سے بڑے ہیں اور **قائد اعظم** پاکستان بنانے والے رہنماوں میں سب سے بڑے ہیں تو بلکل اسی طرح غوث اعظم بھی اولیاء کرام کی نسبت سے اعظم ہیں۔نہ ہی وہ صحابہ کی نسبت سے اعظم ہیں،نہ ہی نبی پاک ﷺ کی نسبت سے اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نسبت سے۔اللہ عزوجل سائل (منکر) کو سمجھ عطا فرمائے۔

☆علماء اہلحدیث نے اپنے مولانا نذیر حسین کے لئے''**شخ الکل فی الکل**'' کا لفظ استعمال کیا جیسا کہ فتاویٰ نذیریہ کے ٹائٹ اور نذیر صاحب

کے تعارف ہی میں لکھا گیا نیز ''تاریخ اھل حدیث'' میں بھی ان کے لئے شیخ الکل کا لفظ استعمال ہوا اور شیخ کا مطلب و معنی رہنما کے بھی ہیں۔ اور لفظ ''کل'' کے پیش نظر اس سے کیا سائل (منکر) یہی کہے گا کہ آپ ہر ایک کے رہنما ہیں، اولیاء کے بھی، صحابہ کے بھی، انبیاء کے بھی؟ معاذ اللہ عزوجل! اگر یہاں ایسا مقصد و نظریہ نہیں پایا جاتا حالانکہ شیخ الکل فی الکل کے صاف الفاظ موجود ہیں تو پھر اعظم کا لفظ دیکھ کر نا معلوم کیوں ایسا بُرا گمان کیا جاتا ہے جس کا کوئی سنی قائل ہی نہیں۔

(نوٹ: لقب ''اعلیٰ حضرت'' سے بھی مراد یہی ہوتی ہے کہ آپ اپنے وقت کے علماء میں سب سے اعلیٰ تھے نہ یہ کہ صحابہ کرام یا نبی پاک ■ سے بھی اعلیٰ)۔

2داتا: (ا) لفظ داتا بھی اسم الٰہیہ میں سے نہیں بلکہ ہندی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی دینے والا، سخی، فیاض، دتار، فقیر، درویش، سائیں جی اور بابا جی کے بھی ہیں (دیکھیے علمی اردو لغت، اظہر اللغات، امیر اللغات، فیروز اللغات وغیرہ)

داتا کے معنی سخی اور سخی کا معنی خدا کی راہ میں دینے والا (فیروز اللغات)

(ب) قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کیلئے داتا کا لفظ مستعمل ہی نہیں۔ اور اگر ثابت ہو بھی جائے تب بھی ہرگز ہرگز شرک نہیں کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے غیر اللہ پر بھی بولنا بالکل جائز ہے۔ اور پھر ہم یہ ثابت کر چکے کہ اللہ عزوجل کی عطا سے انبیاء و اولیاء بہت کچھ دیتے یا عطا فرماتے ہیں۔

☆حفظ الایمان میں جناب اشرف علی تھانوی صاحب نے حضرت علی ہجویریؒ کو داتا لکھا۔

3مشکل کشا: (مشکل کشا بھی اللہ عزوجل کا ذاتی نام ہے نہ صفاتی

۔قرآن وحدیث

میں مشکل کشاء کے لفظ کا اطلاق اللہ عزوجل پر کہیں بھی نہیں کیا گیا۔ دوسرا ہم نے ثابت کیا کہ اللہ عزوجل کے انبیاء کرام و اولیاء عظام باذن الٰہی مافوق الاسباب مشکل کشائی وحاجت روائی فرما سکتے ہیں۔

4غریب نواز: غریب نواز کا معنی ظاہر غریب پر مہربان، غریب پر نوازش کرنے والا، غریب پر عنایت کرنے والا۔ وغیرھما(فرھنگ آصفیہ، فیروز اللغات، امیر اللغات، علمی اردو لغت)۔اور ہم بیان کر چکے کہ اولیاء کرام غریبوں محتاجوں کی باذن الٰہی مدد فرماتے ہیں ان کی ضروریات پوری فرماتے ہیں۔

5دستگیر: دستگیر فارسی کا لفظ ہے اسم صفت ہے دستگیر کے لغوی معنی مددگار اور حامی کے ہیں(فیروز اللغات، علمی اردو لغت، اظہر اللغات، فرہنگ آصفیہ)اس موضوع پر بھی دلائل گزر چکے کہ اولیاء کرام دستگیری فرما سکتے ہیں۔

﴿غوث، مشکل کشاء، حاجت روا، دستگیر کا ثبوت﴾

''انما ولیکم اللہ و رسولہ الذین امنوا'' تمہارا مددگار تو اللہ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں(المائدہ ۵۵)اہل علم پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ کارساز، حاجت روا، مشکل کشاء، فریادرس، حامی و ناصر یہ الفاظ بظاہر اگرچہ مختلف ہیں لیکن ان کا مدلول اور مفہوم ایک ہی لفظ ''ولی'' ان سب کو شامل ہے کیونکہ ولی کا معنی لغوی طور پر دوست اور مددگار ہے ''الولی'' یعنی ولی کا معنی محبت رکھنے والا، دوست، مددگار(قاموس جلد۴ ص ۴۰۴۔ موضح القرآن صفحہ ۱۳۵ سطر

لہذا ماننے والوں کو یہ ایک آیت قرآنی ہی کافی ہے اور جنھوں نے نہیں ماننا تو ان کے لئے پورا قرآن بھی ناکافی ہے۔باقی ہم نے مکمل دلائل پہلے بیان کر دیئے ہیں پیچھے مطالعہ کیے جاسکتے ہیں۔

﴿ان اعتراضات کی وجہ ؟﴾

اصل میں سائل چونکہ یہ سمجھتا ہے کہ انبیاء و اولیاء بتوں کی طرح محض مجبور و لاچار ہیں نہ وہ کسی کی مشکل و مصیبت دور کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حاجت پوری کر سکتے ہیں اور نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں۔اسی وجہ سے سائل (منکر) نے یہ اعتراض وارد کر دیئے اور ان الفاظ کو انبیاء و اولیاء کیلئے استعمال کرنے کو کفر و شرک تک پہنچا دیا جاتا ہے۔لیکن الحمدللہ عزوجل ہم نے اپنی اس کتاب میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ انبیاء و اولیاء بتوں و دیوتاوں کی طرح محض مجبور و بے بس نہیں بلکہ باذن الٰہی عزوجل مافوق الاسباب بھی انہیں اختیارات و تصرفات حاصل ہیں اور ہمارے معاون و مددگار ہیں۔لہذا جب اصل مدعیٰ ثابت ہو گیا تو پھر ان الفاظ کا اطلاق بھی جائز ٹھہرا۔

﴿نفی کیسے کی جائے گی؟﴾

یاد رہے کہ جہاں کہیں نفی کے بعد اثبات کی جائے اس کی بہت سے قسموں میں سے دو یہ ہیں "نفی مطلق بطریقہ مطلق" اور "نفی مطلق بطریقہ خاص" قرآن و احادیث اور مفسرین قرآن نے بھی ان ہی دو قسموں کو بیان کیا ہے جن میں فرق نہ کرنا، نہ سمجھنا غلط استدلال کا ذریعہ ہوتا ہے۔

1 ﴿نفی مطلق بطریقہ مطلق﴾

لا الٰـــہ الا اللہ   اس میں نفی مطلق بطریقہ مطلق ہے یعنی اللہ کے بغیر اور کوئی اللہ نہیں ،خواہ ذاتی ہو یا عطائی ،مستقل ہو یا غیر مستقل ،ازلی ،حادث وغیرہ ہر طرح اس کی نفی ہے ۔اور قرآن وحدیث میں غیر اللہ کے خدا ہونے کی ممانعت ورد پر دلائل موجود ہے۔

2﴾نفی مطلق بطریقہ خاص﴿

لا موجود الا اللہ ،لا مقصود الا اللہ ،اس میں نفی مطلق بطریقہ خاص ہے نہ مطلق ۔یعنی حقیقی ،ذاتی ،ازلی ،مستقل اللہ کے بغیر کوئی موجود نہیں بلکہ جو بھی وجود ہے عطائی ،حادث ،غیر حقیقی ہے ۔اسی طرح ’’لـــہ ما فی السموت والارض ‘‘اسی کا ہی ہے جو کچھ زمین وآسمان میں ہے ۔تو یہاں اس کی ملکیت حقیقی ،ابدلی مستقل ہے اور غیر سے اسی کی اسی خاص طریقہ سے نفی ہے ورنہ عطائی ،غیر مستقل ،حادث اس کے بندے بھی زمینوں اور آسمانوں کی چیزوں کے مالک ہیں۔

پس اگر تو قرآن وحدیث سے غیر اللہ سے ان الفاظ کی نفی مطلق بطریقہ مطلق ثابت ہو جائے تب سے سائل (منکر) کا مدعیٰ ثابت اور ان الفاظ کا کفریہ و شرکیہ ہونا ثابت لیکن اگر نفی مطلق بطریقہ خاص ‘‘ کے مطابق نفی ثابت ہوتی ہے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ نفی ذاتی ،مستقل وابدی وحقیقی ہی ہوگی نہ کہ (باذن الٰہی) عطائی ،غیر مستقل ،حادث کی نفی ہے۔

سائل کا حق پر ہونا تب ثابت ہوگا جب طریقہ استدلال میں کسی آیت سے اس کا تخالف وتعارض نہ آتا ہو اور نفی مطلق بطریقہ مطلق کے اصول کے مطابق دلیل ہو مثلاً اگر مستدل نے ایک آیت سے نفی مطلق پر استدلال کیا اور دوسری آیت

میں اثبات بعض ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا بلکہ مستدل بھی مانتا ہے تو اس مخالف کو اٹھانے کیلئے کہنا پڑے گا کہ مستدل نے نفی مطلق کی ٹھیک نہیں بلکہ اس میں نفی بعض ہے جو اثبات بعض سے معارض نہیں کیونکہ سالبہ کلیہ نقیضِ موجبہ جزئیہ ہے، سالبہ جزئیہ معارض موجبہ جزئیہ نہیں۔

قرآن کریم نے مختلف مقامات و اعتبارات کے لحاظ سے ایک ہی لفظ کو معنی میں بوجہ ذاتی، عطائی، حقیقی، مجازی وغیرہ استعمال کیا ہے جس پر سائل (منکرین) کا غور نہ کرنا اور ایک ہی اعتبار لے کر فتویٰ دیتے جانا حکم قرآن کے خلاف ہے کیونکہ انکارِ بعض القرآن مستلزم کل ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم ﴿دعائے خیر﴾ صلی اللہ علیہ وسلم

ہم آخری میں اپنے ان تمام احباب کیلئے دعائے خیر کرتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی نا کسی اچھے طریقے سے حصہ لیا ہے۔اللہ عزوجل اپنے محبوب ■ کے وسیلہ سے ہماری یہ ادنیٰ سی کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور نبی پاک ■ کا نظر کرم فرماتے ہوئے اس شرفِ قبولیت ومقبولیت عطا فرماتے ہوئے ہمارے تمام دوستوں اور بلخصوص میرے معاون عزیزم احمد رضا صاحب کی تمام تر مشکلات، مصائب اور جسمانی و روحانی بیماریوں کو دور فرماتے ہوئے انہیں دنیاء و آخرتے میں کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین و■

وما توفیقی الا باللہ. وصلوۃ وسلام علی رسول اللہ

فقیر ناچیز محمد اشفاق چشتی القادری

التماس

اگر کتاب کے اندر کوئی لفظی، معنوی یا کسی قسم کی کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اطلاع کر کے شکریہ کا موقع دیجئے۔ نیز کتاب کے بارے میں کوئی مشورہ یا کوئی مسئلہ پوچھنے ہو تو

nusratulhaq@yahoo.com

پر اپنی میل ارسال کیجئے۔

خوشخبری

حضرت علامہ مولانا مناظرہ اہل سنت غلام مرتضیٰ ساقی مجددی صاحب مدظلہ العالی کی سی ڈی ''انکشاف حقیقت'' منظر عام پر آچکی ہے جس میں قاری جمن محمد دیوبندی صاحب کی سی ڈی کا مکمل و تفصیلی اور منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔ ساقی صاحب کا یہ جواب ''چھ'' سی ڈیز اور

DVD میں بھی دستیاب ہے جو آپ درج ذیل ایڈریس سے مل سکتی ہے۔

☆ حضرت علامہ ظفر بکھروی۔ مکتبہ فیضان سنت۔ لائق علی چوک واہ کینٹ۔ ضلع راولپنڈی۔ تحصیل ٹیکسلا

☆ مکتبہ آرام باغ صدر کراچی اور دیگر شہروں سے مل سکتی ہے۔

﴿طالب دعا﴾

خادم اہل سنت "احمد رضا" سلطانپوری